کیں بند جو آنکھیں تو مری کھل گئی آنکھیں
کیا تم سے کہوں پھر مجھے کیا کیا نظر آیا
(خواجہ مجذوب)

جب آنکھیں کھلیں گی

موت اور موت کے بعد کی زندگی کے مراحل



از افادات

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب

مولانا محمد زبیر طاہر

نواسہ حضرت لدھیانوی شہید

مکتبہ لدھیانوی

کیں بند جو آنکھیں تو مری کھل گئی آنکھیں
کیا تم سے کہوں پھر مجھے کیا کیا نظر آیا
(خواجہ مجذوب)

جب آنکھیں کھلیں گی

موت اور موت کے بعد کی زندگی کے تمام مراحل

موت کی تیاری | قبر و برزخ | قیامت کے حالات

جنت کی نعمتیں | جہنم کے خوفناک مناظر

از افادات
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب
مولانا محمد زبیر طاہر
نواسہ حضرت لدھیانوی شہید

مکتبہ لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	جب آنکھیں کھلیں گی
از افادات	شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
ترتیب	مولانا محمد زبیر طاہر
طبع اول	جون ۲۰۱۲ء
ناشر	مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

021-34130020-0321-2115595-0321-2115502

www.shaheedeislam.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ہرانسان نے بہر حال اس کا مزا چکھنا ہے۔ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے اور آخرت کی بھرپور تیاری کرتا ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو...'' ہر وقت موت کا استحضار رہے تو دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ مال کا جمع کرنا، دوسروں پر ظلم وستم اور دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے آدمی پرہیز کرتا ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس دارِ فانی کے بعد ایک ابدی اور دائمی زندگی کا آغاز ہوگا، جہاں ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' قبر کی زندگی، قیامت کے حالات، جنت کے مناظر، جہنم کے احوال اور اس سے متعلق دیگر سوالات ہر ذہن میں گردش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی کیسٹوں، اصلاحی مواعظ اور مختلف کتب میں اس موضوع پر منتشر مضامین ومقالات اور سوالات وجوابات کو ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ اس طرح مندرجہ بالا موضوعات پر ایک خوبصورت مجموعہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اور چونکہ موت آنکھیں بند ہونے کا نام نہیں بلکہ حقیقتاً آنکھیں کھلنے کا نام ہے، اس لئے اس مجموعہ کو ''جب آنکھیں کھلیں گی'' کا نام دیا گیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین کرام اسے پسند فرمائیں گے۔

ناظم مکتبہ لدھیانوی

جنوری ۲۰۱۱ء

فہرست مضامین

قیامت کے حالات

جنت کے مناظر

جہنم کے احوال

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟

آخرت کی جزا و سزا

جنت

انسان پر گزرنے والے ادوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ!

"یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ." (الانشقاق:۶)

ترجمہ:...... "اے انسان! تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کوشش کررہا ہے، پھر اس سے جاملے گا۔"

حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں یہاں بہت مختصر وقت کے لئے بھیجا ہے، اور یہ زندگی عمل کے لئے ہے، "جیسی کرنی ویسی بھرنی" اچھا عمل کریں گے تو اچھا بدلہ ملے گا، اور خدانخواستہ برا عمل کریں گے...... تو پھر برا بدلہ ملے گا، ہم پر کئی مرحلے گزر چکے ہیں اور کئی

مرحلے ابھی باقی ہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

”هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا.“ (الدہر:۱)

(انسان پر ایک بہت بڑا وقت گزر چکا ہے، جب کہ وہ قابل ذکر چیز نہیں تھا)

میرے پیدا ہونے سے پہلے، میرے والدین کی شادی ہونے سے پہلے کوئی مجھے نہیں جانتا تھا، کوئی تذکرہ نہیں تھا، کئی صدیاں گزریں، کوئی تذکرہ نہ تھا، کوئی ایسی بات نہ تھی، اور کوئی تذکرہ نہیں تھا،......کوئی چیز بھی نہیں تھی، ایک دور ہمارے اوپر یہ گزرا ہے۔

دوسرا دور ہمارے اوپر گزرا جب کہ ہم اپنی والدہ کے شکم میں آئے، اللہ تعالیٰ نے عجیب نظام بنایا، قربان جاؤں اس کی قدرت پر، اور قربان جاؤں اس کی رحمت وعنایت پر، ہم نے ہسپتالوں میں دیکھا جو بچے قبل از وقت پیدا ہو جاتے ہیں، ان کو ایک خاص قسم کا شیشہ ہوتا ہے، اس میں رکھتے ہیں، اب ہر آدمی جانتا ہے کہ اس پر کتنا خرچ ہوتا ہے، لیکن ماں کے پیٹ میں وہ سارا نظام اللہ تبارک وتعالیٰ نے فٹ کر دیا ہے، کسی کو پتہ بھی نہیں، کوئی خرچ نہیں، بہر حال جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے تو اس وقت ہماری حالت ایسی تھی کہ نہ ہمارے ماں باپ کو پتہ تھا کہ یہ کیا ہے، نہ خود ہمیں پتہ تھا، ہمیں تو کیا پتہ ہوتا، چار مہینے تک مختلف شکلیں بدلتے بدلتے ہمارے اندر روح ڈالی گئی۔

چار ماہ گزرنے کے بعد رزق لکھ دیا جاتا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں اپنی شکلیں تبدیل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے چار مہینے پورے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں، فرشتہ آ کر اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ یا اللہ! اس کا رزق کتنا ہے؟ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ

الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُوْنُ فِيْ ذَالِكَ عَلَقَةً مِثْلُ ذَالِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ فِيْ ذَالِكَ مُضْغَةً مِثْلُ ذَالِكَ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ الْمَلَكَ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَأَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ......الخ."

(صحیح مسلم، ج:۲،ص:۳۳۲)

ترجمہ:......"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا، جو صادق ومصدوق ہیں کہ بے شک تم میں سے ہرایک کواس کی ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں، اور چالیس دن تک جمے ہوئے خون اور چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح ڈالتا ہے، اوراسے ان چار چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: (۱) اس کا رزق کتنا ہوگا؟ (۲) اس کی زندگی کتنی ہوگی؟ (۳) اس کی موت کب اور کہاں واقع ہوگی؟ (۴) اور یہ کہ وہ نیک بخت ہوگا یا شقی وبد بخت......"

اب دیکھیں کہ ماں کے پیٹ میں چار مہینے گزرے ہوئے ہمیں کتنا عرصہ ہوا، ابھی اللہ ہی جانتا ہے کہ مزید یہاں کتنا رہنا ہے، تو پہلے دن ہی اللہ تعالیٰ نے رزق لکھ دیا کہ اس کا رزق کتنا ہے......؟ اور یہ کہ یہ بچہ کہاں کہاں پھرے گا......؟ وغیرہ وغیرہ، غرض موٹی موٹی باتیں ساری کی ساری لکھ دی جاتی ہیں، اور آخر میں فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے۔ "شَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ؟" (پروردگار! یہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے؟)

اب ہمارا نام کن لوگوں میں لکھا ہوا ہے؟ اللہ ہی جانتا ہے، فرشتہ یہ سب پوچھتا ہے اور پوچھنے کے بعد پھر بچے میں روح ڈال دی جاتی ہے، پانچ مہینے اس حالت میں آدمی

گزارتا ہے، پھر فرمایا:

''وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ. وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتَابًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا. اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا.'' (بنی اسرائیل:۱۳،۱۴)

ترجمہ:...... ''اور ہر انسان، ہم نے لٹکا دیا ہے اس کی قسمت کا پروانہ اس کی گردن میں۔ اور قیامت کے دن ہم اس کے لئے ایک کتاب کھولیں گے (یہ اس کی نامہ اعمال کی کتاب ہوگی) جس کو وہ پھیلا ہوا پائے گا اور کہا جائے گا: اپنی کتاب پڑھ، تو ہی کافی ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا۔''

اب آپ کی، میری اور دنیا کے تمام انسانوں کی جو بھی قسمت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے پروانے کی شکل میں گردن میں لٹکا دیا، کتاب کیا ہے، ہمارے اپنے اعمال جو کچھ بھی ہم نے کیا ہے، چھوٹا عمل ہو یا بڑا، تمام کا تمام لکھا ہوا ہے، اللہ اکبر! یہ تو دوسرے جہان کی بات ہوگئی۔

انسانی زندگی کا پہلا دور:

میں نے عرض کیا کہ ایک دور ہم پر گزرا ہے، جس وقت مجھے اور آپ کو پتہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں؟ شاید آپ حضرات کو پتہ ہوگا......؟ مجھے تو پتہ نہیں تھا، پورے پانچ مہینے ماں کے پیٹ میں رہے، روح ڈال لینے کے بعد، چار مہینے پہلے اور پانچ مہینے بعد، لیکن یہ دور جو گزرا، میرے اوپر اور آپ کے اوپر اس کا مجھے بھی اور آپ کو بھی پتہ نہیں، بہر حال اس کے بعد ہم دنیا میں آگئے۔

انسانی زندگی کا دوسرا دور:

اب یہاں سے دوسرا دور شروع ہوگیا، ایک دور تو تھا ماں کے پیٹ میں آنے سے پہلے کا، دوسرا دور تھا ماں کے پیٹ میں آنے کے بعد کا، تیسرا دور ہے پیدا ہونے کے بعد کا،

یہاں ہم نے اس زمین پر قدم رکھا، کیسے قدم رکھا؟......تم جانتے ہو! علامہ اقبال کا شعر ہے کہ:

یاد داری کہ وقت زیست تو
خندہ بودند و تو گریاں

ترجمہ: تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا، تو سارے ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔

بچہ کیوں روتا ہے؟ یہ کوئی اس سے پوچھے صاحبزادے میاں روتے کیوں ہو؟ تم نے کبھی ڈاکٹروں کی دکانوں پر جا کر دیکھا ہوگا، اس میں بچے کا نقشہ کیسا بنا ہوتا ہے، اس کا سر ٹانگوں میں دیا ہوا ہوتا ہے، اس حالت میں بے چارے نے ماں کے پیٹ کی ساری عمر گزاری، لیکن جب پیدا ہوا تو رو رہا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھ سے بہت اچھی چیز چھین لی گئی، بس اتنا ہی جانتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کو کوئی ہنر نہیں آتا، آنکھیں کھولتا نہیں، اس وقت آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں، تھوڑی تھوڑی کھولتا ہے دیر کے ساتھ، چند لمحوں کے بعد کھولتا ہے، بولنا نہیں آتا، اپنے ساتھ کپڑا کوئی نہیں لایا، بھلا کوئی بچہ کپڑے ساتھ لاتا ہے؟...... بلکہ الف ننگا ہوتا ہے کوئی چیز بھی تو نہیں اس کے پاس، ماں کے پیٹ سے کچھ کما کے لایا ہے؟ مالک نے ماں کے پیٹ میں پانچ مہینے روح ڈالنے کے بعد رکھا، کل نو مہینے رکھا، نہ باپ کو کچھ پتہ، نہ ماں کو کچھ پتہ، نہ ان صاحبزادے صاحب کو کچھ پتہ، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے کرم فرمائی کی، جب پیدا ہو گیا، اب بولنا نہیں جانتا، ہلنا نہیں جانتا، ہل نہیں سکتا، اب اس کو صرف ایک رونے کا کام آتا ہے اور بس......

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچہ کو صرف ایک ہنر آتا ہے رونے کا اور کوئی ہنر نہیں آتا، بھوک لگے تو روئے گا، دھوپ لگے تو روئے گا، سردی لگے تو روئے گا، تکلیف ہو تو روئے گا، غرضیکہ بچہ کی تمام حاجتیں صرف ایک ذریعے سے پوری ہوتی ہیں اور وہ ہے ''رونا''، بچہ جب روتا ہے تو ماں سمجھ لیتی ہے کہ اس کو فلاں چیز کی ضرورت ہے۔

یہ دور بھی گزرا اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ رینگنے لگے اور کچھ عرصے کے بعد

...انے لگے، پھر مختلف مرحلے طے کرتے ہوئے ہمارا بچپن گزر گیا اور ہم نے جوانی کی دہلیز میں قدم رکھا۔

انسانی زندگی کا تیسرا دور:

جوانی کی منزل:

حدیث میں ہے:"الشباب شعبة من الجنون."یعنی جوانی جنون کی ایک شاخ ہے۔

جوانی آئی تو ہم نے سمجھا کہ نہ ماں باپ کو عقل ہے، نہ دوسرے لوگوں کو، دنیا بھر کی عقل صرف ہمارے پاس ہے، اور اتنی کہ اپنی اس عقل کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول کا بھی مقابلہ کرنے لگے، یہ دور بھی گزر گیا، جوانی پختہ ہوئی تو عقل بھی پختہ ہوئی۔

بڑھاپے کی منزل:

چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو قویٰ میں انحطاط شروع ہوگیا، اب چلتے چلتے بڑھاپے کی دہلیز میں پہنچے، اب رفتہ رفتہ یہ حال ہو رہا ہے کہ آنکھیں ہیں مگر دیکھنے کا کام نہیں کرتیں، کان ہیں لیکن سنائی نہیں دیتا، ٹانگیں ہیں مگر بوجھ نہیں اٹھاتیں، ہاتھ ہیں مگر کام نہیں کرتے، معدہ ہے لیکن ہضم نہیں کرتا، کبھی فلاں تکلیف ہے بڑے میاں کو اور کبھی فلاں!

بوڑھے کا قصہ:

جیسے ایک شخص حکیم صاحب کے پاس گیا، اس سے کہا کہ: مجھے فلاں تکلیف ہے، حکیم نے کہا بڑھاپا ہے، کہا کہ: کھانا بھی ٹھیک سے ہضم نہیں ہوتا، کہا: بڑھاپا ہے، مختلف قسم کے امراض اس نے ذکر کیے، حکیم صاحب ہر بات کے ذکر میں ایک ہی جواب دیتے کہ بڑھاپا ہے، بڑے میاں کو غصہ آیا اور بڑی موٹی سی گالی نکالی اور کہا کہ: تجھے ایک ہی بات آتی ہے؟ حکیم صاحب کہنے لگے: بڑے میاں! یہ بھی بڑھاپا ہے!!

ان دیکھی منزلیں:

بڑھاپا بہت بڑی نعمت ہے، بڑھاپے میں جوانی کی ساری لذتیں چھوٹ جاتی ہیں، لوگ اس سے پریشان ہوتے ہیں لیکن عارفین کہتے ہیں کہ بڑھاپا پریشانی کی چیز نہیں، بلکہ نعمتِ کبریٰ ہے۔

اول:......اس لئے کہ دنیا سے بے رغبتی اور اس کی لذتوں سے اعراض اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ ہم ایسے کہاں تھے کہ خود لذاتِ دنیا کو ترک کرتے؟ اللہ تعالیٰ نے احسانِ عظیم فرمایا کہ ہم سے آلاتِ لذت چھین کر ہمیں دنیا کی لذتوں سے بے رغبتی کا مزہ چکھا دیا۔ سبحان اللہ! کیا احسان ہے کہ ہم خود تارک الدنیا نہ بنے تو زبردستی ہم سے دنیا چھڑا دی، جس طرح ماں زبردستی اپنے بچے کا دودھ چھڑا دیتی ہے۔

دوم:......یہ کہ اب ہم موت کی دہلیز پر کھڑے ہیں، قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، مرتے ہی ہم سے دنیا کی ساری لذتیں ہی نہیں بلکہ خود دنیا ہی چھوٹ جائے گی۔ بڑھاپے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی اس کی مشق کرادیتے ہیں، جس طرح دلہن کو مایوں بٹھایا جاتا ہے۔

سوم:......یہ کہ آدمی بوڑھا ہوکر آخرت کی تیاری شروع کردیتا ہے، کیونکہ جانتا ہے کہ اب چل چلاؤ ہے، توبہ تلا کرتا ہے، گناہوں کی معافی مانگتا ہے، جو کوتاہیاں سرزد ہوچکی ہیں ان کی تلافی کرتا ہے، اور بڑھاپے کی بدولت ان چیزوں کی توفیق ہوجانا احسانِ عظیم ہے۔ اس لئے عارفین کہتے ہیں: "الشیب برید الموت." یعنی بڑھاپا موت کا قاصد ہے، اور جب قاصد بلاوا لے کر آجائے تو آدمی کو چاہئے کہ سب کچھ چھوڑ کر سفر کی تیاری کرے (اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے)۔

یہاں تک کے مراحل تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے، لیکن اس کے بعد کے جو مراحل ہیں وہ ابھی ہمارے سامنے نہیں، ان میں سب سے پہلے موت کا مرحلہ ہے، پھر قبر کا مرحلہ، پھر حشر کا مرحلہ ہے، پھر حساب و کتاب کا مرحلہ ہے، پھر پل صراط سے گزرنا ہے، اس کے بعد ہماری آخری منزل آنے والی ہے، جنت یا دوزخ!

پہلی منزل موت:

ہماری یہ کمزوری ہے کہ جس حالت میں ہم ہوتے ہیں، اس کے آگے کی ہمیں سوچ نہیں آتی۔ سب کو معلوم ہے کہ مرنا ہے، پہلے لوگ بھی مرے ہیں، ہم بھی مریں گے، متنبّی کے بقول دنیا کی ہر چیز میں اختلاف ہے، لیکن موت میں اختلاف نہیں۔ تمام مسلمان اور کافر اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی مرے گا، لیکن اس میں پھر اختلاف ہوا کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس میں پھر جھگڑا شروع کر دیا۔ تو ہماری سب سے بڑی جو بیماری ہے وہ یہ ہے کہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، زندگی کے جس مرحلے سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں ہم ایسے الجھ کر رہ گئے کہ اگلے مراحل ہماری نظر سے اوجھل ہو گئے۔

آنحضرتؐ کی جامع تعلیم:

اور یہ حق تعالیٰ شانہ کی عنایت ہے، اس کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات دے کر بھیجا، دنیا کی یا آخرت کی کوئی خیر ایسی نہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہ فرمایا ہو، اور دنیا کا اور آخرت کا کوئی شر ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ڈرایا ہو۔

ابوداؤد شریف میں حدیث ہے:

"اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ."

(ابوداؤد، ص:۳)

ترجمہ:...... "میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں، تم کو تعلیم دیتا ہوں۔"

یعنی جس طرح اولاد کے لئے باپ ہوتا ہے کہ اس کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، ایک ایک بات سکھاتا ہے، شفیق باپ بچوں کو ایک ایک بات بتاتا ہے، کھانا کھاتے ہوئے اگر بچہ نوالہ بڑا لیتا ہے تو باپ اس کو تنبیہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: اتنا لو کہ جس کو تم چبا سکو، اگر جلدی میں گرم لقمہ اٹھا کر ڈالتا ہے تو باپ اس کو ٹوکتا ہے، اٹھنے بیٹھنے کے بارے میں اس کو تعلیم دیتا ہے۔

والدین کی تعلیم وتربیت کا منشأ اولاد سے شفقت ومحبت ہے:

اور والدین کی تعلیم نہایت اخلاص پر مبنی ہوتی ہے، اس تعلیم میں ان کی اپنی کوئی غرض نہیں ہوتی، بلکہ اس کا منشأ اولاد کی محبت وشفقت ہے، ان کی جان کے رگ وریشے میں اولاد کی محبت سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے، اور یہی محبت تقاضا کرتی ہے کہ ان کو ہر آفت سے بچایا جائے اور ہر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے، لیکن والدین کی جتنی بھی سمجھ ہوتی ہے، جس قدر علم ہوتا ہے، جتنی عقل ہوتی ہے اس کے مطابق وہ اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔ پھر محبت کے درجات بھی مختلف ہیں، کسی کو اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے، کسی کو کم، کسی کو ان کے پیٹ کی فکر ہوتی ہے کہ یہ بڑے ہو کر کمانے کھانے کے قابل ہو جائیں اور کسی کو اولاد کے دین کی فکر ہوتی ہے، ان کے اخلاق کی فکر ہوتی ہے، ان کی انسانیت کی فکر ہوتی ہے۔

امت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے بہ منزلہ والد کے ہیں، تمام امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا اولاد ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے والد ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ اور امت کے ایک ایک فرد کے ساتھ ایسی محبت ہے کہ دنیا بھر کی تمام ماؤں کی ممتا جمع کرلی جائے اور تمام باپوں کی شفقت جمع کرلی جائے تو یہ سارا مجموعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وشفقت کا مقابلہ نہیں کرسکتا، ایسے شفیق، ایسے رؤف اور ایسے رحیم کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی ہوا اور نہ بعد میں کوئی ہوگا۔

بندوں پر اللہ تعالیٰ کی شفقت وعنایت:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے:

”اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَّرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.....

وَفِیْ رِوَایَۃٍ:.... فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ اَکْمَلَھَا بِھٰذِہِ الرَّحْمَۃِ۔" (مشکوٰۃ، ص:۲۰۷)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ہیں، ان میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نازل فرمایا، اور اس کو جنوں، انسانوں، جانوروں اور حشرات الارض کے درمیان تقسیم کردیا۔ اور اس رحمت کے سوویں حصہ کا اثر ہے کہ انسان بھی، جنات بھی اور جانور بھی آپس میں شفقت کرتے ہیں، ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور اسی حصۂ رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اور پھاڑ کھانے والے درندے بھی اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں، اور یہ اس رحمت کا اثر ہے۔ فرمایا: رحمت کا یہ سوواں حصہ بھی ختم نہیں ہوا، اللہ کی رحمت کیسے ختم ہوسکتی ہے؟ مخلوق پر اس کا عکس پڑ رہا ہے، سایہ پڑ رہا ہے، جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں شفقت کرتی ہے، ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سوویں حصے کو ان ننانوے حصوں کے ساتھ ملاکر اپنی کامل رحمت اپنے بندوں پر فرمائیں گے، اپنے خاص بندوں پر یعنی جنتی لوگوں پر۔

اس سے کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم و کریم ہیں؟ اور ان کی رحمت و شفقت کس قدر وسیع ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات میں سب سے زیادہ رؤف رحیم ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت و رحمت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اتنی زیادہ ہے، اتنی زیادہ ہے کہ یہ کہنا تو بے ادبی و کوتاہی ہوگی کہ ماں باپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ اور کسی ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ اتنی شفقت نہیں، ہاں! یہ کہنا کسی حد تک صحیح ہوگا کہ دنیا بھر کے ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ جو شفقت ہوسکتی ہے، اگر اس کا ایک مجموعہ تیار کرلیا جائے تو وہ مجموعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت کا پاسنگ بھی نہیں بنتا۔ رحمت کرنے والے تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہیں، رحمت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

سراپا رحمت بنا کر بھیج دیا، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہمیں عطا کردی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمۃ للعالمین'' کا خطاب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں، آسمان والوں کے لئے بھی رحمت ہیں، زمین والوں کے لئے بھی، دنیا والوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور آخرت والوں کے لئے بھی۔ کوئی انسان، کوئی جن اور اللہ تعالیٰ کی دوسری کوئی مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''رحمۃ للعالمینی'' سے باہر نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''رحمۃ للعالمین'' ہیں، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کرنے والے نہیں بلکہ سراپا رحمت ہیں، تو جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ''رحمۃ للعالمین'' بنایا ہو اس کی شفقت اپنے تعلق والوں کے ساتھ کیسی ہوگی؟ یا یوں کہو کہ اپنی اولاد کے ساتھ کیسی ہوگی؟ اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہو سلم کا معجزہ ہے کہ نبوت ملنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیئس سال کی مدت تک ہمارے درمیان تشریف فرما رہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے اور ہم سے پردہ فرمالیا، اس تیئس سال کے عرصے میں دین کی اور دنیا کی کوئی ایک بات بھی نہیں چھوڑی جس کی تعلیم نہ فرمادی ہو، دفتر کے دفتر لوگوں نے لکھ ڈالے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی شرح مکمل نہیں ہوسکی، ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک شعر یاد آ گیا:

بہت عنوان بدلے اور بہت خاکے بنا ڈالے
مرتب ہوسکا لیکن نہ دردِ دل کا افسانہ!

حضرات علمائے کرام نے احادیث شریفہ کی کتنی شروح لکھیں اور کتنے دفاتر لکھے؟ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ''رحمۃ للعالمینی'' کو تقسیم کیا جا رہا ہے؟ کتنی تفسیریں لکھیں؟ اور ایک ایک موضوع پر کتنی کتابیں لکھیں؟ اور آج تک بھی ''رحمۃ للعالمین'' صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامِ رحمت کو کس قدر مسلسل تقسیم کیا جا رہا ہے؟ لیکن یہ تقسیم ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔

نادیدہ مراحل کی تعلیم آنحضرتؐ نے فرمائی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے زندگی کے نقشے بھی کھولے، موت کے وقت کی حالت بھی بیان فرمائی، مرنے کے بعد دوزخ میں انسان پر جو کچھ گزرتی ہے اس کو بیان فرمایا، قبر کے عذاب کو اور ثواب کو بھی ذکر فرمایا، کن چیزوں سے آدمی کے لئے موت آسان ہوجاتی ہے؟ اور کون سی چیزیں ایسی ہیں جن سے جان کنی مشکل ہوجاتی ہے؟ اس کو بھی ذکر فرمایا۔

تو پہلا مرحلہ جو اس زندگی کے بعد آنے والا ہے وہ موت ہے۔

موت کا ذکر

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۵۴)

دُنیا کی ساری لذتیں اور ساری خوشیاں اس ناپائیدار زندگی تک محدود ہیں، جب رُوح و بدن کا رشتہ ٹوٹ جائے گا تو یہ عیش وعشرت اور مسرّت وشادمانی کے سارے اسباب دھرے رہ جائیں گے، انسان کی غفلت اور جھوٹی لذتوں پر قناعت کا سبب یہی ہے کہ موت کا بھیانک چہرہ اس کی نظر سے اوجھل ہے، اگر غفلت کا غبار چھٹ جائے، موت اور موت کے بعد کا منظر اس کے سامنے رہے تو اسے دُنیا کی کسی چیز سے دِل بستگی نہ رہے، مرتے ہی یہ ساری چیزیں اس سے چھن جائیں گی اور وہ بیک بینی ودوگوش خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا جائے گا۔ جس چہیتی بیوی کے لئے اپنے دِین کو بگاڑا تھا، جس پیاری اولاد کے لئے اپنی آخرت برباد کی تھی، جن عزیز واقارب کی خاطر اپنی عاقبت سے بے پروا تھا، ان میں سے کوئی بھی تو ساتھ نہیں دے گا، نہ کوٹھی بنگلہ اور مال ودولت ساتھ جائے گی، قبر کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں اس کو تنِ تنہا جانا ہوگا، چند دن بعد اس کا جسم، جس کے بنانے سنوارنے

پر گھٹنے لگا تا تھا، گل سڑ جائے گا اور کیڑوں کی خوراک بنے گا، یہ ہے موت کا ظاہری نقشہ۔

باقی رہیں اس کی رُوحانی سختیاں، جان کنی کا عذاب، فرشتوں کا سامنا، قبر کے عذاب کی کیفیت، اس کا اندازہ تو چشمِ تصوّر سے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ موت کو یاد رکھنا بہت ضروری بھی ہے اور بڑی عبادت بھی، یہ مرضِ غفلت کا تریاق بھی ہے اور دُنیوی پریشانیوں سے نجات کا علاج بھی، یہ آدمی کے لئے تازیانۂ عبرت بھی ہے اور کلیدِ سعادت بھی۔ اس شخص سے بڑا بدنصیب کون ہوگا جو اپنی موت کو بھول جائے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بصیرت عطا کریں۔

ترجمہ:... ”حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہی کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اِشتیاق رکھے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔“ (ترمذی، ج:۲،ص:۵۵)

اس حدیثِ پاک کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادی ہے، صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! موت کو تو ہم میں سے ہر شخص ناگوار سمجھتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ تو موت ہے، اور موت ہر شخص کو طبعاً ناگوار ہے، تو گویا بالواسطہ حق تعالیٰ سے ملاقات بھی ناگوار ہوئی۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عائشہ! یہ مطلب نہیں، بلکہ جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے حق تعالیٰ کی رضامندی اور کرامت کی بشارت دی جاتی ہے، تب اس کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں رہتی، اور وہ حق تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں۔ اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب و سزا کی خبر دی جاتی ہے، اس وقت موت اور موت کے بعد کی حالت سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی

چیز ناپسندیدہ اور مکروہ نہیں ہوتی، تب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند نہیں فرماتے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج:۲،ص:۹۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیثِ پاک میں جس اِشتیاق کا ذکر ہے وہ نزع کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت عالمِ غیب سے پردہ اُٹھا دیا جاتا ہے اور عالمِ آخرت کی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں، اس وقت مؤمن حق تعالیٰ کی رضا و رحمت اور آخرت کی نعمتوں کو دیکھ کر اس دُنیا کو چھوڑنے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا اِشتیاق غالب آجاتا ہے۔ اس کے برعکس کافر پر جب عالمِ غیب منکشف ہوجاتا ہے اور وہ آخرت کے عذاب و سزا کا بچشمِ خود مشاہدہ کرتا ہے تو اس دُنیا کو چھوڑنا اس کے لئے بے حد ناگوار ہوتا ہے اور وہ کسی طرح بھی بارگاہِ خداوندی میں پیشی کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

یہاں چند چیزوں کا تذکرہ ضروری ہے۔

ایک یہ کہ موت اگرچہ ہر شخص کے لئے طبعاً ناگوار ہے، مگر چونکہ محبوبِ حقیقی سے ملاقات کا وہی ایک ذریعہ ہے اس لئے مؤمن شرعاً وعقلاً موت کو بھی بالواسطہ محبوب رکھتا ہے، اسی بنا پر صوفیہ کا ارشاد ہے:

”موت ایک پُل ہے جس سے گزر کر آدمی اپنے محبوب
تک پہنچتا ہے۔“

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا کیا پیارا شعر ہے:

صد شکر کہ آپہنچا لبِ گور جنازہ
لو بحرِ محبت کا کنارہ نظر آیا

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ تلخ دوا مریض کو طبعاً ناگوار ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ جانتا ہے کہ دوا پینے سے شفا حاصل ہوگی، اس لئے وہ نہ صرف خوشی خوشی دوا پیتا ہے بلکہ اس کی قیمت بھی ادا کرتا ہے۔

دُوسری بات یہ کہ حدیثِ پاک میں موت کی تمنا سے ممانعت فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ، إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ." (صحیح بخاری، ج:۲،ص:۱۰۷۴)

ترجمہ:... "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے اور بدکار ہے تو ممکن ہے اسے توبہ اور معافی کی توفیق ہو جائے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے موت نہ مانگا کرو، اور اگر سوال کرنا ہی ہو تو یوں دُعا کیا کرو:

"اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ، وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ." (ترمذی، ج:۱،ص:۱۱۶)

ترجمہ:... "اے اللہ! مجھے زندہ رکھیے جب تک آپ کے علم میں میرے لئے زندگی بہتر ہو، اور مجھے وفات دیجئے جب آپ کے علم میں میرے لئے وفات بہتر ہو۔"

اس لئے مؤمن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ ہر دَم موت کے لئے تیار اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ملاقات کا مشتاق رہے، لیکن موت کی درخواست نہ کرے، بلکہ زندگی کی جو مہلت اسے میسر ہے اسے غنیمت سمجھے، اپنی نیکیوں میں اضافہ کرے، اور جو گناہ سرزد ہوگئے ان سے توبہ اِستغفار کرتا رہے، اور جو حقوق اس کے ذمے واجب الادا ہیں ان سے سبکدوش ہونے کی فکر کرے، اور جو حقوق اب تک ضائع کرچکا ہے ان کی تلافی کی کوشش کرے، تاکہ جب بھی بلاوا آئے تو جانے کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہو، حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ:

"وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاعْدُدْ نَفْسَكَ مِنَ الْأَمْوَاتِ فَكَأَنَّكَ قَدْ لَحِقْتَ بِهِمْ" (حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۲۲۲)

"اور جب تو صبح کرے تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر،

گویا کہ تو ان کے ساتھ جاملا ہے‘‘

یہ سوچو کہ آج میری موت کا دن ہے:

فرماتے ہیں کہ جب صبح کو اٹھو تو یہ سمجھو کہ آج میری موت کا وقت ہے، اور گویا کہ تم مُردوں میں جا کر شامل ہوگئے ہو، نفس کا علاج ہوجائے گا، ساری رذالتوں کا علاج ہوجائے گا، لیکن ہمارے دل میں یہ چیز نہیں بیٹھتی ہے۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ایک بزرگ نے کسی سے کہا تھا کہ تم سات دن میں مرجاؤ گے، وہ سات دن میں نہیں مرا تو کہنے لگا کہ تم نے مجھے تو سات دن کا کہا تھا، فرمانے لگے کہ ساتویں دن میں ہی مروگے، اس لئے کہ دن صرف سات ہی ہوتے ہیں۔

موت کے انتظار کا قصہ:

جس دن مولوی منیر احمد صاحب کے والد ماجد کا انتقال ہوا، بہاول نگر میں رات کو فرمارہے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میری موت دوشنبہ کو ہو، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کو ہوا تھا، تو جب سے مرغ کی اذان ہوئی اس وقت سے منتظر ہوگئے کہ ملک الموت آیا چاہتا ہے، کہنے لگے کہ: چارپائی میری قبلہ رخ کردو اور چشمہ لگایا اور بچوں سے کہا کہ کدھر سے آئے گا فرشتہ؟ اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ کدھر سے آئے گا؟ فرشتہ کو دیکھنے کے لئے چشمہ لگالیا۔ رات کے گیارہ بجے مجھ سے فرمارہے تھے کہ آپ جا کر سوجائیں، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوشنبہ کی موت نصیب فرمائے، اگر یہی دوشنبہ ہے تو وقت آگیا ہوگا، اور اگر نہیں تو دوشنبے (یعنی پیر کا دن) آتے ہی رہیں گے، صبح فجر کی اذان ہوگئی اسی انتظار میں ہم نے ساری رات گزار دی، مولانا منیر احمد صاحب نے خوش ہوکر کہا کہ ابا جی! وہ آپ کا دوشنبہ تو گیا، کیونکہ وہ خوش ہوگئے تھے کہ آج ابا جی نہیں مرتے کیونکہ رات گزر گئی، مگر وہ بڑی حسرت کے ساتھ فرمانے لگے کہ فکر نہ کرو، سورج غروب نہ ہونے دوں گا، دن کے گیارہ بجے انتقال ہوا، اور یہی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت تھا۔

تو میرے بھائی! ہم سب نے سات دنوں میں مرنا ہے، کیونکہ ہفتہ میں سات ہی دن ہوتے ہیں، آٹھواں دن نہیں ہوتا، صبح کرو تو ہمیشہ خیال کرو کہ شاید آج ہی کا دن میری موت کا دن ہے، نفس بے لگام نہ ہوگا۔

موت کا فرشتہ اب تمہارے پیچھے ہے:

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا کہ:

اے ابن آدم! بے شک موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ ہمیشہ تجھ کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جاتا رہا جب سے تو دنیا میں آیا ہے، اور بس یوں سمجھ لے کہ اب وہ دوسروں کو چھوڑ کر تیرے پاس آنے والا ہے، اور وہ تیرے ارادے سے چلا ہے، لہٰذا اپنے بچاؤ کا سامان کرلو، اس کی تیاری کرلو، غفلت نہ کرو، اس لئے کہ تجھ سے غفلت نہیں کی جارہی۔ ابن آدم! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اگر تو اپنی ذات سے غفلت کرے گا اور تیاری نہیں کرے گا تو دوسرا آدمی اس کے لئے تیاری نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات بہر حال ضروری ہے، سو اپنی ذات کے لئے حصہ لے اور اس کو دوسروں کے سپرد نہ کر۔'' (کنز العمال، ج:۱۵، حدیث:۴۲۷۹۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تم نے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے، موت کا فرشتہ تم پر بھی مقرر کیا گیا ہے، لیکن وہ تجھ کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جاتا رہا، لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ اب تمہارا نمبر آ گیا، اب دوسروں کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئے گا، مطلب یہ کہ فرشتے کا آنا کسی وقت بھی متوقع ہے، جو دوسروں کے پاس جا سکتا ہے، وہ تمہارے پاس بھی آ سکتا ہے، اور جب اس کا آنا حتمی اور لازمی ٹھہرا تو تمہیں اپنی تیاری کرنی چاہئے، اپنا بوریا بستر تیار رکھو کہ جب موت کا فرشتہ تمہارے پاس آئے تو چل

پڑو، اوراس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ایک حدیث شریف میں چند نصیحتیں فرمائی گئی ہیں، ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی ہے:

”اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ!“

(مشکوٰۃ،ص:۴۴۵)

ترجمہ:......”جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو یوں سمجھو کہ بس اب یہ تمہاری آخری نماز ہے (جتنی بنا سنوار کے پڑھ سکتے ہو پڑھ لو)۔“

آخرت کا زادِراہ تیار کرو:

اپنے لئے زادِراہ کی تیاری کرلو، اورآئندہ جو خطرات پیش آنے والے ہیں، ان خطرات سے بچنے کا سامان کرو۔بس دو ہی باتیں ہیں۔

گناہوں کا بوجھ!

ایک یہ کہ جو سامان لاد رہے ہو یہ دیکھ لو کہ اتنا اُٹھا کے چل بھی سکتے ہو کہ نہیں؟ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

”مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ.“ (مشکوٰۃ،ص:۲۵۴)

ترجمہ:......”جس شخص نے کسی کی ایک بالشت بھی زمین ہتھیالی، قیامت کے دن سات زمینوں سے نکال کر وہ ٹکڑا اس کے گلے میں طوق کے طور پر پہنایا جائے گا۔“

ہم تو دس کلو مٹی بھی نہیں اُٹھا سکتے، اتنا بڑا بوجھ کیسے اُٹھائیں گے؟ یہاں تو زمین کو بڑھانے کی لالچ میں کہ میرا پلاٹ تھوڑا سا بڑا بن جائے دوسرے کی زمین پر قبضہ کرلیا، میرے بھائی! دوسرے کی زمین پر قبضہ نہیں کیا بلکہ اپنا بوجھ بھاری کرلیا، تمہارے گلے میں زمین کا یہ ٹکڑا پہنایا جائے گا اور پھر کہا جائے گا: شاباش اُٹھاؤ! تو موت سے غفلت نہ کرو، وہ تو

آنی ہے، موت سے غفلت نہ کرو بلکہ اس کے لئے تیاری کرو۔

دوسرا یہ کہ اپنا بچاؤ کرلو، آگے جو مشکلات آنے والی ہیں ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے توشہ ساتھ لو۔

اپنی آخرت کی خود فکر کرو:

پھر ارشاد فرمایا کہ: اے ابن آدم! اگر تو اپنے نفس سے غافل رہا اور اس کی تیاری نہ کی تو پھر تیری جگہ کون تیاری کرے گا؟

ایک صاحب یہاں ہوں گے، وہ کل مجھ سے مسئلہ پوچھ رہے تھے کہ کچھ صاحبان ہیں، ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، کچھ نمازیں اور روزے اس کے ذمے ہیں، وہ ان کا فدیہ دینا چاہتے ہیں، کوئی چالیس سال کی نمازیں ان کے ذمہ تھیں، ان کا حساب لگایا تو کوئی دس لاکھ روپے بنے، ارے بھائی! تم نمازیں پڑھ نہیں سکتے یا اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی؟

کیا تیجے، دسویں، چالیسویں اور قرآن خوانی سے تیری مغفرت ہو جائے گی؟

کیا خیال ہے کہ بعد والے تیسرے دن یہ قل شریف کروا کر تمہاری بخشش کروالیں گے؟ تم نے قرآن مجید زندگی میں کبھی ختم نہیں کیا، اور نہ روزانہ تلاوت کی، لیکن موت کے دن یا تیسرے دن تمہارے لئے قرآن کریم ختم کرواکے تم سمجھتے ہو کہ تمہارا قرضہ ادا ہو جائے گا؟ بھلے آدمی! تم نے اپنے لئے کچھ نہیں کیا تو دوسرا تمہارے لئے کیا کرے گا؟ اگر تم اپنے لئے کچھ نہیں کرو گے تو دوسرا تمہارے لئے کچھ نہیں کرے گا، اور تمہیں نظر آتا ہے کہ یہ لوگ تیجہ، ساتواں، دسواں، چالیسواں کرتے ہیں، اس سے بخشش ہو جائے گی نہیں بھائی! یہ تو محض رسمیں ہیں۔

قرآن خوانی کا حال:

لوگ کہتے ہیں کہ جی قرآن خوانی کروانی ہے، قرآن خوانی کا معنی ہے قرآن پڑھنا، پڑھنا آتا بھی ہے کہ نہیں؟ پوچھ لو ان سے کہ تمہیں قرآن پڑھنا آتا بھی ہے؟ اپنے خیال اور اپنے انداز سے قرآن پڑھتے ہیں، لیکن کبھی قرآن پڑھا اور سیکھا بھی تو ہو تو پڑھنا

ئے، یہی وجہ ہے کہ قرآن خوانی والے ایک صفحے کو دو دو آدمی پڑھنے لگتے ہیں، ایک اِدھر سے ایک اُدھر سے، میرے بھائی! یہ تلاوت ہے یا تلاوت کا دھوکا؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ دھوکہ میں نہیں آتے اور اگر ہم تمہیں کہتے ہیں کہ بھائی! عقل کی بات کرو، سمجھ کی بات کرو، طریقے کی بات کرو، تو پھر کہتے ہو کہ ہمیں روکتے ہیں! ہم تم کو نہیں روکتے بھائی! تم کرو جو چاہو کرو، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارا طرزِ عمل غلط ہے، کبھی حافظوں کو بٹھا لیتے ہیں اور ان کو اُجرت دیتے ہیں، اُجرت لے کر قرآن مجید کا پڑھنا، اس کا تو ثواب ہی نہیں ملتا، دو چار دن یہ ہی باتیں کرتے ہیں، قل کر لئے، تیجہ، دسواں کر لیا، چالیسواں کر لیا، پھر سال بہ سال برسی پر یاد آ گئے، پھر بھی ایک آدھ تقریب کر لی، دوست احباب کو اکٹھا کر لیا اور کھانا کھلا دیا تو گویا مرنے والے کا سارا فرض ہم نے ادا کر لیا، جس شخص کی ساٹھ سال یا ستر سال کی عمر ہوئی ہے کیا اس کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا بس اتنا ہی فرض تھا؟ اور وہ ان رسموں سے ادا ہو گیا؟

آخرت کی تیاری کیا ہے؟

تو بھائی! اپنے لئے خود تیاری کرو، غفلت نہ کرو، آپ پوچھیں گے کہ تیاری کیا ہے؟ کیا تیاری کریں؟ بھائی! جن لوگوں کے حقوق و فرائض تمہارے ذمے ہیں ان کا جائزہ لو اگر ادا نہیں کئے تو ادا کرو، فرائض کو ضائع کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، اور آئندہ کے لئے ان فرائض کو ضائع نہ کرنے کا عہد کرو، اگر نمازیں نہیں پڑھی تھیں تو نمازوں کی قضا کرو، روزے نہیں رکھے تو روزے رکھو، پچھلے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو حساب کر کے اس کی زکوٰۃ دو، حج نہیں کیا تو حج کرو، کسی سے رشوت لی ہے، کسی کی کوئی چیز غصب کی ہے، کسی کے بیت المالی حقوق غصب کئے ہیں اس سے معاف کرواؤ یا اس کو ادا کرو۔

آخرت کا مفلس:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ! فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ

يَـأْتِـيْ يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ بِـصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ، قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَـذَفَ هٰـذَا وَاَكَـلَ مَـالَ هٰـذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَـاتُـهٗ قَبْلَ اَنْ يُّـقْـضٰـى مَـا عَـلَيْـهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ!" (مشکوٰۃ،ص:۴۳۵)

ترجمہ:...... "جانتے ہو مفلس کون ہے؟ عرض کیا گیا: ہم تو مفلس اس کو کہتے ہیں جس کے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہوتا! فرمایا: نہیں! میری امت کا مفلس آدمی وہ ہے جو نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اور بہت ساری نیکیاں لے کر آئے، لیکن کسی کا مال کھایا تھا، کسی کی بے آبروئی کی تھی، کسی کو گالی دی تھی، اس کا ناحق مال کھایا تھا، اس کا ناحق خون بہایا تھا، اور اس کو مارا تھا، وغیرہ، پس اس کی نیکیوں سے ان اربابِ حقوق کے حقوق ادا کئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ نمازیں وہ لے جائے، روزے یہ لے جائے، زکوٰۃ یہ لے جائے، غرضیکہ ساری اس کی نیکیاں اہلِ حقوق لے جائیں گے اور یہ خالی کا خالی کھڑا رہ جائے، پھر اس کے حقوق اگر نیکیوں سے پورے ہوگئے تو ٹھیک! ورنہ پھر اہلِ حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، اور اس کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (یہ ہے میری امت کا مفلس!)۔"

ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان سے غفلت، بندوں کے جو حقوق ہمارے ذمہ ہیں ان سے غفلت، غرض غفلت ہی غفلت ہے اور اس کی فکر ہی نہیں، اور آگے کیا کیا منزلیں پیش آنے والی ہیں؟ ہمیں تو مرنے سے پہلے پہلے کی زندگی کی فکر کھائے جاتی ہے اور ستائے جاتی ہے کہ مہنگائی بہت ہوگئی ہے، بچے کیا کھائیں گے؟ کیا کریں گے؟ کیا نہیں کریں گے؟ زندگی کیسے گزاریں گے؟ ارے بھائی! یہ تو گزر جائے گی، جیسے کیسے گزر ہی جائے گی، اچھی گزر جائے، تنگی سے گزر جائے، گزر ہی جائے گی، لیکن مرنے

کے بعد جو زندگی شروع ہونے والی ہے اس کے لئے کیا ہوگا؟ ہمیں اس کی بھی فکر کرنی چاہئے!!

مؤمن اپنے اور دوسروں کے لئے بھی آخرت کا سامان کرے:

فرماتے ہیں: ابن آدم! اپنے لئے تیاری کر، غفلت نہ کر، اگر تو اپنی ذات کے لئے تیاری نہیں کرے گا تو دوسرے آدمی تیرے لئے سامان نہیں کریں گے۔

اور میں تو کہتا ہوں کہ مؤمن آدمی کو دوسروں کے لئے بھی سامان کرنا ہوگا، دعا، استغفار، ایصالِ ثواب کرنا ہوگا۔

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی قدس سرہٗ کے صاحبزادے جناب حسن عباس صاحب فرماتے ہیں کہ: والد صاحب فرماتے ہیں کہ: اولاد کے ذمہ حق ہے کہ وہ آٹھویں دن اپنے ماں باپ کی قبر پر جائے، والدین کی قبر کی زیارت کرے، ان کے لئے کچھ ایصالِ ثواب کرے، کچھ پڑھ کر بخشے، تمام اہلِ ایمان کے لئے بخشش کی دعا کرے اور جتنے مسلمان مرد اور عورتیں زندہ ہیں ان کے ایمان کی سلامتی کے لئے دعا کرے کہ یا اللہ! ایمان سلامت رکھ، خاتمہ بالخیر فرما۔

ہم لوگ تو اپنی تیاری سے غافل ہیں، دوسروں کے لئے کیا تیاری کریں گے؟

دوسروں کے لئے تیاری بھی دراصل اپنے لئے ہے:

اور یہ جو میں دوسروں کے لئے تیاری کہہ رہا ہوں حقیقت میں وہ بھی اپنے لئے ہے، اس لئے کہ جب تم دوسروں کے لئے مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے عطا فرمائیں گے، تم دوسروں کے لئے خیر مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے خیر عطا فرمائیں گے، دوسروں کے لئے بھلائی مانگو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ پہلے بھلائی عطا فرمائیں گے، اس لئے کہ مسئلہ ہے کہ اگر سب مغفرت کرنی ہو، بخشش کی دعا کرنی ہو تو یوں کہا جائے: ”یا اللہ! میری بخشش فرما اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کی بخشش فرما۔“ اس مختصر سے فقرے میں گویا تمام اہل ایمان کے لئے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے، جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک جائیں گے، سب کے سب کے لئے دعا ہو گئی، ”یا اللہ!

میری بھی بخشش فرما اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کی بھی بخشش فرما۔'' غرضیکہ حقوق و فرائض کو ادا کرو اور محرمات سے اور مکروہات سے بچو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ساتھ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے رہو، اپنے لئے بھی اور اپنے والدین کے لئے بھی اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی، مرد ہوں یا عورتیں سب کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہو۔

کافر و مسلمان کی اللہ سے ملاقات کا حال:

فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ سے ملاقات تو لازم ہے!

مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے، کوئی روشن چہرہ لے کر جائے اور کوئی -نعوذ باللہ- منہ کالا کر کے جائے، اللہ تعالیٰ کی پناہ! بہرحال جانا ہے اور بارگاہِ خداوندی میں حاضری لازم ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

''وَلٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَ جَاءَهُ الْبَشِيْرُ مِنَ اللهِ بِمَا هُوَ صَائِرٌ اِلَيْهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ لَقِيَ اللهَ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ فَاَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ، وَاِنَّ الْفَاجِرَ اِذَا حَضَرَ جَاءَهُ مَا هُوَ صَائِرٌ اِلَيْهِ مِنَ الشَّرِّ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ.''

(کنز العمال، ج:۱۵، حدیث:۴۲۱۹۸)

ترجمہ:...... ''لیکن جب مؤمن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک خوشخبری سنانے والا فرشتہ حاضر ہوتا ہے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اعزاز و اکرام ہونے والا ہے اس سے اس کو آگاہ کرتا ہے، تو اس کے نزدیک اللہ سے ملاقات سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، پس وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ رہا فاسق و فاجر! جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اس

کے پاس بھی ایک فرشتہ آتا ہے جو اُسے وہ سب کچھ بتلاتا ہے جو اس کے ساتھ برا سلوک ہونے والا ہے، تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔''

یعنی نیک آدمی کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ایسے ہوتی ہے جیسے کہ کوئی آدمی اپنے وطن سے دور تھا، بچھڑا ہوا تھا، موت کے بعد، ایک عرصے کے بعد اپنے گھر میں آیا، جس طرح اس کو اپنے گھر والوں اور اہل وعیال سے مل کر خوشی ہوتی ہے، اسی طرح اس کو اللہ تعالیٰ سے مل کر خوشی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس سے مل کر بھی اتنی ہی خوشی ہوتی ہے۔ اور بدکار اور برے آدمی کی حاضری کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بھگوڑا غلام تھا، بھاگ گیا تھا، آقا نے آدمی دوڑائے اور کافی مدت تک وہ پریشان کرتا رہا، لیکن آخرکار وہ پکڑا گیا اور اسے پکڑ کر آقا کی خدمت میں لایا گیا، تو جس طرح اس کو اپنے آقا کے سامنے سزا کے خوف سے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے اور وہ اس کو مکروہ سمجھتا ہے، فاجر بھی ایسے ہی ملاقاتِ الٰہی سے گھبراتا ہے، تب اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ اب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری حاضری کیسے ہونے والی ہے؟ اس کا جائزہ لیتے رہو۔

فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ سے ملاقات تو ضروری ہے، لہٰذا تم اپنی ذات کے لئے توشہ تو تیار کرلو، اور اس توشہ کی تیاری کو دوسروں کے سپرد نہ کرو، اس لئے کہ تم اپنا توشہ خود ہی باندھو گے، تمہارا توشہ دوسرے نہیں باندھیں گے۔

نزع کا مرحلہ:

تو میں عرض کرر ہا تھا کہ موت کے وقت کون کون سی سختیاں آتی ہیں؟ اور کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جو آدمی کے نزع کو آسان کردیتی ہیں؟ سب آنحضرتؐ نے بیان فرمادی ہیں۔

ماں کی بے ادبی کرنے والے نوجوان کا واقعہ:

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی گئی کہ ایک نوجوان تین دن سے نزع کی حالت میں ہے، اس کی جان نہیں نکل رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں تشریف لے گئے۔ یہ نوجوان تکلیف میں تھا، اس کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اس کے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کیا گیا کہ: اس کی ماں زندہ ہے! فرمایا کہ: اس کو بلاؤ! اس کی والدہ آئی تو اس سے فرمایا: بڑی بی! اس لڑکے نے تمہاری کوئی گستاخی تو نہیں کی؟ کوئی بے ادبی تو نہیں کی؟ کہا: نہیں! یہ بڑا فرماں بردار تھا، البتہ ایک دفعہ اس نے میرے تھپڑ مارا تھا۔ بہت سے بدبخت موذی ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کو مارتے ہیں، ان کو گالی دیتے ہیں، میں تو ان کو موذی کہوں گا، موذی نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بڑی بی! تم اپنے بیٹے کو اللہ کی رضا کے لئے معاف کردو! کہنے لگی: میں تو معاف نہیں کروں گی! کیونکہ مجھے اس سے بہت صدمہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی شخص اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھائے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: لکڑیاں جمع کرو! وہ مائی کہتی ہے کہ: لکڑیوں کا کیا کریں گے؟ فرمایا: تیرے بیٹے کو جلائیں گے! کہنے لگی: ہائے! میرے بیٹے کو جلائیں گے؟ فرمایا: اگر تم اس کو معاف نہیں کروگی تو اللہ تعالیٰ اس کو جلائیں گے، اور ہمارا جلانا آسان ہے اور اللہ تعالیٰ کا جلانا سخت ہے۔ وہ اماں پھر کہنے لگی کہ: میں اس کو دل سے معاف کرتی ہوں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ: پڑھ کلمہ! اس نے کلمہ پڑھا اور روح پرواز کرگئی۔

مومن کی روح آسانی سے نکل جاتی ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: نیک آدمی کی روح ایسے نکل جاتی ہے جیسے مشکیزہ سے قطرہ گرتا ہے، اور فرمایا کہ برے آدمی کی روح اس طرح نکلتی ہے جیسے دھنی ہوئی روئی ہو اور کانٹے دار چھڑی گیلی کرکے اس کے اوپر ماری جائے اور پھر لپیٹ کرکے اس کو کھینچا جائے، اب وہ چھڑی تو اس روئی سے جدا نہیں ہوسکتی، یہی حال برے آدمی کے نزع کا ہے کہ اس کے رگ و ریشے میں روح سرایت کرجاتی ہے، ایک ایک رونگٹے میں چھپنے کی کوشش کرتی ہے، اس کو کھینچتے ہیں تو ایک ایک رونگٹے کو تکلیف ہوتی ہے۔

یا اللہ! ہمارے لئے نزع کو آسان فرمادے:

بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ اس وقت کو آسان فرمادیتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی اس وقت کو آسان فرمائے، ایمان پر خاتمہ فرمائے اور نزع کو آسان فرمائے، آمین!) اور بہت سے بندے ایسے ہیں کہ نزع کے وقت ان کی ساری عمر کی لذت ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھیں۔

موت کی سختی کو یاد رکھو:

یہ موت کا پیالہ اتنا کڑوا ہے کہ اس کی تلخی بعض لوگوں کو حشر تک باقی رہے گی، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے، ہم زندگی گزارتے ہوئے اس طرح غافل ہو جاتے ہیں کہ کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اس کا اثر ہماری موت پر تو نہیں واقع ہوگا؟ دنیا میں دوستی کرتے ہوئے، دنیا میں معاملات کرتے ہوئے، دنیا میں نقل وحرکت کرتے ہوئے، چھپ کر یا اعلانیہ گناہ کرتے ہوئے، ہم اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ اس کا انجام موت کے وقت کیا ہوگا؟ مرنے والے کو لوگ کلمہ کی تلقین کر رہے ہیں، یعنی ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ اس کو کلمہ کی تلقین کرتے ہیں، لیکن کسی کو پتا نہیں کہ وہ کہاں پھنسا ہوا ہوتا ہے؟

شیخ عطارؒ کا واقعہ:

شیخ عطارؒ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ عطارؒ عشق کے سات شہروں میں پھر چکے ہیں اور ہم ابھی تک ایک کوچے میں گھوم رہے ہیں۔ ''عطار'' کہتے ہیں دوائی بیچنے والے اور پنسار کو، شیخ عطارؒ بھی دوا فروش اور پنساری تھے۔ ایک مرتبہ ایک ملنگ قسم کا شخص ان کی دکان پر آیا، کندھے کے اوپر گودڑی رکھی ہوئی تھی، کبھی ادھر دیکھتا اور کبھی ادھر دیکھتا ہے، شیخ عطارؒ اس سے فرماتے ہیں کہ: میاں! کیا دیکھتا ہے؟ کہنے لگا کہ: میں یہ دیکھتا ہوں کہ جو روح اتنی شیشیوں میں پھنسی ہوئی ہے، یہ کیسے نکلے گی؟ شیخ اس وقت دنیا دار آدمی تھے، اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے ان صاحب کو بھیجا تھا، بھنّا کر کہنے لگے: جیسے تیری نکل جائے گی، ویسے ہماری نکل جائے گی! اس نے کندھے پر رکھی ہوئی گودڑی

بچھائی، لیٹ گیا اور کہا کہ: ہماری تو یوں نکل جائے گی! ایک لمحہ میں رخصت ہو گیا، شیخ پر اس واقعہ کا ایسا اثر ہوا کہ دکان لٹا دی اور اللہ تعالیٰ کے راستہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے مراتب عطا فرمائے۔

بہر حال انسان پر موت کے مرحلہ کے بعد قبر کا مرحلہ آتا ہے اور عقلمند ہے وہ شخص جو اگلے مراحل کی تیاری کر کے جائے۔

سب سے بڑی دانائی!

"حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا غنیمت کی چیز ہے، اور سب سے ہوشیار اور دانا آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے، اور قبر کے اندھیرے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نور میں سے کچھ نور حاصل کر لے، بندے کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اندھا اُٹھائے حالانکہ وہ دیکھنے والا تھا، حکیم اور دانا آدمی کے لئے چند مختصر کلمات کافی ہیں، اور بہرہ تو یوں لگتا ہے کہ وہ سنتا نہیں ہے، خوب جان لو! کہ جس شخص کے ساتھ اللہ ہو، وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے مقابلے میں ہو وہ پھر اس کے بعد کس سے امید رکھے گا؟" (کنز العمال، ج:۱۶، حدیث ۴۴۲۵۱)

دوسری روایت میں فرمایا کہ: لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! تقویٰ اختیار کرو! اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا غنیمت ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

سب سے اونچی حکمت اور حکمت کا صلہ، حکمت کی چوٹی اللہ سے ڈرنا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس میں حکمت نہیں ہے، اور یہی بنیاد ہے تمام نیک اعمال کی اور تمام

برے اعمال سے بچنے کی۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ یہ غنیمت ہے اور سب سے بڑا دانا اور عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو حکمِ الٰہی کے تابع کردے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاری کرے اور قبر کے اندھیرے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نور میں سے کچھ نور لے کر جائے۔''

قبر میں نور کیونکر پیدا ہوگا؟

اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، مستقل رسالے لکھے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ہیں جو قبر میں نور پیدا کرتی ہیں؟ قبر میں روشنی کا سبب ہیں، اور کون کون سی چیزیں ہیں جو قبر میں تاریکی کا سبب ہیں، پھر کون کون سی چیزیں ہیں جو عذابِ قبر کی موجب ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان سے پناہ میں رکھے، اور کون کون سی چیزیں ہیں جو عذابِ قبر سے بچانے والی ہیں؟

عذابِ قبر کا خوف:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ:

''کَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ بَکٰی حَتّٰی یَبُلَّ لِحْیَتَهٗ، فَقِیْلَ لَهٗ: تَذْکُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْکِیْ وَتَبْکِیْ مِنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَةِ، فَاِنْ نَّجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَیْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ یُنْجَ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ!'' (مشکوٰۃ ص:۲۶)

ترجمہ:...... ''(حضرت عثمانؓ) کبھی کبھی قبرستان جاتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک تر ہوجاتی، عرض کیا گیا کہ: حضرت! آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو شخص

یہاں نجات پا گیا وہ انشاء اللہ آگے بھی نجات پا جائے گا جو یہیں پھنس گیا اس سے آگے کی کیا توقع ہے، اس کے بارے میں کیا توقع ہے؟''

یہ تو پہلی منزل ہے، قبر سے لے کر جنت تک برزخ کا فاصلہ، قیامت سے پہلے پہلے کا فاصلہ اور پھر قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کا فاصلہ اور خدا جانے اس میں کتنی منزلیں آنے والی ہیں، کیا کیا حالات پیش آنے والے ہیں، جو غریب پہلے مرحلے میں پکڑا گیا وہ آگے کیا کرے گا؟ حق تعالیٰ شانہ ہماری حفاظت فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی قبروں کو منور فرمائے، قبر کے عذاب سے اور جو چیزیں عذابِ قبر کو ثابت کرنے والی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے، تقریباً پندرہ کے قریب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ حدیث مروی ہے، میں نے ایک مضمون میں تمام صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کو جمع کیا تھا۔

عذابِ قبر کے اسباب:

عذابِ قبر سے متعلق ایک دوسری حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:

''مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَبْرَیْنِ فَقَالَ: اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ! وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ. ثُمَّ قَالَ: بَلٰی اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ یَسْعٰی بِالنَّمِیْمَةِ وَاَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ.'' (بخاری، ج:۱،ص:۱۸۴)

ترجمہ:...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے فرمایا: یہ دو قبریں ہیں، ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، کسی بڑی بات پر ان کو عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا تھا (آپ کی بات میرے پاس آکر لگائی اور میری بات آپ کے پاس جا کر لگائی، یہ بیماری عام ہوگئی ہے، جیسے طاعون کی شکل اختیار کرگئی ہے، یہ وبائی شکل چغل خوری کرنا اور غیبت کرنا یہ چیز موجب عذابِ قبر ہے)۔ یہ دوسرا آدمی پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔''

یہ جتنے پینٹ پہننے والے ہیں سب ایسے ہی ہیں، ان کو نہ استنجے کی ضرورت پیش آتی ہے، نہ ڈھیلے کی، کھڑے ہوکر پیشاب کر لیتے ہیں، اور پھر یوں ہی فوراً بند کر لیتے ہیں۔

تو جن دو آدمیوں پر عذاب ہو رہا تھا ان میں ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا، پیشاب آدمی کا ہو یا جانوروں کا، اس سے احتیاط لازمی ہے۔ اور دوسرا لگائی بجھائی کرتا تھا، یعنی اِدھر کی اُدھر، اور اُدھر کی اِدھر پہنچا کر چغل خوری کرتا تھا، یہ بہت بڑا جرم ہے اس سے احتیاط کرو کہ یہ عذابِ قبر کا موجب ہے۔

تو خیر عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بہت ساری چیزیں قبر کی ظلمت کا سبب ہیں، قبر کے اندر اندھیرے کا سبب ہیں، اور بہت ساری چیزیں قبر کی روشنی اور نور کا سبب ہیں، اسی کو فرمایا: قبر کی روشنی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نور میں سے کوئی نور لے کر جاؤ۔ بہت ساری چیزیں عذابِ قبر کی موجب ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے بچائے اور بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو قبر کے عذاب سے بچانے والی ہیں، ان کا اہتمام کیا جائے۔

قبر جنت کا باغیچہ یا جہنم کا گڑھا ہے:

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' نعوذ باللہ! ثم نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ ہماری قبروں کو ''رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ'' بنائے یعنی جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے، دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا نہ بنائے۔

عذابِ قبر کا سوال حماقت ہے:

آج کل بیوقوف لوگ یہ پوچھتے پھرتے ہیں کہ قبر میں عذاب ہوتا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بندو! تم کس چکر میں پڑ گئے ہو؟ شیطان نے تم کو کس چکر میں ڈال دیا ہے؟ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتبار نہیں رہا؟

شکر کرو کہ عذابِ قبر سنائی نہیں دیتا:

کہتے ہیں کہ ہمیں سنائی کیوں نہیں دیتا؟ یہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کا طفیل ہے کہ عذابِ قبر سنائی نہیں دیتا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سے بن نہ پڑتی تمہاری زندگی اجیرن ہوجاتی، اگر تم قبر کا عذاب سن لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ مبارک یہ ہیں:

"فَلَوْ لَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ!" (مشکوٰۃ ص:۲۵)

ترجمہ:...... "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو قبر میں دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں سنادے جو میں سنتا ہوں!"

قبر کا عذاب جو قبرستان میں ہو رہا ہے، اگر تمہیں سنائی دیتا تو تمہیں قبرستان میں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوتی، یہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا۔ اس پر شکر کرنے کی بجائے اُلٹا کہتے ہیں کہ: ہمیں کیوں نہیں سنائی دیا؟ شیشے کے مکان میں آدمی بند ہو تو آواز آگے نہیں جاتی، وہ ادھر سے سن رہا ہے، دیکھ رہا ہے، مگر آواز نہیں پہنچا سکتا، تمہارا یہ شیشہ آواز کو روک دیتا ہے، تو اگر اللہ تعالیٰ نے برزخ کا پردہ ڈال دیا ہے اور وہ روک رہا ہے تو تمہیں کیوں تعجب ہو رہا ہے؟ تم کیوں اصرار کر رہے ہو کہ ہمیں دیکھنا چاہئے اور ہمیں سننا چاہئے تو ہم مانیں! ذرا ٹھہر جاؤ! تھوڑا وقت ہے، تم پر بھی یہ مرحلہ آئے گا، پھر اچھی طرح تجربہ کرلینا، اگر یہاں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے نہیں مانتے تو تجربہ ہوجائے گا، فکر نہ کرو، اس میں جلدی کی کیا بات ہے؟ بلکہ فکر اس کی تیاری کی کرو، وہاں صرف نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔

قبر میں صرف نیک اعمال ہی کام آئیں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا:''
جانتے ہو تمہاری مثال اور تمہارے اہل و مال اور عمل کی مثال کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں! فرمایا: تم میں سے ایک کی مثال اور اس کے مال اور آل و اولاد اور عمل کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی کے تین بھائی تھے، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے ایک بھائی کو بلایا اور کہا کہ: مجھ پر جو حالت طاری ہے، وہ تم دیکھ رہے ہو، بتاؤ! تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ: میں یہ کر سکتا ہوں کہ تیری تیمارداری کروں اور تیری جو حالت ہے اس پر دن رات کھڑا رہوں، جب تو مر جائے تو تجھے غسل دوں، کفن پہناؤں اور اٹھانے والوں کے ساتھ تجھے اٹھاؤں، کبھی اٹھاؤں اور کبھی کندھا ہٹا دوں، اور جب میں تجھے دفن کر کے واپس آجاؤں تو لوگوں کے سامنے تیری تعریف کروں، جو بھی مجھ سے تیرے بارے میں پوچھے (یہ بھائی اس کے گھر کے لوگ یعنی بیوی اور بچے ہیں)۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے سوال کیا کہ:) تم اس بھائی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں سنتے کوئی ایسی چیز جس میں کوئی منفعت ہو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر وہ اپنے دوسرے بھائی کے بارے میں کہتا ہے کہ: مجھ پر جو حالت آئی ہے، تم دیکھ ہی رہے ہو، بتاؤ! تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ: تمہارے لئے میرے پاس کوئی کام کی چیز نہیں، مگر جب تک تم زندوں میں شمار ہوتے ہو، جب تم مر جاؤ گے تو تمہارا راستہ دوسرا ہوگا، میرا راستہ دوسرا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) یہ اس کا دوسرا بھائی ہے، جس کو مال کہتے ہیں، بتاؤ! تم اس کو کیسا دیکھتے

ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کچھ کام کا نہیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ تیسرے بھائی سے کہتا ہے کہ مجھ پر جو حادثہ نازل ہوا ہے، اور میرے اہل خانہ نے اور میرے مال نے جو جواب دیا ہے، وہ تم نے سن لیا ہے، تم بتاؤ کہ تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ: میں تیرا رفیق رہوں گا تیری لحد میں، تیرا مونس اور تیرا غمخوار رہوں گا تیری وحشت میں، اور میں بیٹھ جاؤں گا وزن کے دن تیرے ترازو میں (اور تیرے ترازو کو بھاری کردوں گا)۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) یہ اس کا وہ بھائی ہے جس کو عمل کہتے ہیں، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! بہت ہی اچھا بھائی ہے اور بہت ہی اچھا رفیق ہے! فرمایا کہ: پھر معاملہ یوں ہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت عبداللہ بن کرز رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے، کہنے لگے: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس پر کچھ اشعار بنا کر پیش کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور! وہ چلے گئے، ایک رات رہے، دوبارہ واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے، لوگ بھی جمع ہوگئے، انہوں نے یہ نظم پڑھی کہ:

بے شک میں اور میرے اہل خانہ اور وہ عمل جو میں نے آگے بھیجا اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص اپنے رفقا کو بلائے پھر وہ کہے اپنے تین بھائیوں سے کہ آج جو حال مجھ پر پیش آیا ہے، اس میں میری مدد کرو! طویل جدائی ہے اور آئندہ کا کچھ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ اب جو حوادث میرے سامنے پیش آنے والے ہیں، بتاؤ! کہ تمہارے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا

کہ: میں تیرا رفیق ہوں، تیری اطاعت کروں گا، اور تو جو بھی کہے تیرا کہنا مانوں گا، لیکن موت آنے سے پہلے پہلے، جب جدائی واقع ہو جائے تو ہمارے درمیان جو دوستی ہے وہ ختم، جو کچھ لینا چاہتا ہے مجھ سے اس وقت لے سکتا ہے، کیونکہ تیرا جب انتقال ہو جائے گا تو مجھے کسی دوسرے راستے میں لے جائیں گے، اگر تو مجھے باقی رکھنا چاہتا ہے تو باقی نہ رکھ، بلکہ مجھے خرچ کر دے، اور جلدی کر، موت کے آنے سے پہلے پہلے مجھے خرچ کر دے۔ ایک نے کہا کہ: میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، اور لوگوں کے درمیان جب مقابلہ ہوتا ہے میں تمہیں ترجیح دیتا ہوں، میری خدمت یہ ہے کہ میں تیرے لئے دن رات خیر خواہی اور محنت کروں گا، جو بیماری اور پریشانی ہو، لیکن جب تو مر جائے گا تو تیرے اوپر روؤں گا اور بین کروں گا، کوئی تیرا نام لے گا تو اس کے سامنے تیری تعریف کروں گا، جو تجھے رخصت کرنے جائیں گے میں ان کے ساتھ جاؤں گا، اور کندھا دینے والوں میں کندھا دینے کی مدد کروں گا، اور میری یہ خدمت قبر تک رہے گی جس میں تو داخل کیا جائے گا، جب تو اپنی قبر میں چلا جائے گا تو میں واپس آ جاؤں گا، کیونکہ میرے اور بہت سارے مشاغل ہیں، اور میں تجھے ایسا چھوڑ کر آ جاؤں گا کہ گویا میرے درمیان اور تیرے درمیان دوستی نہیں تھی اور نہ کوئی حسنِ معاملہ تھا، بس! یہ آدمی کے گھر کے لوگ ہیں، بیوی بچے اور یہ ان کی خدمت ہے، اور یہ چیز اگرچہ وہ کتنے ہی حریص ہوں لیکن مفید نہیں ہے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ: میں تیرا ایسا بھائی ہوں کہ مجھ جیسا بھائی مصائب کے نازل ہونے کے وقت نہیں دیکھا ہوگا، تو قبر میں جائے گا تو تو وہاں مجھے بیٹھا ہوا پائے گا، تجھ سے منکر نکیر جھگڑا کریں گے تو میں جواب دوں گا، اور وزن کے دن

میں اس پلڑے میں بیٹھ جاؤں گا جس میں تو ہوگا، اور اس پلڑے کو بوجھل کرنے کی کوشش کروں گا، سوتو مجھے بھول نہیں اور میرے مرتبے کو پہچان لے، اس لئے کہ میں تجھ پر شفیق ہوں، تیرا خیر خواہ ہوں، کسی وقت تیری مدد چھوڑنے والا نہیں ہوں، بس یہ بھائی ہر وہ نیک عمل ہے جو تونے آگے بھیجا تو اس کو پائے گا، اگر تونے نیکی کی، ملاقات کے دن کے لئے۔

یہ ارشاد سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور مسلمان بھی روئے۔ حضرت عبداللہ بن کرز رضی اللہ عنہ جب بھی مسلمانوں کے کسی مجمع کے پاس سے گزرتے تھے، وہ حضرات ان کو بلواتے اور ان سے یہ اشعار پڑھواتے، جب یہ شعر پڑھتے تو سب کے سب رو پڑتے۔" (کنز العمال، ج:۱۵، حدیث:۴۲۹۸۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہیں مختصر اور کہیں لمبی، بہت ساری کتابوں میں موجود ہے، اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے مال اور اس کے اہل وعیال اور اس کے اعمالِ صالحہ کی مثال بیان فرمائی ہے۔

بے وفا دوست:

اس مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سمجھائی ہے کہ سب سے زیادہ بے وفا دوست مال ہے کہ تمہاری زندگی میں تو تمہارے کام کا ہے، لیکن جب روح تن سے الگ ہوجائے تو دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے، تمہارے پاس رہتا ہی نہیں۔

ابن آدم کا مال؟

ایک حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

"یَقُوْلُ الْعَبْدُ: مَالِیْ! مَالِیْ! وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلَاثٌ: مَا اَكَلَ فَاَفْنٰی، اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی، اَوْ اَعْطٰی فَاَقْنٰی

وَمَا سِوٰی ذَالِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَتَارِکُہٗ لِلنَّاسِ!“

(مشکوٰۃ، ص: ۴۴۰)

ترجمہ:...... ”آدم کا بیٹا کہتا ہے کہ: میرا مال! میرا مال! آدم کے بچے! تیرے مال میں سے صرف تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھالیا اور کھا کر ختم کردیا، یا تو نے پہن لیا اور پہن کر بوسیدہ کردیا، یا تو نے آگے بھیج کر اپنے لئے جمع کرلیا، اور ان تینوں چیزوں کے علاوہ باقی جتنا تیرا مال ہے تو اس کو دوسروں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا، وہ تیرا نہیں!“

اہل وعیال قبر میں کام نہ دیں گے:

اور اہل وعیال کے بارے میں یوں فرمایا کہ: قبر کے کنارے تک ساتھ دیتے ہیں۔

آدمی مرنے والا ہو، موت وحیات کی کشمکش میں ہو تو یہ اپنی حد تک اس کی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں، جو خدمت یہ کرسکتے ہیں اس کے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی کسی کو نصیب ہے اور کسی کو نہیں، مرگیا تو غسل اور کفن کا انتظام کردیا، اور کندھے بدل بدل کر قبر تک پہنچادیا، قبر میں لٹا کر اوپر ہزاروں من وزن ڈال دیا، تاکہ یہ بھاگ نہ آئے، چند روز رو دھو لئے، کچھ اپنی رسم ورواج کے مطابق تقریبات کرلیں اور کوئی تعزیت کے لئے آیا تو اس کے سامنے تعریفیں کردیں اور بس! اللہ! اللہ! خیر صلا! قصہ ختم، لیکن قبر میں اس پر کیا گزر رہی ہے؟ اس کا کسی کو کچھ معلوم نہیں! اکبر الٰہ آبادیؒ کے بقول:

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے!
تہہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے!

پختہ قبر بنانا:

بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ قبر پکی بنادیتے ہیں، اوپر مقبرہ بنادیتے ہیں۔ میں ماموں کانجن میں ہوتا تھا، وہاں ایک صاحب کے لڑکے کا انتقال ہوگیا، جوان سال لڑکا

تھا، ظاہر ہے کہ اس کے والدین کو صدمہ تو ہونا ہی تھا، اس کے باپ نے قبرستان میں اس کی پکی قبر بنائی اور اس کے اوپر سائبان کی چھت بنادی۔ بھلا مردے کو اس کا کیا فائدہ؟ کیا اس سے اس کی مغفرت ہوجائے گی یا اس کو ٹھنڈک پہنچے گی؟ اُلٹا خلافِ شریعت کرنے سے اندیشۂ تکلیف ہے۔

قبر پر ڈیرہ لگانا:

ایک روایت میں ہے کہ:

”قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتْ اِمْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رَفَعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحًا يَقُوْلُ: اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا؟ فَاَجَابَهٗ آخَرُ: بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا.“ (مشکوٰۃ، ص:۱۵۲)

ترجمہ:...... ”کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن بن علی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کی اہلیہ کو بہت صدمہ ہوا، اور جا کر ان کی قبر پر ڈیرا لگادیا، لوگوں نے بہت منع کیا، مگر وہ مانی نہیں، کہنے لگی کہ مجھ سے برداشت نہیں ہورہا، ایک سال تک قبر پر پڑی رہی پھر اُٹھ کر چلی گئی، اور اس نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ: کیا جس کو انہوں نے گم پایا تھا کیا وہ ان کو مل گیا، دوسرے نے جواب دیا: نہیں! بلکہ مایوس ہوکر لوٹ گئے۔“

یہ تمہاری آہ وزاری میت کے کچھ کام نہیں آئے گی، اس لئے کہ یہ تم اپنے لئے کرتے ہو، اس کے لئے کچھ نہیں، یہ تیجہ اور دسواں کرو، چہلم کرو یا برسیاں مناؤ یہ سب کچھ تم اپنے لئے کررہے ہو، مرنے والے کے لئے کچھ بھی نہیں کرتے۔

ہمارے یہاں ملتانیوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی بوڑھا مرجائے تو باقاعدہ شادی کی طرح دعوت کرتے ہیں، تمام عزیز واقارب کو بلاتے ہیں، بکرے اور اسی طرح دوسرے

جانور وغیرہ کاٹتے ہیں، بڑی ٹھاٹ کی دعوت کرتے ہیں، غرضیکہ اہل وعیال دفن کر کے واپس آگئے، میت کس حال میں ہے؟ اس پر کیا گزر رہی ہے؟ ان کی وہاں تک نہ رسائی ہے اور نہ کوئی ان کی خدمت کرسکتا ہے، اس کے لئے تو اب مشکلات شروع ہوئی ہیں، اب پتہ نہیں ختم کب ہوں گی؟

قبر کی پکار:

حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ قبر آدمی کو روزانہ پکارتی ہے، ترمذی شریف کی یہ حدیث ہے، قبر کہتی ہے:

"اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ! اَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ! اَنَا بَيْتُ التُّرَابِ! وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ!" (ترمذی، ج:۲،ص:۶۹)

ترجمہ:......"میں تنہائی کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں!"

کہا جاتا ہے کہ قبر روزانہ پانچ مرتبہ پکارتی ہے، اور تمہارے لئے روزانہ پانچ ہی نمازیں مقرر کی گئی ہیں، تا کہ تم آخری التحیات میں یہ دعا پڑھو:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰی وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ...." (بخاری، ج:۲،ص:۹۴۳)

ترجمہ:......"اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں سستی سے، بڑھاپے سے، گناہوں سے، قرض سے، قبر کے فتنہ سے، قبر کے عذاب سے، آگ کے فتنہ سے، دوزخ کے عذاب سے، مالداری کے فتنہ کے شر سے، اور میں پناہ مانگتا ہوں تنگدستی کے فتنہ سے، اور

میں پناہ مانگتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے۔"

عذابِ قبر؟

ایک روایت میں ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا: اَنَّ یَھُوْدِیَّةً دَخَلَتْ عَلَیْھَا فَذَکَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَھَا: اَعَاذَکِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ! فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا: فَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰی صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ." (مشکوٰۃ، ص:۲۵)

ترجمہ:...... "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دفعہ ایک یہودی عورت میرے پاس آئی، اس نے قبر کا ذکر چھیڑ دیا، پھر کہنے لگی: اللہ تعالیٰ تجھے عذابِ قبر سے پناہ عطا فرمائے (میں نے عذابِ قبر کی بات کبھی نہیں سنی تھی، میں نے کہا: کیا عذابِ قبر ہوتا ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو میں نے قبر کے عذاب کے بارہ میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر کا عذاب برحق ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: اس واقعہ کے بعد مجھے یاد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔"

تو غرضیکہ اس دوسرے بھائی اور رفیق سے مراد بیوی ہے، بچے ہیں، عزیز و اقارب ہیں، دوست احباب ہیں، یہ مردے کو قبر کے سپرد کر کے چلے آئے اور آکر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس پر دو چار دن آنسو

بہا لیتے ہیں، اور کچھ لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کر دیتے ہیں کہ بہت اچھا آدمی تھا۔

مردے کی بے جا تعریف پر عذاب:

بعض اوقات تعریف بھی غیر واقعی کرتے ہیں، واقعی تعریف نہیں کرتے، یہ اتنا کماتا تھا، اتنا کھاتا تھا، یہ کرتا تھا، وہ کرتا تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اس کی تعریف کرتے ہیں اور جھوٹی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں تو:

.... اِلَّا وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَكَيْنِ يُلَهِّذَانِهٖ وَيَقُوْلَانِ: اَهٰكَذَا كُنْتَ؟" (مشکوٰۃ، ص:۱۵۲)

ترجمہ:....."اللہ تعالیٰ مرنے والے پر دو فرشتے مقرر کر دیتے ہیں اور وہ دونوں مردے کو چوکے دے کر کہتے ہیں: تو ایسے ہی تھا؟"

لیجئے اہل و عیال، بیوی بچے اور دوست احباب اب بھی اس غریب کا پیچھا نہیں چھوڑتے، بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے گھر کے لئے یہ یہ چیزیں خریدی تھیں، ٹیلی ویژن لائے تھے، فلاں چیز لائے تھے، دوبئی گئے تھے، بہت بڑی مشین لائے تھے اور فلاں فلاں چیزیں لے کر آئے تھے، قبر میں ان چیزوں کو پوچھیں گے، تعریفیں تو کرتے ہیں مگر ایسی فضول و مہمل اور بالکل لغو، جس سے اس غریب کی تکلیف میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، ان کے منہ سے یہ نہیں نکلتا تھا کہ تہجد کی نماز پڑھتے تھے، ان کے منہ سے یہ نہیں نکلتا تھا کہ سحر کے وقت یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے تھے، اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا کرتا تھا، کسی کا حق نہیں مارتا تھا، کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا تھا، فرائض شرعیہ کا پابند تھا، اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ تھا، یہ باتیں ان کے منہ سے نہیں نکلتیں، ہوتیں تو نکلتیں۔

مردے کی واقعی اچھائیاں بیان کرو!

اگر یہ باتیں کریں تو ان کی یہ باتیں کرنا اور تعریف کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں شہادت بن جاتی ہے۔ وہ مشہور حدیث ہے جو کہ میں سنا چکا ہوں:

”عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَرُّوْا بِجَنَازَۃٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا خَیْرًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ! ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْریٰ فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ! فَقَالَ عُمَرُ: مَا وَجَبَتْ؟ فَقَالَ: ھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ، وَھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَہُ النَّارُ، اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللہِ فِی الْاَرْضِ!“ (مشکوٰۃ،ص:۱۴۵)

ترجمہ:...... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جنازہ گزرا، فرمایا: واجب ہوگئی! ایک اور جنازہ گزرا، فرمایا: واجب ہوگئی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ! دو جنازے گزرے، دونوں پر آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی!) کیا واجب ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلا جنازہ گزرا تو تم لوگوں نے اس کی اچھی تعریف کی کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے، نیک آدمی ہے، میں نے کہا کہ: واجب ہوگئی، یعنی جنت واجب ہوگئی۔ اور جب دوسرا جنازہ گزرا تو تم نے دوسری قسم کی رائے کا اظہار کیا، منافق تھا، بڑا ظالم تھا، میں نے کہا کہ: واجب ہوگئی، یعنی جہنم واجب ہوگئی۔ تم اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو زمین میں، یعنی تمہاری شہادت کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔“

یہ تو تھا دوسرا دوست، اس دوست کا بھی پتہ چل گیا۔

اعمالِ صالحہ کی وفاداری:

اس نے تیسرے دوست کو بلایا، تیسرے رفیق کو بلایا، یہ اس کا عمل تھا، اس سے کہا کہ: مجھ پر جو حالت طاری ہے تم دیکھ رہے ہو، نزع کا سامنا ہے، روح اور بدن کی علیحدگی ہورہی ہے، اور ایک بالکل نیا سفر درپیش ہے، نہایت طویل سفر اور ان دیکھے راستے، بہت ہی

پریشانی اور بے چینی ہے کہ میرا کون ساتھ دے گا؟ یہ جو میرے مال نے جواب دیا وہ بھی تم نے سن لیا ہے، اور میرے اہل وعیال نے جو جواب دیا ہے وہ بھی تم نے سن لیا ہے، انہوں نے صاف صاف جواب دے دیا ہے کہ ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، نہ آپ کے ساتھ رفاقت کریں گے، نہ آپ کے ساتھ جائیں گے، نہ آپ کے ساتھ قبر میں اُتریں گے، تم بتاؤ! کہ تم کیا کرو گے؟ کہنے لگے کہ: تم اگر مجھے ساتھ لے جاؤ تو پہلی بات یہ ہے کہ ہر موقع پر تمہاری مدد کروں گا، نزع سے لے کر میزان تک، قیامت کے دن، حشر کے دن، میزان یعنی ترازو جو رکھی جائے گی اس وقت تک میں تیری مدد کروں گا، تیرے ساتھ رہوں گا اور تیرا مونس وغمخوار بنوں گا، تیری تنہائی پر اکیلے پن کو دور کروں گا، مجھ سے ہو سکا تو روشنی بھی کروں گا، کوئی تجھ پر حملہ آور ہوگا تو جواب بھی دوں گا، مدافعت بھی کروں گا، منکر نکیر سوال کریں گے تو سوال و جواب کی بھی کفایت کروں گا، اور قیامت کے دن اس پلڑے میں بیٹھ جاؤں گا جس پلڑے کو تو بھاری دیکھنا چاہتا ہے، اور جتنی میری ہمت ہوگی، جتنا میرا وزن ہوگا میں اپنا پورا وزن تیرے پلڑے میں ڈال دوں گا، یہاں تک کہ تجھے جنت میں پہنچا دوں گا۔

قبر میں برے اعمال کی شکل:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: بدکار آدمی کے سامنے نہایت ڈراؤنی شکلیں آتی ہیں، اور وہ ان کو دیکھ کر گھبراتا ہے، گھبراہٹ تو پہلے ہی موجود ہے، تنہائی اور وحشت ہے، چنانچہ یہ چلاتے ہوئے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: خدا تمہارا ناس کرے تم کون ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ: تم فکر نہ کرو، میں تمہارا وہ برا عمل ہوں جو تو نے کیا تھا، اس کے بعد اس کے سارے کے سارے اعمالِ بد پرّا باندھ کے آجاتے ہیں، چڑیلوں کی شکل میں، بدروحوں کی شکل میں، بھیڑیوں کی شکل میں، جنگل کے درندوں کی شکل میں، سانپوں اور بچھوؤں کی شکل میں، وہ اس کے ساتھ آکر لپٹ جاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون! کہتے ہیں ناں! کہ قبر میں سانپ اور بچھو ہوں گے، وہ یہی اپنے عمل ہیں۔

قبر میں اعمالِ صالحہ کا منظر:

اور نیک آدمی ہوتا ہے تو اس کے اعمالِ صالحہ نہایت ہی حسین شکل میں اس کے سامنے آتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے! میں تو بہت تنہائی میں تھا، میں وحشت محسوس کر رہا تھا، تم لوگ کون ہو جو میرے انس کے لئے اور میری وحشت کو دور کرنے کے لئے آگئے؟ وہ کہتا ہے کہ: آپ کے نیک اعمال ہیں!

اعمالِ صالحہ عذابِ قبر سے بچاؤ کا ذریعہ:

یوں بھی آتا ہے کہ جب عذاب کے فرشتے آتے ہیں مارنے کے لئے، تو نماز فلاں طرف ہو جاتی ہے، صدقہ فلاں طرف ہو جاتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت فلاں طرف ہو جاتی ہے، اور دوسرے اعمالِ صالحہ ایک طرف ہو جاتے ہیں، چاروں طرف سے اس کو نیک اعمال گھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: مارنے نہیں دیں گے، عذاب قبر کو ٹال دیتے ہیں۔ سورۂ ملک کے بارے میں فرمایا ہے کہ: یہ میت کو اس طرح اپنے پَروں کے نیچے لے لیتی ہے جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں کے نیچے لے لیتی ہے، اور عذابِ قبر سے اس کو بچاتی ہے۔ یہ اس کے اعمالِ صالحہ ہیں جو مرتے وقت بھی اس کے ساتھ، قبر میں بھی اس کے ساتھ اور حشر میں بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔

بدکار کا اپنے اعمالِ بد پر اظہارِ حسرت:

قرآن کریم میں بھی ہے کہ اپنے برے عمل کو دیکھ کر کہے گا کہ:

”یَا لَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ.“ (الزخرف:۳۸)

ترجمہ:...... ”کاش! کہ میرے درمیان اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا، تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔“

فاصلہ کیسے ہوتا؟ تو نے تو خود کیا تھا، جھوٹ خود بولے تھے، ظلم خود کیا تھا، بدکاریاں اور بے حیائیاں خود کی تھیں، عورتیں ننگے سر اپنے اختیار سے چلی تھیں، اور آج کہتے

ہو کہ مغرب و مشرق کا فاصلہ ہوتا، جب تمہیں کہا گیا کہ: یہ گناہ کی باتیں ہیں، تم نے کان ہی نہیں دھرا کہ زندگی ان باتوں کے بغیر کیسے گزر سکتی ہے، موت آنے دو تمہیں بتاؤں گا کہ یہ جو تم نے لعنت گھروں میں ڈالی ہوئی ہے، ٹی وی اور اسی طرح مووِیاں وغیرہ بناتے ہو، کیمرے رکھے ہوئے ہیں، یہ تصویریں لٹکائی ہوئی ہیں، اور یہ بچوں کے کھلونے بتوں کی شکل میں رکھے ہوئے ہیں، اور تم جو غلط کاریاں کرتے ہو، تمہیں بتاؤں گا کہ یہ کیا چیز ہے؟

اس وقت رونا کام نہیں دے گا!

آج تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر یقین نہیں لاتے، تب آنکھ سے دیکھ کر یقین لاؤ گے اور اس وقت کوئی علاج کارگر نہیں ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے:

ترجمہ:..... ''دوزخی لوگ ایک ہزار سال تک آنسوؤں کے ساتھ روئیں گے، ایک ہزار سال تک آنکھوں سے خون نکلے گا، اور ایک ہزار سال تک پیپ نکلتی رہے گی۔''

آج اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سن کر تم اس کو مُلّا ئیت کہتے ہو، ذرا وقت آنے دو!

سَوفَ تَرٰی اِذَا انْکَشَفَ الْغُبَارُ
اَتَحْتَکَ الْفَرَسُ اَمْ حِمَارٌ!

ترجمہ:..... ''اس غبار کو چھٹ جانے دو! تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے نیچے گھوڑا تھا یا گدھا تھا؟''

عقل کا تقاضا:

تو غرضیکہ یہ تین رفیق ہیں آدمی کے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جتنا جتنا کسی کا نفع ہے، آدمی اس سے اتنا ہی تعلق رکھے، عقل کا قاعدہ یہی ہے، اور اس عقل کا ہم دنیا میں استعمال بھی کرتے ہیں، لیکن آخرت کے معاملات میں ہماری عقل بیکار ہو جاتی ہے، عقل کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے۔

عقل کب کام دیتی ہے؟

عقل کی مثال ایسی ہے جیسے آنکھوں کی روشنی، یہ اندر کی روشنی اس وقت کام دیتی ہے جبکہ باہر کی روشنی ہو، ہم دیکھنے کے لئے دو روشنیوں کے محتاج ہیں، عقل کی روشنی اس وقت کام دیتی ہے جبکہ دل میں ہدایت کی روشنی بھی ہو، نورِ ہدایت بھی ہو اور ہم نے چراغِ ہدایت پھونک مار کر بجھا دیا ہے، آخرت کے معاملے میں بالکل اندھے ہو گئے ہیں، دنیا کے معاملات میں تو ہماری عقل کام کرتی ہے، آخرت کے معاملات میں کام ہی نہیں کرتی، کیسے کرے؟ دیکھیں کیسے؟ وہ تو نورِ نبوت رہنمائی کرے گا تو ہماری عقل بھی دیکھے گی۔

دنیا و آخرت میں کام آنے والی شئے سے تعلق چاہئے:

میں نے کہا کہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنی چیز مفید ہوتی ہے، آدمی اس کو اختیار کرتا ہے، ہونا یہ چاہئے کہ اعمالِ صالحہ کا اہتمام ہو، اس کے ساتھ رفاقت ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

> ترجمہ:...... ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھر میں تشریف لاتے تھے تو گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے، جیسے گھر میں کام ہوتا ہے، لیکن جوں ہی اذان کی آواز سنتے اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے جیسے ہمیں پہچانتے ہی نہیں ہیں۔'' (فضائل نماز باب سوم، ص:۸۸)

ہونا یہ چاہئے کہ حکمِ الٰہی آجائے تو تمہاری جان پہچان سب کے ساتھ ختم ہو جائے۔

مال کا نفع خرچ کرنے میں ہے:

اور دوسرے درجے میں اہل و عیال ہیں، اور تیسرے درجے میں مال ہے، مال تو ایسی بیکار چیز ہے کہ جب تک اس کو خرچ نہ کرو نفع نہیں دے گی، ڈھیر لگا لگا کر رکھتے رہو، کچھ فائدہ نہیں۔

حاجی عبدالستار نے پنجابی میں ایک کتاب لکھی ہے، اس میں لکھتے ہیں کہ ایک سیٹھ

تھا، اپنے خزانے کی سیر کرنے کے لئے گیا، دیر ہوگئی تو وہ نظر نہیں آیا، اس کے نوکروں چاکروں نے دروازہ بند کردیا اور چلے گئے، سیٹھ جی اندر وہیں تڑپ تڑپ کر مرگیا، اگلے دن دروازہ کھلا تو سیٹھ جی مرے پڑے ہیں، حالانکہ خزانہ موجود تھا، کیونکہ وہ کھانے پینے اور بھوک پیاس بجھانے کا کام نہیں دیتا، ہاں! اس کو خرچ کرکے کھانے پینے کی اشیائ حاصل کی جاسکتی ہیں، غرض تمہارے مال اور خزانے کسی کام کے نہیں ہیں، جب تک تم ان کو خرچ نہ کرو اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا، لیکن ہم نے معاملہ اُلٹ کرلیا، ہمارا جتنا تعلق پیسے سے ہے، اتنا اہل و عیال سے بھی نہیں ہے، دوست احباب سے بھی نہیں، ماں بیٹی کی لڑائی اور باپ بیٹے کی لڑائی، بھائی بھائی کی لڑائی کس چیز پر ہے؟ پیسے پر ہے! یہ پیسہ سب چیزوں پر غالب آگیا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پیسے کو ان پر خرچ کیا جاتا، لیکن آج ہو یہ رہا ہے کہ ان رشتوں کو اس پر خرچ کیا جا رہا ہے، اور مال کے لئے، اہل وعیال کے لئے اپنا دین بھی قربان کردیا، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح بصیرت نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے جو نزع کے وقت بھی ہمارے کام آئیں، قبر میں بھی ہمیں کام دیں، حشر میں بھی ہمیں کام دیں۔

برزخ میں صلحائ کی ملاقات:

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور نیک بندوں کا ساتھ ہمیں دنیا میں بھی، آخرت میں بھی اور برزخ میں بھی نصیب فرمائے! نیک آدمی مرجاتا ہے تو وحشت نہیں رہتی، ہزاروں صلحا وہاں پہنچے ہوئے ہیں، مجمع لگا ہوا ہے، یہ سب اس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں، حال واحوال پوچھتے ہیں، خیریت پوچھتے ہیں، اور پوچھتے ہیں کہ: فلاں آدمی کیسا تھا؟ تو وہ دنیا سے جانے والا کہتا ہے کہ: وہ وہاں سے تو آگیا ہے، کیا یہاں نہیں آیا؟ کہا کہ: نہیں! یہاں تو نہیں آیا۔ کہا کہ: پھر وہ اپنی ماں دوزخ کے پاس چلا گیا ہوگا! نعوذ باللہ!

عالم برزخ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے

حق تعالیٰ شانہ نے اپنی رحمت فرمائی ہے، وہ جو اگلا جہاں ہے جسے عالم برزخ کہتے ہیں اور جو مرنے کے بعد مجھ کو اور آپ کو پیش آنے والا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم جان لو وہ چیز جس کو میں جانتا ہوں، تو تم کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو اور دھاڑیں مارتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔''

(مشکوٰۃ، ص: ۴۵۶، ۴۵۷)

اگر وہ منظر ہمارے سامنے آجائے تو وہ اتنا ہولناک ہے کہ ہم اپنے مردے دفنانا چھوڑ دیں، کسی کی ہمت ہی نہ پڑے کہ قبروں میں مردوں کو دفن کر سکے، یہ تو حق تعالیٰ شانہ کا احسان ہے کہ ہم پر غفلت کا پردہ ڈال دیا ہے، کہ استحضار نہیں اور خیال ہی نہیں کہ ہمیں یہ مرحلہ پیش آنے ولا ہے، حدیث میں ہے:

''عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ بَکٰی حَتّٰی یَبُلَّ لِحیَتَہٗ. فَقِیْلَ لَہٗ تَذْکُرُ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْکِیْ، وَتَبْکِیْ مِنْ ھٰذَا. فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَۃِ. فَاِنْ نَجَا مِنْہُ فَمَا بَعْدَہٗ اَیْسَرُ مِنْہُ وَاِنْ لَّمْ یَنْجُ مِنْہُ فَمَا بَعْدَہٗ اَشَدُّ مِنْہُ. قَالَ: وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَأَیْتُ مَنْظَرًا قَطّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ.''

(مشکوٰۃ، ص: ۲۶)

ترجمہ:...... ''امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب قبر کا تذکرہ کرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی، لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر اتنے نہیں روتے، جتنا کہ قبر کے تذکرے پر روتے ہیں، فرمایا کہ: میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر انسان یہاں کامیاب ہوا، تو اگلی منزلوں میں بھی کامیاب ہو جائے گا، اور اگر

یہاں ناکام ہوا تو اگلی منزلوں میں کامیابی کی کیا صورت اور کیا امید کی جاسکتی ہے'' اور ارشاد فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ: ''میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں ان میں سب سے زیادہ خوفناک قبر کا منظر ہے۔''

آدمی یہاں تو یوں سمجھتا ہے کہ میں یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے آیا ہوں، کوئی تیاری کرنے کی فکر ہی نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اگلے جہان کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے، بعض حضرات اور بعض بندے تو ایسے ہوں گے، جن کو اپنی آخرت کی تیاری کی، اپنی اگلی منزل کی تیاری کی فکر ہوگی کہ مجھے جانا ہے، اور جا کر حساب و کتاب دینا ہے، ایک تو بڑا حساب کتاب ہے، جو قیامت کے دن ہوگا، وہ تو بعد کی چیز ہے، یہ جو پہلا حساب ہے اور مرنے کے بعد کا مرحلہ ہے، اس کی فکر ہوگی کہ اتنی سی جگہ ہوتی ہے، جس میں آدمی کو لٹا دیتے ہیں، اور گویا کہتے ہیں لیٹ جا شاباش: کیونکہ مردہ بدست زندہ ہوتا ہے، اس کو جیسے بھی لٹا دو، وہ بیچارہ لیٹ جائے گا، کیونکہ وہ تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا، پھر اوپر سے اس کو بند کر دیتے ہیں اور منوں مٹی ڈال دی، تاکہ بھاگ کر نہ آجائے حالانکہ وہ بے جان محض نہیں ہوتا بلکہ اس میں روح ڈالی جاتی ہے اور وہ اپنے دفن کرنے والوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ ....الخ. وَفِیْ رِوَایَةٍ: یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَلِلْاٰخَرِ النَّكِیْرُ.'' (مشکوٰۃ، ص:۲۴، ۲۵)

ترجمہ:......''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مردہ کو ابھی دفنانے والے کے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہوتی ہے، یعنی جب وہ دفنا کر واپس ہوتے ہیں ان کے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ دو فرشتے آجاتے ہیں جن کو منکر نکیر

کہتے ہیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کو مبشر بشیر کہتے ہیں۔“

قبر میں تین سوالات

خلاصہ یہ کہ وہ اس سے بہت آسان سے تین سوال کرتے ہیں:

”وَعَنْ بَرَاء بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّکَ؟ فَيَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰهُ. فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُکَ؟ فَيَقُوْلُ دِيْنِیَ الْاِسْلَامُ. فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا يُدْرِيْکَ؟ فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ.........فَيَقُوْلَانِ مَنْ رَّبُّکَ؟ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ. فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُکَ؟ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ. فَيَقُوْلَانِ مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ......الخ.“ (مشکوٰۃ، ص:۲۵)

ترجمہ:......”حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں پھر وہ دونوں فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ: تیرا رب کون ہے؟ (اگر تو وہ نیک آدمی ہوتا ہے تو) کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ دونوں فرشتے اس نیک آدمی سے سوال کرتے ہیں کہ: تیرا دین کیا ہے؟ وہ نیک آدمی جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ آدمی کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ

فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی، اس پر میں نے یقین کیا تھا اور میں نے تصدیق کی تھی............ (اگر کوئی بدکار آدمی ہوتا ہے تو) اس سے فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں، مجھے معلوم نہیں۔ پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے مجھے معلوم نہیں، مجھے معلوم نہیں۔ پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ آدمی کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، مجھے معلوم نہیں۔''

ایک سوال یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ دوسرا یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیسرا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ تو ان کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ آنحضرت ﷺ نے جب اس کو بیان فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے ہوش وحواس ہوں گے؟ فرمایا کہ ہوش حواس ہوں گے، اور ایسے ہی ہوں گے جیسے اب ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: پھر ہم نمٹ لیں گے انشاء اللہ۔ یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حوصلہ تھا، اور کہہ سکتے ہیں کہ ہم نمٹ لیں گے، مگر سوچئے تو کہ جہاں کوئی غم خوار، کوئی مددگار نہیں ہوگا، نہ کوئی تلقین کرنے والا ہوگا، اور نہ کوئی سمجھانے والا ہوگا، وہاں وہ ان سوالوں کا جواب کیسے دے گا؟ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دستگیری کرے، تو پھر وہ ان کا صحیح صحیح جواب دے گا، اور کہے گا کہ میرا رب اللہ ہے، اس لئے کہ اس کا دنیا میں یقین بنا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، وہاں جھوٹ تو چلے گا نہیں، سچ پر وہاں نجات ہوگی، جھوٹ پر نجات نہیں ہوگی۔

دوسرا سوال ہوگا کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا: اسلام! کیا ہم نے دین اسلام کو مانا تھا؟ کیا ہم نے دین اسلام کو مان کر داڑھی منڈوائی ہوئی ہے؟ اسی طرح ہم نے کالر لگائے ہوئے ہیں، کیا یہ بھی دین اسلام کو سمجھ کر کیا ہے؟ غرض جتنی تعلیمات رسول

اللہ ﷺ نے دی تھیں، ہم نے ان پر عمل کیا تھا؟ اسلام کے معنی ہیں جھک جانے کے، کیا ہم اللہ تعالیٰ کے اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں کے سامنے جھکے تھے؟

اور تیسرا سوال ہوگا کہ ان صاحب (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ حافظ بن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ کا نام نہیں بتایا جائے گا، ویسے ہی فرشتے پوچھیں گے کہ ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بعض حضرات نے تو یہ فرمایا کہ مردے کے درمیان اور آنحضرت ﷺ کے درمیان کے سارے پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی زیارت کروائی جاتی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ بہت ہی بڑی سعادت ہے، لیکن ایسی روایت مجھے کہیں نہیں ملی، بہر حال رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ ان کو رسول مان کر اپنے آپ کو امتی سمجھتے تھے؟ رسول اور امتی کا تعلق تم نے صحیح طور پر نبھایا تھا؟ بندہ مؤمن ہو، تو ان تین سوالوں کا صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے، زیادہ مشکل سوال نہیں ہیں، اور ان ہی تین سوالوں میں پوری زندگی آ گئی ہے، اگر مؤمن ہوگا تو ان تین سوالوں کا صحیح صحیح جواب دے دے گا۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا انتقال ہوا، جب ان کو دفن کر دیا گیا تو ان کے پاس منکر نکیر آئے، اور ان سے بھی تین سوال کئے، تو کہنے لگیں کہ کہاں سے آئے ہو؟ فرشتوں نے کہا کہ آسمان سے آئے ہیں، رابعہ بصریہ رحمہا اللہ نے کہا تم آسمان سے یہاں تک آئے اور تم اپنے رب کو بھول گئے؟ اور رابعہ کے بارے میں خیال ہے کہ زمین سے صرف ڈیڑھ گز نیچے پہنچ کر بھول گئی ہوگی؟ جاؤ اپنا کام کرو۔ عام طور پر آدمی جب مرتا ہے تو لوگ لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرتے ہیں، تو لوگ معمول کے مطابق ان کو بھی تلقین کرنے لگے، مسکرا کر فرمانے لگیں کہ: ساری عمر اسی وقت کے لئے تو محنت کی تھی، اب تم مجھے کیا سکھاتے ہو؟ تو جو لوگ صحیح صحیح جواب دے دیتے ہیں، تو حکم ہوتا ہے کہ ان کے لئے جنت کا لباس لاؤ، جنت کا بستر بچھاؤ، اور حدیث میں فرمایا کہ قبر اس کے لئے اتنی وسیع کر دی جاتی ہے، جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔

اور دوسرا آدمی جس نے دنیا میں ایمان و یقین نہیں بنایا تھا، وہ ہر سوال کے جواب

میں کہے گا: ''ھاھا لا اَدْرِیْ.'' مجھے نہیں معلوم، مجھے نہیں معلوم: چنانچہ فرشتے پوچھیں گے، تیرا رب کون ہے؟ کہے گا: ''ھَـاھَـا لا اَدْرِیْ.'' پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: ''ھَـاھا لا اَدْرِیْ، ھَاھَا لا اَدْرِیْ.'' مجھے معلوم نہیں، مجھے معلوم نہیں، پھر فرشتے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھیں گے کہ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ تو کہے گا: ''ھَـاھَا لا اَدْرِیْ، ھَاھَا لا اَدْرِیْ.'' انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے ساری عمر کبھی یہ کام کیا ہی نہیں تھا۔ میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کو پہچانو، اور اپنے دین کو پہچانو، اپنے رسول ﷺ کو پہچانو، اور ان کی تعلیمات کو پہچانو، اور تعلیمات کو پہچاننے کے بعد ان پر عمل کرو، مگر ہم نے ساری عمر یہ کام کیا ہی نہیں، بہرحال میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ یہ جو آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، جو ہمارے بزرگ آگے چلے گئے ہیں، ان کو تو یہ پیش آ گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ اور ادھر ہمارے سر پر یہ منزل کھڑی ہے، مگر ہم یہاں اس سے غافل اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، خوشیاں ہو رہی ہیں، گپیں ہانکی جا رہی ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ آدمی کھلکھلاتا ہے یعنی ہنستا ہے حالانکہ اس کا کفن دھوبی سے دھل کر آ چکا ہے، سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہم اس بات کو جانیں اور پہچانیں کہ ہماری منزل کون سی ہے؟

احساس ندامت کی برکت:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اتنا برا تھا کہ کوئی اس کی وفات کا سن کر اس کے گھر نہیں آیا، عام طور پر وفات ہو جاتی ہے، تو لوگ جمع ہو جاتے ہیں، مگر وہاں کوئی نہ آیا، تو اس کی بیوی نے چار مزدور لئے اور ان کے کندھے پر لاد کر قبرستان کے پاس پہنچا دیا، قبرستان کے قریب ایک میدان تھا، جہاں لوگ نماز جنازہ پڑھتے تھے، وہاں پہنچا دیا گیا، اس علاقے کے ایک مشہور بزرگ تھے، ان کو الہام ہوا کہ ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے کے لئے نہیں آیا، جاؤ! جا کر جنازہ پڑھو، وہ جنازہ کے لئے نکلے تو ان کو دیکھ کر بے شمار مخلوق ٹوٹ پڑی، جنازہ

ہوا تدفین ہوگئی، اس کے جنازہ سے فارغ ہوکر وہ بزرگ اس کے گھر آئے اوراس کی بیوی سے پوچھنے لگے کہ اس کا کون سا عمل ایسا تھا کہ جس کی بناءپر اس کا اکرام کیا گیا؟ اس عورت نے کہا کہ اور تو میں کچھ نہیں جانتی، البتہ دو عمل اس کے مجھے یاد ہیں، ایک تو یہ تھا کہ وہ رات کو شراب پیتا تھا اور ساری رات اس نشے میں دھت پڑا رہتا تھا، آخری رات میں اس کا نشہ ٹوٹتا اور اللہ تعالیٰ کو خطاب کر کے ہمیشہ کہتا رہتا کہ یا اللہ تو مجھے جہنم کے کس کونے میں ڈالے گا؟ ساری رات اسی طرح کرتا رہتا، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا، فجر ہو جاتی تو پھر یہ غسل کرتا، نئے کپڑے پہنتا اور نماز پڑھتا اس کا ایک تو یہ عمل تھا۔ اور اس کا دوسرا عمل یہ تھا کہ اس کا گھر کبھی یتیم سے خالی نہیں ہوا، ہمیشہ کسی یتیم کو اپنے گھر میں رکھتا تھا، وہ بچہ بڑا ہوتا، اس کی شادی کراتا، پھر دوسرا بچہ لے آتا، اسی پر اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات کردی، میرا بھائی! ہمیں تو رات کو کبھی لیٹتے ہوئے بھی خیال نہیں آیا کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اسی طرح صبح کو اٹھتے وقت بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا، بھائیو! سب باتیں غلط ہیں، مگر موت برحق ہے، دنیا کی سب باتیں غلط ہوسکتی ہیں، موت غلط نہیں ہوسکتی، موت برحق ہے، تو ہم لوگوں کو اپنی موت کی فکر کرنی چاہئے، اوراس کی تیاری کرنی چاہئے۔

روزانہ کئی جنازے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، لیکن ہم عبرت حاصل نہیں کرتے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

مرنے والے سے عبرت حاصل کریں

”..... وَمَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُهُ فَعَازِبُهُ عَنْهُ اَعْوَرُ وَغَائِبُهُ عَنْهُ اَعْجَزُ“ (البدایہ والنہایہ، ج:۷، ص:۳۰۸)

ترجمہ:......”اور جس کو اس کا حاضر (یعنی جو چیزیں کہ اس کے سامنے موجود ہیں) نفع نہ دیں، تو جو چیزیں کہ اس سے غائب ہیں، پوشیدہ ہیں ان سے وہ زیادہ اندھا ہوگا، اور جو چیزیں کہ اس سے غائب ہیں ان سے زیادہ عاجز ہوگا۔“

ظاہر اور پوشیدہ سے عبرت!

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو سامنے کی چیزیں نفع نہیں دیتیں اور ان سے وہ عبرت نہیں پکڑتا، تو جو چیزیں کہ اس سے پوشیدہ ہیں، وہ ان کے بارے میں زیادہ اندھا پن اختیار کرے گا۔ جب آنکھوں دیکھی چیز سے یہ عبرت نہیں پکڑتا تو جو چیزیں اس کی نظر سے پوشیدہ ہیں کیا توقع ہے کہ وہ ان سے عبرت پکڑے گا؟ جب کوئی سامنے کی چیزوں سے عبرت نہیں پکڑتا اور عمل پر آمادہ نہیں ہوتا، تو جو چیزیں کہ اس سے غائب ہیں ان کو سننے کے بعد یہ کیونکر عمل پر آمادہ ہوگا؟ مشہور ہے کہ:

"اَلسَّعِیْدُ مَنْ وَعَظَ بِغَیْرِہٖ!" (اتحاف، ج:١٠، ص:٢٣٥)

ترجمہ:...... "نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے عبرت پکڑے!"

یعنی دوسروں پر جو حالات گزر رہے ہیں، ان حالات کو دیکھ کر عبرت پکڑے، مرنے والے مر رہے ہیں، ہمیں ان سے عبرت پکڑنا چاہئے کہ ایک دن ہمیں بھی مرنا ہے، مرنے والا اپنے بیوی بچوں، گھر بار، اور کاروبار کو چھوڑ کر چلا گیا، اب نہ کوئی اس فیصلۂ خداوندی کے خلاف اپیل کرسکتا ہے اور نہ مرنے والے کو کوئی واپس لاسکتا ہے، اور اگر وہ دوبارہ واپس آبھی جائے تو کوئی اس کو قبول ہی نہیں کرے گا، دوسروں کو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑیں اور سوچیں کہ ہمارے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے!

قبر سے واپس آنے والے کا قصہ:

ایک قصہ ہم نے پڑھا تھا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کو دفن کردیا گیا، حقیقت میں اس کا انتقال نہیں ہوا تھا بلکہ اس کو سکتہ ہوگیا تھا، سکتہ ایک بیماری ہوتی ہے جس سے آدمی مردے جیسا ہوجاتا ہے، حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے، نبض بھی بند ہوجاتی ہے، دل کی حرکت بھی بند ہوجاتی ہے، پھر یہ سکتہ بعض اوقات دو دو دن، تین تین دن رہتا ہے، لیکن روح کا تعلق بدن سے قائم ہوتا ہے، اس کی علامتیں اطبا بتاتے ہیں، مگر ایک موٹی سی علامت یہ ہے کہ

روح جب بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو جسم میں تغیر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے، لیکن اگر سکتہ کی بیماری ہو تو جسم میں تغیر وغیرہ نہیں ہوتا، کئی کئی دنوں سے آدمی سکتہ میں پڑا ہوتا ہے، ہاتھ ہلاؤ تو ہاتھ ہلیں گے، اسی طرح دوسرے اعضاء کو حرکت دو، وہ بھی حرکت کریں گے۔

تو خیر اس بے چارے کو سکتہ کی بیماری ہوگئی، ورثاء نے اس کو مُردہ سمجھ کر دفن کر دیا جب لوگ اس کو دفن کر کے گھر واپس آگئے تو قبر میں اس کے سکتہ کی بیماری دور ہوگئی اور کوئی ایسی صورت ہوگئی ہوگی کہ قبر سے کراہنے کی آواز آئی، کسی نے سوچا کہ بھائی یہ تو قبر کے اندر کوئی زندہ آدمی ہے، اس کی قبر کھولی تو یہ کفن پہنے ہوئے زندہ نکل آیا، قبر کھولنے والے نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگا: میں زندہ تھا، لوگ مجھے دفن کر کے چلے گئے، حالانکہ مجھے سکتہ کی بیماری تھی! اس آدمی نے کہا کہ: تم کون ہو؟ تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے سب کچھ بتا دیا، شام کا وقت تھا، وہ اپنے گھر چلا گیا اور اس نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی، اس کا لڑکا نکلا، اس نے جو دیکھا تو ابا سامنے کھڑا ہے، اس نے سمجھا کہ ابا کی شکل میں کوئی جن آگیا ہے، کیونکہ ابا کو تو وہ اپنے ہاتھوں سے دفن کر آئے تھے، اس لئے گھر والوں نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ یہ منظر دیکھ کر ان کے ہوش اُڑ گئے، اب وہ بیچارہ کہتا ہی رہا کہ میں فلاں ہوں! مگر لوگوں نے کہا کہ: اس کو تو ہم دفن کر کے آئے ہیں، اتنے میں اس کے لڑکے نے اس کے سر پر کوئی چیز ماری، وہ وہیں ڈھیر ہوگیا، وہیں مر گیا۔ تم ذرا قبر سے اُٹھ کر آ کے تو دکھاؤ! اول تو تمہیں اُٹھنے کون دے گا؟ اور اگر اُٹھ کر آ بھی گئے، تو جنہوں نے تمہیں گھر سے نکال دیا تھا یعنی قبرستان پہنچا آئے تھے، اب وہ قبول نہیں کریں گے۔

تو یہ مطلب ہے کہ جب تم سامنے کی چیزوں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے تو جو چیزیں تمہاری نظر سے غائب ہیں، پوشیدہ ہیں ان کے معاملہ میں تو اس سے بھی زیادہ اندھا پن اختیار کرو گے۔

میدانِ حشر کی ہولناکی:

ہم لوگ قبر کے حالات سنتے ہیں، اس سے کوئی عبرت نہیں، قیامت کے دن کے

احوال سنتے ہیں، اس کی ہولناکیاں سنتے ہیں، وہاں کا حساب و کتاب، حقوق کا دلایا جانا، لوگوں کا مارے مارے پھرنا وغیرہ، مگر پھر بھی ہم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے، میدانِ حشر کی ہولناکی کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے:

''یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ. وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ. وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ. لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ.'' (عبس:۳۴ تا ۳۷)

ترجمہ:...... ''جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے، ہر آدمی کے لئے ایک ایسی حالت ہوگی جو اس کو کفایت کرے گی، دوسری طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔''

ایک نیکی کوئی نہیں دے گا:

وہ حدیث شریف میں مشہور قصہ ذکر فرمایا گیا ہے، آپ نے بھی کئی دفعہ سنا ہوگا کہ:

''اِنَّهٗ یُؤْتٰی بِرَجُلٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَمَا یَجِدُ لَهٗ حَسَنَةً تُرَجِّحُ مِیْزَانَهٗ وَقَدِ اعْتَدَلَتْ بِالسَّوِیَّةِ، فَیَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰی لَهٗ رَحْمَةً مِّنْهُ: اِذْهَبْ فِی النَّاسِ فَالْتَمِسْ مَنْ یُّعْطِیْکَ حَسَنَةً اُدْخِلْکَ بِهَا الْجَنَّةَ! فَیَسِیْرُ یَجُوْسُ خِلَالَ الْعَالَمِیْنَ، فَمَا یَجِدُ اَحَدًا یُکَلِّمُهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْاَمْرِ اِلَّا یَقُوْلُ لَهٗ: خِفْتُ اَنْ یَخِفَّ مِیْزَانِیْ، فَاَنَا اَحْوَجُ مِنْکَ اِلَیْهَا! فَیَیْأَسُ، فَیَقُوْلُ لَهٗ رَجُلٌ: مَا الَّذِیْ تَطْلُبُ؟ فَیَقُوْلُ: حَسَنَةً وَاحِدَةً! فَلَقَدْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ مِنْهَا اُلُوْفٌ فَبَخِلُوْا عَلَیَّ. فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّجُلُ: لَقَدْ لَقِیْتُ اللهَ تَعَالٰی فَمَا وَجَدْتُّ فِیْ صَحِیْفَتِیْ اِلَّا حَسَنَةً وَّاحِدَةً وَمَا اَظُنُّهَا تُغْنِیْ عَنِّیْ شَیْئًا خُذْهَا هِبَةً مِّنِّیْ اِلَیْکَ. فَیَنْطَلِقُ فَرِحًا مَسْرُوْرًا، فَیَقُوْلُ

اللّٰہُ لَهُ: مَا بَالُکَ؟ وَهُوَ اَعْلَمُ، فَيَقُوْلُ: رَبِّ اتفق مِنْ اَمْرِیْ کِيْتَ وَ کِيْتَ، ثُمَّ يُنَادِیْ سُبْحَانَهُ بِصَاحِبِهِ الَّذِیْ وَهَبَهُ الْحَسَنَةَ فَيَقُوْلُ لَهُ سُبْحَانَهُ: کَرَمِیْ اَوْسَعُ مِنْ کَرَمِکَ، خُذْ بِيَدِ اَخِيْکَ وَانْطَلِقَا اِلَی الْجَنَّةِ."

(التذکرہ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ، علامہ قرطبیؒ، دارالکتب العلمیہ بیروت، ص:۳۷۱، رسائل غزالی تحت الدرۃ الفاخرۃ فی کشف علوم الآخرۃ، امام غزالیؒ، ص:۱۳۶، ۱۳۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:......"قیامت کے دن ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا جس کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اُسے فرمائیں گے: جاؤ! کسی سے ایک نیکی مانگ لاؤ تاکہ تیری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوجائے اور تجھے جنت میں داخل کردیں۔ وہ میدانِ حشر میں نیکی کی تلاش میں چکر لگائے گا، اور ہر ایک سے ایک نیکی کا سوال کرے گا، مگر اس سلسلہ میں اس سے کوئی بات نہیں کرے گا، ہر ایک کو یہ خوف دامن گیر ہوگا کہ کہیں میری نیکیوں کا پلڑا ہلکا نہ ہوجائے اور مجھے ایک نیکی کی ضرورت نہ پڑجائے، یوں ہر ایک اپنی ضرورت اور احتیاج کے پیش نظر اسے ایک نیکی دینے سے انکار کردے گا، وہ مایوس ہوجائے گا کہ اتنے میں اس کی ایک آدمی سے ملاقات ہوگی، جو اُسے کہے گا: کیا تلاش کر رہے ہو؟ یہ کہے گا کہ: ایک نیکی تلاش کر رہا ہوں! پورے خاندان اور قوم سے ملا ہوں، ہزاروں نیکیاں رکھنے کے باوجود کوئی ایک نیکی دینے کا روادار نہیں، سب نے ایک نیکی دینے سے بخل کا مظاہرہ کیا ہے، وہ شخص اسے کہے گا کہ: میرے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی نیکی ہے، اور مجھے یقین ہے کہ ایک نیکی مجھے کوئی نفع نہیں دے گی، لہٰذا یہ نیکی آپ میری

طرف سے بطور ہبہ قبول کیجئے! وہ شخص ایک نیکی لے کر خوش وخرم
بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا، تو اللہ تعالیٰ باوجود عالم الغیب ہونے کے
اس سے پوچھیں گے: کہاں سے لائے؟ وہ اپنا پورا قصہ کہہ سنائے گا،
پھر اللہ تعالیٰ اس ایک نیکی والے کو بلا کر فرمائیں گے: میرا کرم و
احسان تیری سخاوت سے وسیع تر ہے! اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور
دونوں جنت میں جاؤ۔ یوں وہ دونوں جنت میں چلے جائیں گے۔''

یعنی ایک آدمی کا نامۂ اعمال تولا جائے گا، نیکیاں اور بدیاں برابر ہوجائیں گی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کہیں سے ایک نیکی لے آؤ تو تمہارے لئے جنت کا فیصلہ ہوجائے گا!

چاہئے تو یہ تھا کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے کہتا کہ: ایک نیکی کس سے مانگوں؟ آپ ہی سے کیوں نہ مانگ لوں، کہاں مارا مارا پھروں گا؟ آپ احکم الحاکمین ہیں، ایک نیکی انعام کے طور پر اپنے پاس سے عطا کردیجئے، میرا بیڑا پار ہوجائے گا! لیکن شاید اس سے مجاہدہ کرانا ہوگا جو اس نے دنیا میں نہیں کیا، اب آخرت کی ہولناک تپش میں وہ مارا مارا پھرے گا، بھائی کے پاس جائے گا، بھائی نہیں مانے گا، وہ کہے گا کہ: میرا تو کوئی بھائی نہیں تھا! ماں کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی کہ: میں نے تو نکاح ہی نہیں کیا! میری اولاد کہاں سے آگئی؟ بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی کہ: تو کون ہوتا ہے؟ میں نے تو کبھی شوہر نہیں کیا تھا! اولاد کے پاس جائے گا وہ بھی نہیں مانے گی، کہنے لگے گی کہ: ہم تو بغیر باپ کے ہی پیدا ہوئے تھے! اس نے سارے دروازے کھٹکھٹا کے دیکھ لئے، ساری جگہ پھر کے دیکھ لیا، سب سے مل کر دیکھ لیا، تمام عزیزوں نے صاف صاف جواب دے دیا، سب لوگ ایک نیکی تک نہیں دے رہے۔ بالآخر وہ پریشان حال چلتے چلتے ایک آدمی کے پاس سے گزرے گا، وہ کہے گا کہ: کیا قصہ ہے؟ بہت پریشان نظر آتے ہو؟ وہ اپنا ماجرا بتائے گا کہ جنت میں جانے کے لئے ایک نیکی کی ضرورت ہے، وہ کہے گا کہ: بھائی! ہمارے نامۂ اعمال میں تو ہے ہی ایک نیکی، باقی سب بدیاں ہی بدیاں ہیں، جب تمہیں ایک نیکی نہ ہونے کی وجہ سے جنت میں جانے کی اجازت نہیں مل رہی تو ہمارے لئے تو ظاہر ہے کہ جہنم واجب ہے! ان بدیوں کے مقابلے

میں ظاہر ہے کہ اتنی ساری نیکیاں کہاں سے لائیں گے؟ چلو بھائی! ایک نیکی تم لے جاؤ! تمہارا تو کام بن جائے، ہمارے لئے تو پہلے بھی دوزخ میں جانا تھا، اب بھی دوزخ میں جانا ہے، اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟ ایک نیکی دے کر بھی ہمارا کیا نقصان ہوگا؟ لے جاؤ یہ نیکی تم اپنا کام چلاؤ! اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ معلوم ہی ہے، وہ نیکی لے کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: کس نے دی ہے؟ تمہارے ابا نے؟ کہے گا: نہیں! اماں نے؟ کہنے لگے گا کہ: نہیں! بیوی نے؟ کہے گا کہ: نہیں! اولاد نے؟ کہے گا کہ: نہیں! آخر کس نے دی؟ کہے گا کہ: ایک آدمی ملا تھا، اس غریب کے پاس ایک ہی نیکی تھی، اس نے کہا: یہ نیکی تم لے جاؤ! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اس کو جنت میں پہلے بھیجو! وہ آگے ہوگا اور یہ اس کے پیچھے ہوگا۔

تو ہم یہ سب کچھ سنتے ہیں لیکن ان سنی ہوئی باتوں سے ہمیں کیا عبرت ہو؟ اس کو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں جو آنکھوں دیکھی چیزوں سے عبرت نہیں پکڑتا تو وہ ان چیزوں سے جو اس سے غائب ہیں اور جن کے بارے میں صرف سنا ہے، ان سے کیا عبرت پکڑے گا؟

اولاد کا باپ کو دنیا ہی میں برداشت نہ کرنا:

میرے سامنے دسیوں کیس اس قسم کے آئے کہ بڑے میاں کو نہ اس کی بیوی قبول کرتی ہے اور نہ اولاد قبول کرتی ہے، آپ نے بھی ایسے واقعات سنے ہوں گے، ساری عمر ان کو کھلا کھلا کر موٹا کیا اور ان کے لئے اپنا دین بھی برباد کیا، دنیا بھی برباد کی، لیکن آج جب بڑے میاں معذور ہو گئے تو ان کو جواب دے دیا گیا، بڑے میاں کی کھانسی برداشت نہیں ہوتی، بڑھاپے میں بچارا کھانستا ہے، اس کو ساری ساری رات نیند نہیں آتی، اور ان لوگوں کو اس کی کھانسی برداشت نہیں ہوتی، کہتے ہیں کہ: یہ بوڑھا ساری رات سونے نہیں دیتا! یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ بہت سارے واقعات ہیں، تو قبر کے معاملات اور حشر کے معاملات، دوزخ کے معاملات اور جنت کے معاملات یہ تو ابھی ہم سے غائب ہیں، عالم غیب ہے، یہ ابھی کھلا نہیں، اس عالم شہادت سے تم عبرت نہیں پکڑتے تو عالم غیب سے کیا

...ت پکڑو گے؟

ظالم سے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا:

تم یہاں نہیں دیکھتے ہو کہ ظالم کو اللہ تعالیٰ پکڑتے ہیں اور بدلہ لیتے ہیں، اس کے ... لوگوں کو عبرت نہیں ہوتی، بھائی کبھی کسی پر ظلم نہ کیا جائے، آج تو حالت یہ ہو چکی ہے کہ ...ن کے ہاتھ یتیم کا مال لگ جائے تو اس کو پرواہ نہیں وہ کھا پی جاتا ہے، قرآن نے کہا ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَأْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا.'' (النسآ:۱۰)

ترجمہ:...... ''جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں تو وہ مال نہیں کھاتے بلکہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں!''

قبر میں بداعمالیوں کے سانپ کا قصہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کچھ لوگ آئے اور اپنا قصہ بیان کیا کہ:

''اخرجه ابن ابی الدنیا والبیهقی فی شعب الایمان عن عبدالحمید بن محمود المعولی قال: کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَاَتَاهُ قَوْمٌ فَقَالُوْا: اِنَّا خَرَجْنَا حُجَّاجًا مَعَنَا صَاحِبٌ لَّنَا حَتّٰی اَتَیْنَا ذَاتَ الصِّفَاحِ، فَمَاتَ فَهَیَّأْنَاهُ، ثُمَّ انْطَلَقْنَا، فَحَفَرْنَا لَهٗ قَبْرًا لَحِدْنَا لَهٗ، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنْ لَحْدِهٖ، فَاِذَا نَحْنُ بِاَسْوَدَ قَدْ مَلَأَ اللَّحْدَ، فَتَرَکْنَاهُ وَحَفَرْنَا لَهٗ مَکَانًا آخَرَ، فَلَمَّا فَرَغْنَا مِنْ لَحْدِهٖ اِذَا نَحْنُ بِاَسْوَدَ قَدْ مَلَأَ اللَّحْدَ فَتَرَکْنَاهُ وَاَتَیْنَاکَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ذَاکَ الْغُلُّ الَّذِیْ یَغُلُّ - ولفظ البیهقی -: ذٰلِکَ عَمَلُهُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُ، اِنْطَلِقُوْا فَادْفِنُوْهُ فِیْ بَعْضِهَا، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَوْ حَفَرْتُمُ الْاَرْضَ کُلَّهَا لَوَجَدْتُّمُوْهُ

فِيُهَا. فَانُطَلَقُنَا فَدَفَنَّاهُ فِيُ بَعُضِهَا، فَلَمَّا رَجَعُنَا سَأَلُنَا امُرَأَتَهُ مَا كَانَ يَعُمَلُ زَوُجُكِ؟ قَالَتُ: كَانَ يَبِيُعُ الطَّعَامَ فَيَأَخُذُ كُلَّ يَوُمٍ عَنُهُ قُوُتَ اَهُلِهٖ، ثم يقرض الفصل فَيُلُقِيُهِ فِيُهِ." (شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ فی القبور ص۱۷۴، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:......"ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالحمید بن محمود معولی سے نقل کیا ہے کہ میں ایک دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ لوگ آکر کہنے لگے کہ: ہم حج کرنے آئے تھے، ہمارے ساتھ ایک صاحب تھے جن کا انتقال ہوگیا، ہم نے ان کے غسل وکفن سے فراغت کے بعد ان کے لئے قبر کھودی، ابھی ہم اس کی تدفین کرنا ہی چاہتے تھے کہ دیکھا کہ اس قبر میں ایک بہت بڑا کالا سانپ ہے، جس نے قبر کو بھر رکھا ہے، ہم نے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودی، تو وہاں بھی یہی معاملہ تھا، تب ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ اس کا وہ دھوکا اور کھوٹ ہے جو کیا کرتا تھا۔ بیہقی کے الفاظ ہیں کہ: یہ اس کا وہ عمل ہے جو وہ کیا کرتا تھا۔ جاؤ! اس کو ان میں سے کسی قبر میں دفن کردو، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم پوری زمین میں جہاں اس کے لئے قبر کھودو گے اس سانپ کو وہاں پاؤ گے۔ راوی کہتا ہے کہ: ہم نے ان میں سے ایک قبر میں اس کو دفن کردیا، جب ہم حج سے فارغ ہوکر گھر لوٹے تو اس کی بیوی کے پاس گئے، اور اس سے پوچھا کہ تیرا شوہر کیا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا: گندم کی تجارت کرتا تھا، جتنا روز کا گھر کا خرچہ ہوتا وہ اتنا نکال لیتا تھا اور اس کی جگہ گندم کا ردی حصہ یعنی جو وغیرہ اس میں

ملا کر وزن برابر کردیتا تھا۔‘‘

یعنی حاجیوں کا قافلہ جارہا تھا، ایک حاجی کا راستے میں مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر انتقال ہوگیا، اس کو کفن دینے کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنے لگے، قبر کھودی تو ایک بہت بڑا سانپ جس کو اژدہا کہتے ہیں، اس نے پوری لحد گھیری ہوئی ہے، لوگ حیرت زدہ ہوگئے، دوسری جگہ کھودی تو وہاں بھی یہی ہوا، تیسری جگہ کھودی تو وہاں بھی یہی صورتِ حال، تو لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور کہا کہ: حضرت! کیا کریں؟ فرمایا: ساری دنیا کی زمین بھی کھودلو گے تو یہ تمہیں وہاں بھی ملے گا، یہ اس کا عمل ہے، سانپ نہیں ہے!

یہ جو قبر میں ہم سانپ اور بچھو کا سنتے ہیں، یہ حقیقتِ واقعہ ہے، یہ محض ڈرانے کی باتیں نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات ہیں، اور یہ سانپ اور بچھو اور دوسرے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض اور دوسری بلائیں یہ ساری کی ساری اس کے اپنے اعمال ہیں، اور جو قبر ’’رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ‘‘ یعنی جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، یہ بھی اپنے اعمال ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کو اسی قبر میں دفن کردو! تم ساری روئے زمین بھی کھودلو گے تو یہ وہاں ضرور نکلے گا، کیونکہ یہ اس کا اپنا عمل ہے! پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو وہیں دھکیل کر (ڈر اور خوف تو تھا ہی) جلدی سے اوپر سے بند کردیا۔

ملاوٹ کا وبال:

واپس آئے تو اس کے گھر گئے، اس کی بیوی سے پہلے تعزیت کی اور پھر پوچھا: یہ کیا بات تھی؟ سارا قصہ اس کو سنایا، کہنے لگی کہ: غلے کا کاروبار کرتا تھا، جتنی آج کی ضرورت ہوتی اتنے گیہوں نکال لیتا اس کی جگہ ’’جو‘‘ ڈال دیتا، وزن پورا رکھتا تھا۔ تاجر حضرات سن لیں! ملاوٹ کرنے والے اتنے سے نفع کے لئے اتنا نقصان کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ. الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ. وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ. اَ لَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ. لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ. يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ." (المطفّفین:۱تا۶)

ترجمہ:...... "ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر دیتے ہیں یا وزن کر کے دیتے ہیں تو ڈنڈی مارتے ہیں، گھاٹا ڈالتے ہیں، لوگوں کو کم دیتے ہیں، کیا ان کو یہ گمان نہیں ہے کہ ان کو ایک بڑے دن میں اُٹھایا جائے گا؟ جس دن سب انسان رب العالمین کے سامنے حاضر ہوں گے، کھڑے ہوں گے!"

دنیا عبرت کی جا ہے!

دراصل ہمارا آخرت پر ایمان نہیں رہا، اور آخرت سے پہلے قبر پر بھی ایمان نہیں، خواجہ مجذوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے!
یہ عبرت کی جا ہے، تماشا نہیں ہے!

یہاں تم عبرت پکڑو، تماشے نہ دیکھو!

نیک بخت شخص؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: نیک بخت ہے وہ شخص جو دوسروں کے حال سے عبرت پکڑے! شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لقمان حکیم را گفتند ادب از کسے آموختی؟ گفت از بے ادباں!

حکیم لقمان سے لوگوں نے پوچھا کہ: آپ نے ادب کس سے سیکھا؟ فرمایا کہ: بے ادبوں سے سیکھا! لوگوں نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: جو بات میں نے کسی کے اندر ایسی

دیکھی جو میری نظر میں اچھی نہیں تھی، تو میں نے فیصلہ کرلیا کہ آئندہ مجھ سے یہ بات یا عمل نہیں صادر ہوگا، اس کو تو کچھ نہیں کہا، البتہ اپنی اصلاح کر لی، اس طرح باادب اور صاحبِ ادب بن گئے، گویا جتنے بے ادب تھے اوران کے اندر جو بات بھی ناپسندیدہ تھی یا نظر آئی، میں نے اس کو چھوڑ دیا، اس کو کہتے ہیں دوسروں سے عبرت پکڑنا! تو جو شخص آنکھوں دیکھی چیز سے عبرت نہیں پکڑتا، وہ کانوں سنی سے کیا عبرت پکڑے گا؟ اس کے سامنے دوزخ کے حالات بیان کرو، اس کے سامنے قیامت کی ہولناکیاں بیان کرو، اس کے سامنے قبر کی باتیں بیان کرو، اس کے لئے یہ سب بے سود ہے۔

کیونکہ غفلت کے پردے آنکھوں پر پڑے ہیں، جو سفر آگے طے کرنا ہے اس سے غافل ہیں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

”وَاِنَّکُمْ قَدْ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ وَدُلِلْتُمْ عَلَی الزَّادِ اَلا! وَاِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اِثْنَانِ: طُوْلُ الْاَمَلِ وَاتِّبَاعُ الْھَوٰی! فَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْآخِرَۃَ، وَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْھَوٰی فَیُبْعِدُ عَنِ الْحَقِّ. اَلا! وَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ تَرَحَّلَتْ مُدْبِرَۃً وَاِنَّ الْآخِرَۃَ قَدْ تَرَحَّلَتْ مُقْبِلَۃً وَلَھُمَا بَنُوْنٌ، فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْآخِرَۃِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ، وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا، فَاِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ!“ (البدایہ والنہایہ، ج:۷،ص:۳۰۸)

ترجمہ: .... ”اور بے شک کہ تم کو حکم کیا گیا ہے کوچ کرنے کا، اور تم کو بتادیا گیا ہے توشہ لینے کا، خوب سن رکھو! کہ سب سے زیادہ خوفناک چیز جس کا میں اندیشہ کرتا ہوں تمہارے حق میں وہ دو ہیں: ایک لمبی لمبی امیدیں رکھنا، اور دوسرے خواہشِ نفس کی پیروی کرنا۔ رہا امیدوں کا لمبا ہونا، یہ آخرت کو بھلادیتا ہے، اور رہا خواہش کی پیروی کرنا یہ آدمی کو حق سے دور کردیتا ہے۔ خوب سن رکھو!

کہ دنیا پشت پھیر کر جارہی ہے، اور آخرت ہماری طرف متوجہ ہوکر تیزی سے آرہی ہے، اوران دونوں کے کچھ بیٹے ہیں، سو اگر تم سے ہوسکے تو آخرت کے بیٹوں میں سے بنو! دنیا کے بیٹوں میں سے نہ بنو، کیونکہ آج کا دن عمل کا ہے حساب کا نہیں، اورکل کو حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا۔''

کوچ کا نقارہ بج چکا:

فرمایا کہ: ایک بات یادرکھو! کہ تمہارے لئے کوچ کا نقارہ بج چکا ہے۔

نمازِ جنازہ میں اذان اور اقامت نہیں ہوتی، کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے کان میں اذان اور اقامت کہہ دی جاتی ہے، اور بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جلدی کر اذان ہوچکی ہے، اقامت ہوچکی ہے، امام نیت باندھنے والا ہے، بس اتنی مہلت ہے تیرے پاس! کیونکہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ تکبیر کے بعد امام کی نیت باندھنے میں جتنی دیر لگتی ہے، بس اتنی فرصت ہے تیرے پاس، جلدی کرلے جو کرنا ہے، یہ ہے کوچ کا نقارہ، فرماتے ہیں کہ: کوچ کا نقارہ بج چکا ہے، اور تمہیں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ توشہ ساتھ لے کر جانا ہے۔ کیا توشہ لے کر جانا ہے؟

بوجھ ہلکا کرو:

شیخ عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: تیرا وجود اور جثہ بہت کمزور ہے، ذرا اپنا بوجھ ہلکا کرلو، یہ تم نے خوبصورت پتھروں کی گٹھڑیاں باندھ باندھ کر رکھ لیں، ذرا اپنا بوجھ ہلکا رکھو، پیسے جیب میں لے جاؤ، سونے کی اشرفیاں لے جاؤ، یہ تمہیں کام دیں گی، اور یہ جو تم گٹھڑیاں باندھ باندھ کر رکھ رہے ہو تمہیں معلوم ہے کہ کمر پر لاد کے لے جانا ہے، تم تو بہت ہلکا سا، کمزور سا وجود رکھتے ہو، اپنا بوجھ ہلکا رکھو، ورنہ راستے میں تم اپنا معاملہ بڑا سخت دیکھو گے، حضرتؒ یہ ساری چیزیں جو باندھ باندھ کے لے کر جارہے ہیں خود اُٹھانی پڑیں گی،

وہاں قلی نہیں ملتے، ارے یہاں لندن کے ایئرپورٹ پر قلی نہیں ملتے تو وہاں کہاں ملیں گے؟ وہاں تو یہ معاملہ ہوگا کہ: دستِ خود دھنِ خود، یعنی اپنا ہاتھ اور اپنا منہ۔ خود ہی نمٹو، تو تمہیں بتادیا گیا ہے کہ یہ توشہ لے کر جانا ہے، مگر تم سنتے ہی نہیں، جو توشہ لے جانا ہے اس کی فکر نہیں کرر ہے، اور جو بوجھ نہیں اُٹھانا ہے اس کو باندھ رہے ہو۔

طولِ امل اور اتباعِ ہویٰ:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: دو چیزیں مجھے تمہارے حق میں سب سے زیادہ خوفناک نظر آرہی ہیں، ایک طولِ امل (''طول'' کے معنی لمبا ہونا اور ''امل'' کے معنی امیدیں)۔ ہم میں سے ہر شخص جب مکان بناتا ہے تو آر سی سی کا بناتا ہے، اچھے سے اچھا مال، اتنے موٹے موٹے سریے، گویا زبانِ حال سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے یہ مکان حادثہ سے محفوظ رہے، تو یہ عمارت ایک ہزار سال تو کہیں جاتی نہیں، لیکن:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں!
سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں!

یہ تو اپنی موت سے بے خبر ہوکر ہم امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ یہ کریں گے، وہ کریں گے، اسی کا نام ''طولِ امل'' ہے، امیدوں کا لمبا رکھنا، ہاں بقدرِ ضرورت سامان جمع کرسکتے ہو، مثلاً تم ملازم ہو اور ایک ماہ کے بعد تنخواہ ملتی ہے، تو تم ایک ماہ کا سامان کرلو، اگر کوئی بیچارا کسان ہے اور اس کی فصل چھ ماہ کے بعد آتی ہے، چھ ماہ کا سامان کرلو، اور ایک بیچارہ مزدور ہے، دہاڑی پر کام کرتا ہے، وہ ایک دن کا انتظام کرلے، کل اللہ تعالیٰ دے گا، زندگی ہوگی تو اللہ تعالیٰ ضرور دیں گے، یہ تو موٹی سی بات ہے کہ اگر زندگی اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے تو زندگی کسی چیز کے ساتھ قائم بھی تو رہے گی، تو اللہ تعالیٰ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے بھی کوئی نہ کوئی بندوبست کرے گا، اتنی مختصر سی بات تھی کہ ہم اپنے کام میں لگتے اور یہاں کی دلچسپیوں کو کم کرتے، لیکن ہمارا معاملہ بالکل اُلٹ ہوگیا، امیدیں لمبی ہوگئیں، اور آخرت کی فکر بالکل ہی موہوم ہوگئی، بلکہ موہوم ہوتے ہوتے معدوم ہوگئی، دن رات کے چوبیس گھنٹے

میں ہمیں شاید ہی خیال آتا ہو کہ ہمیں جانا ہے، یار تیاری کرلیں! کل سفر ہے اور سفر بہت دور کا ہے! یہاں سے لوگ حرمین شریفین کے سفر پر جاتے ہیں یا کسی اور جگہ کسی اور ملک میں جاتے ہیں تو وہاں جا کر ٹیلی فون کرتے ہیں کہ میں فلاں چیز بھول آیا ہوں، فلاں آدمی آرہا ہے میرے پاس، اس کے ہاتھ بھجوا دینا، تو بھائی! یہ ایسا سفر ہے کہ اس سفر میں ٹیلی فون بھی نہیں کرسکو گے، تمہیں واپس آنے کی مہلت نہیں ہوگی اور کچھ منگوانے کی مہلت نہیں ہوگی، تو لمبی امیدوں کی جگہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہماری امیدیں منقطع ہو جاتیں، اور آدمی یہ کہتا کہ مجھے اس چیز سے کیا غرض؟ اور میں اس کا کیا کروں گا؟ کیونکہ میرا تو شام کو سفر ہے، جب میں شام کو جا رہا ہوں اور رخصت ہو رہا ہوں تو مجھے کوئی ہزار بلڈنگیں بھی دے دے تو میں ان کو کیا کروں گا؟ کوئی کہے کہ یہ کارخانہ آپ کا ہے، کوئی مفت بھی دے تو میں لینے کے لئے تیار نہیں ہوں گا، کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، بھائی ہمارا اصل معاملہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ موت نصب العین ہوتی، ہماری قبر ہمارے سامنے ہوتی اور ہمیں خیال ہوتا کہ صبح گئے یا شام گئے، کہاں کی امیدیں؟ کہاں کے منصوبے؟ اور کہاں کی یہ چیزیں؟ لیکن ہمیں غارت کر دیا یہاں کے منصوبوں نے، اور جس کے لئے منصوبہ بندی کرنا چاہئے تھی وہ تو کی ہی نہیں۔

اتباعِ ہویٰ کے نقصانات:

فرمایا: ایک تو مجھے سب سے زیادہ خطرے کی چیز یہ نظر آ رہی ہے، اور دوسری چیز ہے ''اتباعِ ہویٰ'' یعنی خواہش نفس کی پیروی کرنا۔

ہماری خواہش نفس کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی شریعت کا مسئلہ یا شریعت کی کوئی بات ہماری خواہش نفس کے مطابق ہوگی تو ہم عمل کریں گے، ورنہ کہہ دیں گے کہ: ''اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے!'' بس نفس کی خواہش پوری ہونی چاہئے، اللہ اور اللہ کے رسول کا فرمان پورا ہوتا ہے یا نہیں؟ اس چیز سے ہمیں بحث نہیں! بس ہماری خواہش نفس پوری ہونی چاہئے۔

طولِ امل کا نقصان:

فرمایا کہ: ان دونوں کے خطرناک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ''طولِ امل'' امیدوں کا

لمبا ہونا، آدمی کو آخرت بھلا دیتا ہے۔ آرزوؤں میں پڑ کے آدمی آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، آخرت کا کام کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔

اتباعِ ہویٰ یعنی خواہش نفس اور اس کی پیروی کرنا یہ آدمی کو حق سے روک دیتا ہے۔ جو شخص اپنی خواہش نفس پر چلتا ہو، وہ حق کو قبول نہیں کرسکتا، اس کے سامنے کتنے ہی اخلاص کے ساتھ، کتنی ہی ہمدردی کے ساتھ اور کتنی ہی محبت کے ساتھ اور کیسی ہی نرمی کے ساتھ حق بات پیش کیجئے، چونکہ وہ حق بات اس کی خواہش کے خلاف ہے، اس لئے وہ اسے قبول نہیں کرے گا، بلکہ جواب دے گا کہ: ''جاؤ جی مولوی صاحب! اپنا کام کرو! تم نہیں جانتے ان معاملات کو!'' یہ ہے وہ اتباعِ ہویٰ! جو آدمی کو حق سے روک دیتا ہے، خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب کوئی حکم سامنے آجائے تو اپنے نفس کی خواہش کو چھوڑ دو یہ ہمارا نفس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہمارا خیر خواہ نہیں۔

دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے:

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ: دنیا جارہی ہے، آخرت آرہی ہے، اور دونوں کے بیٹے ہیں۔

آخرت کے بیٹے بنو:

کچھ بیٹے ہیں دنیا کے، کچھ بیٹے ہیں آخرت کے، آپ کو معلوم ہے کہ بیٹا جس باپ کا ہوتا ہے اس کی طرف منسوب ہوتا ہے، بیٹا تو ایک ہی باپ کا ہوتا ہے، دو کا تو نہیں ہوتا، ایک باپ کے دو بیٹے تو ہوسکتے ہیں، مگر ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوسکتے، باپ تو ایک ہی ہوگا۔ تو بعض لوگ ایسے ہیں جو ابناء الدنیا ہیں، دنیا کے بیٹے ہیں، ان کا اور کوئی باپ نہیں ہے، اور کچھ ہیں جو ابناء الآخرۃ ہیں، آخرت کے بیٹے ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا . اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا." (الکہف:۱۰۳،۱۰۴)

ترجمہ:......"(اے نبی!) آپ کہہ دیجئے کہ تمہیں بتائیں کہ عمل کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ (اکثر سب سے زیادہ خسارہ اُٹھانے والے اعمال کے اعتبار سے کون ہیں؟) یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری محنت ضائع ہوگئی، گم ہوگئی دنیا کی زندگی میں، اور یہ لوگ گمان کررہے ہیں کہ یہ لوگ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔"

دنیا کے بیٹے ابنائے آخرت کا مذاق اُڑاتے ہیں:

دنیا والے مُلّاؤں کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ دنیا کا کام نہیں جانتے، اللہ والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، غریب غربا کا مذاق اُڑاتے ہیں، فقیروں کا مذاق اُڑاتے ہیں، جن کے پاس دنیا نہیں ہے ان کا مذاق اُڑاتے ہیں، اور یوں سمجھتے ہیں کہ ہم ہنرمند ہیں، تعلیم یافتہ ہیں، آج کل اسی کو تعلیم یافتہ کہتے ہیں جو دنیا کمانا، حرام کمانا زیادہ جانتا ہو۔

تمہیں کمزوروں کی برکت سے رزق ملتا ہے:

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص اپنے چھوٹے بھائی کی شکایت لے کر آئے، بڑا بھائی کماتا تھا اور چھوٹا بھائی کماتا نہیں تھا، تمہاری اصطلاح میں "صوفی" تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا، تو بڑے بھائی نے شکایت کی کہ حضرت! یہ یہیں پڑا رہتا ہے، کوئی کام دھندہ نہیں کرتا۔ وہ بیچارہ تو خاموش رہا، آخر بڑے بھائی کو کیا جواب دیتا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ!"

(مشکوٰۃ، ص:۴۴۷)

ترجمہ:......"تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تم کو جو رزق دیا جاتا ہے، وہ ان کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے!"

تم سمجھتے ہو کہ میں کمارہا ہوں، تم نہیں کمارہے، اللہ تعالیٰ اس کے حصے کی دے رہا

ہے، گھر میں جو سب سے کمزور آدمی ہے اور جو بیچارہ کمائی میں سب سے پھسڈی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمام گھر والوں کو پال رہے ہیں، یہ ابناء الآخرۃ یعنی آخرت کے بیٹے ہیں، لیکن دنیا نہیں کما سکتے، کیا کریں؟ تم کبھی ان کا مذاق اُڑاتے ہو کہ خیرات کی روٹیوں پر پلتے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہو، کبھی کچھ کہتے ہو، کہتے رہو بھائی! ہمارا کچھ نہیں بگڑتا، تم اپنا ہی نقصان کرتے ہو، لیکن تمہاری یاد دہانی کے لئے کہتا ہوں جن کو تم کہتے ہو کہ یہ خیرات کی روٹیوں پر پلتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ تم ان کی وجہ سے پل رہے ہو، اللہ تعالیٰ تم کو ان کی وجہ سے پال رہا ہے، وہ نہ ہوتے تو اللہ تمہیں نہ پالتا، تم ان کو نہیں پال رہے، بلکہ ان کا ضعف، ان کی کمزوری یہ تمہیں پال رہی ہے، وہ اللہ کی رحمت کو کھینچ رہی ہے۔

آج عمل اور کل حساب ہوگا:

تو ارشاد فرمایا کہ: دنیا جارہی ہے، آخرت آرہی ہے، اور دونوں کے بنون ہیں، بیٹے ہیں، سو تم ابنائے دنیا نہ بنو، ابنائے آخرت بنو، کیونکہ آج عمل ہے، حساب نہیں، کرلو جو کرنا ہے، ایک ساتھ ہی حساب کریں گے۔ ایک آقا ہوتا ہے وہ ملازم سے ایک ایک بات پوچھتا ہے، یہ کیوں کیا؟ وہ کیوں نہیں کیا؟ اور ایک آقا بلند نظر ہوتا ہے، وہ ایک ایک بات پر نہیں اُلجھتا، ملازم غلطی کرتا ہے، کرنے دو، ایک ماہ تو پورا ہونے دو، پھر اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کیسا ہے؟ ہمارے ساتھ چل سکتا ہے کہ نہیں چل سکتا؟ ایک ایک بات پر نہیں اُلجھتا، ہدایتیں دے دیتا ہے، اخلاص کے ساتھ، محبت کے ساتھ، تو حق تعالیٰ شانہ ایک ایک بات پر تم سے نہیں اُلجھتے، ایک ایک بات پر مناقشہ نہیں فرماتے، عمل کی مہلت دے دی، عمل کرلو، حساب بعد میں کرلیں گے، لیکن آج کا دن ختم ہوگا، کل کا دن آئے گا تو عمل نہیں ہوگا حساب ہوگا، اس کو کہا جائے گا کہ پورا کرو حساب! کہے گا کہ: کہاں سے پورا کروں؟

میدانِ حشر میں ابنائے دنیا کا حال:

ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

"يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ فَیَقُوْلُ لَہٗ: اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ؟ فَیَقُوْلُ: رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ آتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ..... الخ."

(مشکوٰۃ،ص:۴۴۳)

ترجمہ:...... ''ایک آدمی قیامت کے دن ذلیل و رسوا کرکے اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھیں گے کہ: میں نے تو بہت سارا مال دیا تھا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ: یا اللہ! میں نے اس کو خوب بڑھایا تھا، (ایک کی دو دکانیں بنالی تھیں، ایک کی چار بسیں بنالی تھیں، ایک کی چار فیکٹریاں بنالی تھیں، وغیرہ وغیرہ) بہت زیادہ میں نے کاروبار کو بڑھالیا تھا، بڑی ترقی دی تھی کاروبار کو، اگر آپ کو چاہئے تو مجھے واپس بھیج دیجئے میں لاکر آپ کو دے دیتا ہوں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: نہیں! مجھے ضرورت نہیں ہے، وہ تو تمہیں یہاں بھیجنے کے لئے دیا تھا، تمہارے کام یہاں آتا۔''

حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا اور آج عمل ہے حساب نہیں ہے۔

قبر والے کچھ کر نہیں سکتے:

شرح الصدور میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''واخرج ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ قال: اَقْبَلْتُ مِنَ الشَّامِ اِلَی الْبَصْرَۃِ فَنَزَلْتُ الْخَنْدَقَ، فَتَطَھَّرْتُ، وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ بِاللَّیْلِ، ثُمَّ وَضَعْتُ رَاْسِیْ عَلٰی قَبْرٍ، فَنِمْتُ ثُمَّ انْتَبَھْتُ فَاِذَا صَاحِبُ الْقَبْرِ یَشْتَکِیْ وَیَقُوْلُ: لَقَدْ آذَیْتَنِیْ مُنْذُ اللَّیْلَۃَ! ثُمَّ قَالَ: اِنَّکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَنَحْنُ نَعْلَمُ، وَلَا نَقْدِرُ عَلَی الْعَمَلِ، اِنَّ الرَّکْعَتَیْنِ اللَّتَیْنِ رَکَعْتَھَا خَیْرٌ

مِّنَ الدُّنیَا وَمَا فِیْهَا. ثُمَّ قَالَ: جَزَی اللهُ اَهْلَ الدُّنیَا خَیْرًا فَاقْرَأْ مِنِّیَ السَّلَامَ، فَاِنَّهٗ یَدْخُلُ عَلَیْنَا دُعَائُهُمْ نُوْرٌ مِثْلُ الْجِبَالِ." (شرح الصدور ص:۳۰۵ طبع بیروت)

ترجمہ:...... "ابن ابی قلابہ کہتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں رات کو ایک خندق میں اُتر کر وضو کیا، دو رکعت نفل ادا کی اور قبر پر سر رکھ کر سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قبر والا مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ رات بھر آپ نے مجھے (قبر پر سر رکھنے کی وجہ سے) ایذا دی، پھر کہنے لگا کہ: تم نہیں جانتے اور ہم جانتے ہیں، مگر عمل نہیں کر سکتے، بے شک وہ دو رکعتیں جو تو نے ادا کی ہیں، دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں، پھر اس نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو جزائے خیر دے، آپ ان کو میرا سلام کہئے اور ان کو بتلایئے کہ ان کی دعائیں ہماری قبروں میں نور کے پہاڑوں کی طرح داخل ہوتی ہیں۔"

یعنی ایک بزرگ قبرستان کے پاس سے جارہے تھے، وہاں معلوم نہیں ان کو کیا خیال آیا کہ انہوں نے ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس کا ثواب قبر والے کو بخش دیا، چند لمحات کے لئے بیٹھے تھے کہ ان کو نیند آ گئی، خواب میں دیکھتے ہیں کہ قبر والے سے ملاقات ہوئی اور اس نے کہا کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ہم تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کا نام سننے کو ترس گئے تھے، آج تم نے دو رکعتیں میری قبر کے پاس پڑھی ہیں اور مجھے ان کا ثواب بخشا ہے، دنیا بھر کے خزانوں کی قیمت اس کے بدلے میں کچھ نہیں، مجھے اس سے اتنی مسرت ہوئی ہے۔ اور پھر وہ صاحبِ قبر کہنے لگے کہ: ہم سب کچھ جانتے ہیں، مگر کچھ کر نہیں سکتے، اور تم سب کچھ کر سکتے ہو مگر جانتے نہیں ہو۔

حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے، دنیا بقدرِ ضرورت منع نہیں، حلال سے لو حرام سے نہ لو، اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی کرتے رہو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو، بندوں کے حقوق اپنی گردن پر لے کر نہ جاؤ اور یہ سوچتے رہا

کرو کہ ہم نے اپنی قبر کے لئے، اپنے حشر کے لئے اور اپنی آخرت کے لئے کیا سامان بھرا ہے؟ کیا توشہ بھرا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ سفر بہت سخت درپیش ہے اور توشہ ہم نے ساتھ لیا نہیں ہے، ان دیکھے راستے ہیں، مشکل گھاٹیاں ہیں۔

حضرت علیؓ کا خطبہ: قبر، حشر اور محشر کے بیان میں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جنازے کے ساتھ اس کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے، جب میت کو اس کی لحد میں رکھا گیا تو اس کے متعلقین اہل وعیال چلانے اور رونے لگے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا:

> ''روتے کیوں ہو؟ اللہ کی قسم! یہ لوگ اگر دیکھ لیتے اس چیز کو جس کا معائنہ ان کی میت نے کرلیا ہے، تو ان کا معائنہ ان کو ان کی مجلس سے غافل کردیتا، اور بے شک اس کے لئے، یعنی موت کے لئے ان میں لوٹنا ہے، یعنی بار بار لوٹنا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر آپؓ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے، اس میں ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی، وہ اللہ جس نے تمہارے لئے مثالیں بیان کی ہیں، تمہارے لئے میعادیں مقرر کردی ہیں، تمہارے لئے کان رکھے ہیں، تم کو کان عطا فرمائے ہیں، جو سنتے ہیں ان چیزوں کو جو ان کو مشقت پیش آنے والی ہے، اور تمہیں آنکھیں دی ہیں، تاکہ وہ اپنے پردے کو ہٹا کر دیکھے، اور دل دیئے ہیں جو ان حوادث کو جو پیش آنے والے ہیں، سمجھیں، یہ کان، آنکھیں اور دل ایسی صورتوں میں، ایسی ترکیب میں اللہ نے رکھے ہیں جن کی صورت اللہ تعالیٰ نے خود بنائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا، اور نصیحت کو تم سے ہٹایا نہیں، بلکہ تم کو عزت دی ہے کامل نعمتوں کے ساتھ، اور

تمہاری مدد فرمائی ہے، تمہاری پوری پوری حاجتوں کے ساتھ، اور جو کچھ تم کرتے ہو، تمہارا پوری طرح احاطہ کرلیا ہے، اور تمہارے لئے جزا تیار کر رکھی ہے، خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی، بس اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، تلاش کرنے میں کوشش کرو، خواہشوں کی قطع کرنے والی چیزوں اور لذتوں کے گرا دینے والی چیز کے آنے سے پہلے پہلے عمل کی طرف سبقت کرو، اس لئے کہ دنیا ایسی چیز ہے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ نہیں رہتیں، اور اس کے دردناک حوادث سے کبھی آدمی بے خوف نہیں ہوسکتا، یہ ایک دھوکہ ہے جو درمیان میں آگیا ہے، اور یہ ایک سایہ ہے جو بہت کمزور ہے، اور یہ ایک سہارا ہے جو جھکا چاہتا ہے، اور گرا چاہتا ہے، تیزی سے گزر جاتا ہے، اور آدمی کو ہلاک کر کے چلی جاتی ہے، اپنے پیچھے شہوتوں کی تھکن کو چھوڑ جاتی ہے، اس لئے اللہ کے بندو! عبرتوں کے ساتھ نصیحت حاصل کرو، آیات اور آثار کے ساتھ عبرت لو، ڈرانے والی چیزوں کو سن کر ڈر جاؤ، اور نصیحت کی ہوئی باتوں سے نفع اٹھاؤ، مجھے یوں لگ رہا ہے کہ گویا موت نے اپنے پنجے تم میں گاڑ دیئے ہیں، اور مٹی کے گھر نے تم کو سمیٹ لیا ہے، اور پریشان کرنے والے احوال تمہارے سامنے آگئے ہیں، صور پھونکا جارہا ہے، قبریں اکھڑی جارہی ہیں، محشر کی طرف کشاں کشاں لے جایا جارہا ہے، حساب کے لئے تمہیں کھڑا کیا جارہا ہے، یہ قدرت جبار کا احاطہ ہے، ہر نفس اس طرح آرہا ہے کہ ایک اس کے ساتھ ہانکنے والا ہے، جو اس کو محشر کی طرف ہانک رہا ہے، اور ایک گواہ ہے جو اس پر گواہی دے رہا ہے اس کے عمل کی، (زمین چمک اٹھی اپنے رب کے نور سے اعمال نامے سامنے رکھ دیئے گئے، نبیوں کو لایا گیا، شہیدوں کو لایا گیا، گواہوں کو لایا گیا اور

لوگوں کے درمیان انصاف کا فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ذرا ظلم نہیں ہوگا)، اس کی وجہ سے شہر کانپ گئے اور ایک منادی نے آواز دی کہ آج ملاقات کا دن ہے، پنڈلی کھول دی گئی، سورج بے نور ہوگیا، وحشی جانور تک جمع کردیئے گئے حشر کی جگہوں میں، اور بھید دل کے خفیہ بھید کھل گئے، حشرات ہلاک ہوگئے، دل کانپ اٹھے اور اہل نار کو اللہ کی جانب سے ہلاک کرنے والی پکڑ اور چیخیں نکالنے والی سزا نازل ہوگئی، دوزخ ظاہر ہوگئی جس کی کنڈیاں ہیں، جس کے لئے شور ہیں اور جو اس طرح کڑکڑاتی ہے جس طرح بادل کڑکڑایا کرتے ہیں، وہ غیظ وغضب میں ہے، وعید میں ہے، اس کی آگ بھڑک رہی ہے، اس کا گرم پانی جوش مار رہا ہے، اور اس کی سموم یعنی گرم ہوا جلا رہی ہے، اس میں رہنے والوں کو سانس لینا مشکل ہوگا اور اس کی حسرتیں اور واویلا کبھی ختم نہیں ہوگا، اس کے منہ کو جولگا دی گئی ہے، اس کو کوئی توڑے گا نہیں، ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے جو ان کو کھولتے ہوئے پانی کی اور جہنم میں داخل ہونے کی خوشخبری دے رہے ہوں گے، یہ لوگ اللہ سے محجوب ہوں گے، اولیاء اللہ سے جدا ہوں گے، دوزخ کی طرف لئے جا رہے ہوں گے، اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! اس طرح ڈرنا جو بہت ہی کمزور اور بہت ہی عاجز ہوگیا ہو، جو کپکپاتا اور کپکپاتے ہوئے چل پڑا ہو، اور جو ڈر گیا اس نے دیکھا ہو ڈرنے کی وجہ سے وہ خوف ناک چیزوں سے رک گیا ہو، پس اچھی چیز کی طلب میں تیز بھاگ رہا ہو، اور شر سے بچنے کے لئے نجات حاصل کرنے کے لئے دوڑ لگا رہا ہو، اس نے معاد کے لئے توشہ آگے بھیج دیا اور اس توشہ کے ذریعہ سے (نیکیوں کے توشے کے ذریعہ سے) قوت حاصل کرلی، دیکھو اللہ تعالیٰ منتقم اور بصیر ہونے

کے لئے کافی ہے، اور تمہارا نامہ عمل تم سے لڑنے کے لئے اور دشمنی کرنے کے لئے بہت ہے، جنت ثواب کے لئے کافی ہے، دوزخ وبال اور عتاب کے لئے کافی ہے، اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اپنے لئے اور تمہارے لئے۔'' (حلیۃ الاولیا، ج:۱ص:۷۷)

تین مضامین:

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طویل خطبہ ہے، اور اس میں تین مضمون بیان فرمائے ہیں، ایک حشر کا، دوسرا قبر کا، اور تیسرا میدان محشر کا۔

اگر یہ لوگ برزخ کا مشاہدہ کر لیتے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ ایک جنازے میں تدفین کے لئے گئے، تو میت پر جب مٹی ڈالنے لگے تو جوان کے اہل وعیال تھے وہ چلانے لگے، جیسے کہ جب جنازہ گھر سے نکالا جاتا ہے تو اس وقت کہرام مچ جاتا ہے، اب تک کم سے کم لاش آنکھوں کے سامنے تھی، جب مٹی ڈالنے لگے، قبر کو بند کرنے لگے تو لاش بھی غائب ہوگئی، اس وقت پھر کہرام مچا ہوگا، تو اس موقع پر حضرت امیرالمؤمنینؓ نے فرمایا کہ: میاں! روتے کیوں ہو؟ چلاتے کیوں ہو؟ یہ رونا اور چلانا کیسا، ان کی میت نے یعنی ان کے مردے نے جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے، یعنی عالم برزخ کا، اگر یہ لوگ اس چیز کا مشاہدہ کر لیتے تو پھر ان کو مردہ بھول جاتا، اپنی فکر پڑ جاتی اور وہ قصہ ویسا ہی ہو جاتا جس طرح کہ لطیفہ مشہور ہے۔

موت کا ڈر، ایک واقعہ:

ایک خاتون کی لڑکی بیمار تھی، وہ اس کے سرہانے بیٹھی دعائیں کر رہی تھی، یا اللہ! اس کو شفا دے دے، یا اس کی جگہ مجھے ہی موت آجائے، اتنے میں گھر میں کوئی کتا آیا، اس نے کسی ہنڈیا میں منہ ڈالا، منہ تو اس نے گھسالیا، لیکن پھر نکلا نہیں، اسی ہنڈیا سمیت وہ بھاگ رہا تھا، وہ ادھر کو نکلا تو اس نے سمجھا کہ یہی عزرائیل ہیں، تو اسی طرح اس کو دیکھ کر وہ خاتون کہتی ہے کہ: عزرائیل میاں! وہ بیمار لڑکی ادھر پڑی ہے، یعنی میری طرف نہ آئے۔ واقعی جب آدمی کی اپنی جان پر بنتی ہے، پھر دوسرا یاد نہیں رہتا۔

قبر کا نقشہ دیکھتے تو مردہ بھول جاتے:

امیر المؤمنینؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کی ہولناکیاں اور قبر کے نقشے ان کے سامنے آجاتے تو ان کو اپنا مردہ بھول جاتا، اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ موت تو بار بار تمہارے گھر کا پہرہ دے گی، بار بار آئے گی، یہاں تک کہ ایک آدمی کو بھی نہیں چھوڑے گی، جتنے گھر میں آدمی ہیں موت سب کو ایک ایک کر کے لے کر جائے گی۔

مثالیں اور میعادیں:

یہ تو وہاں ارشاد فرمایا، اس کے بعد واپس ہوئے تو حضرت امیر المؤمنینؓ نے خطبہ دیا، اور وہ بڑا طویل خطبہ ہے، فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی، جس اللہ نے تمہارے لئے مثالیں بیان کردی ہیں، نیک لوگوں کی مثالیں بھی بیان کردی ہیں، اور برے لوگوں کی بھی۔ فرعون کی بھی مثال بیان کردی، موسیٰ علیہ السلام کی بھی مثال بیان کردی، اشرار کی بھی، ابرار کی بھی، ہر ایک کی مثال بیان کردی، سخاوت کرنے والوں کی بھی مثال بیان کردی، بخیلوں کی بھی مثال بیان کردی، ماں باپ کے نافرمان کی بھی مثال بیان کردی، اور فرمانبرداروں کی بھی مثال بیان کردی، تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے لئے اللہ نے اپنے پاک کلام میں مثالیں نہ بیان کردی ہوں، اور اسی طرح تمہارے لئے میعادیں بھی مقرر کردی ہیں۔

ہر آدمی کا پروانہ:

ہر ایک آدمی کی قسمت کا پروانہ اور اس کے گنے ہوئے دن، اس کی گردن میں لٹکا کر کے بھیجے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے:

”وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ.“

(بنی اسرائیل:۱۳)

ترجمہ:......”ہر ایک کی قسمت کا پروانہ ہم نے اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے۔“

اپنا سبق دہراتا ہوں:

یہ پٹا تمہاری گردن میں پڑا ہوا ہے، تمہیں نظر نہ آئے اور تم نہ پڑھ سکو تو دوسری

بات ہے، بھئی! میں اپنا سبق پکایا کرتا ہوں، تم کہو گے کہ وہی پرانی باتیں دہراتا ہے، جیسے حافظ جی سبق دہراتا رہتا ہے، اپنا پارہ پکانے کے لئے، میں بھی اپنی باتیں اپنے ذہن میں پختہ کرنے کے لئے دہراتا رہتا ہوں، تمہارے کام آجائے تو تم بھی اس کو استعمال کرلو، نہ کام آئے تو میرے پاس چھوڑ کر چلے جاؤ، مجھے تو اپنا سبق پکانا ہے، آپ کو نصیحت نہیں کرنی، استاد کے سامنے طالب علم آموختہ دہراتا ہے، پکاتا ہے، تو میں تو اپنا سبق تمہیں سناتا رہتا ہوں تاکہ میں بھول نہ جاؤں۔

حضرت ام حبیبہؓ کی دعا:

میں نے آپ حضرات کو حدیث شریف سنائی تھی کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دعا کررہی تھیں:

''اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِزَوْجِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِاَبِیْ اَبِیْ سُفْیَانَ وَبِاَخِیْ مُعَاوِیَۃَ. فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّکِ سَأَلْتِ اللّٰہَ لِاٰجَالٍ مَضْرُوْبَۃٍ وَاٰثَارٍ مَوْطُوْئَۃٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَۃٍ لَا یُعَجِّلُ شَیْئًا مِنْھَا قَبْلَ حِلِّہٖ وَلَا یُؤَخِّرُ مِنْھَا شَیْئًا بَعْدَ حِلِّہٖ وَلَوْ سَأَلْتِ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَکِ مِنْ عَذَابٍ فِی النَّارِ وَعَذَابٍ فِی الْقَبْرِ لَکَانَ خَیْرًا لَّکِ.'' (صحیح مسلم، ج:۲،ص:۳۳۸)

ترجمہ:......''یا اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے، میرے والد ابوسفیانؓ کے ذریعے سے اور میرے بھائی معاویہؓ کے ذریعہ سے نفع دیجئے، (مطلب یہ کہ یہ زندہ رہیں، اللہ ان کی زندگی لمبی کرے، اور ان کا سایہ دراز فرمائے اور میرے سر پر قائم رکھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز مانگ رہی ہے، اور ان میعادوں کے بارے میں سوال کررہی ہے جن کی تعیین کی جاچکی ہے، اور ان رزقوں کے

بارے میں مانگ رہی ہے جن کو تقسیم کر کے دیا جا چکا ہے، اور ان سانسوں کے بارے میں سوال کر رہی ہے جن کو گن کر شمار کر لیا گیا ہے (کہ اتنے سانس ہیں فلاں صاحب کے)، اللہ تعالیٰ ان اجال اور انفاس کو نہ مؤخر کریں گے نہ مقدم کریں گے، اگر تو نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ سے پناہ عطا فرمائیں اور قبر کے عذاب سے پناہ عطا فرمائیں تو یہ افضل ہوتا اور بہتر ہوتا۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مانگنے کی چیز تو یہ تھی مگر تو کچھ اور مانگ رہی ہے! تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے میعادیں مقرر کر دی ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ کا استحضار:

اس کے بعد فرمایا: تمہیں کان دیئے ہیں، آنکھیں دی ہیں، دل دیئے ہیں، کان دیئے ہیں تاکہ کانوں میں جو بات پڑتی ہے، اس کو تم ذرا سمجھ لو۔

کان گانے سننے کے لئے ہیں؟

کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کان اس لئے دیئے ہیں تاکہ تم گانے سنو؟ سن لو، سنتے ہو تو سن لو، ایک بچی نے مجھے خط لکھا کہ میں گانے کے بغیر رہ نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے، بچپن سے ایسی عادت پڑ گئی، بس حضرت! رہنے دیجئے اس کو بچپن سے ایسی عادت پڑ گئی گانے سننے کی، گویا گانے گھٹی میں ڈال دیئے گئے ہیں، گانے سننے سے تمہاری طبیعت بدمزہ نہیں ہوتی؟ تم کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ دل میں ظلمت آ رہی ہے، تم کو خیال نہیں آتا کہ ہمارے کانوں کے ذریعہ سے اندر کیا انڈیلا جا رہا ہے؟

آنکھوں کی نعمت:

فرمایا اور تم کو نظریں دی ہیں، آنکھیں دی ہیں، تاکہ تم اس کے پردے کو ہٹاؤ اور عبرت کی نظر سے دیکھو۔

آنکھیں اس لئے دی ہیں تاکہ تم ان آنکھوں سے نظرِ عبرت کے ساتھ دیکھو، اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے دل عطا فرمائے ہیں تاکہ تم ان حوادث اور مسائل کو سمجھو جو تمہیں پیش آنے والے ہیں

انسان اور جانور کا فرق:

تم میں اور جانور میں یہی فرق ہے کہ تم مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے اس کا تحفظ کیا کرتے ہو، اور جانور بے چارہ جو سامنے آتا ہے کھالیتا ہے، آگے کی اس کو فکر نہیں، تم تدبر اور تدبیر کیا کرتے ہو، تدبر کے معنی ہیں انجام کو سوچنا اور تدبیر کے معنی ہیں: انجام کے لئے کوئی سامان کرنا کہ یہ چیز پیش آنے والی ہے، اس کا کیا بندوبست کیا جائے؟ اس کو تدبیر کہتے ہیں، کسی چیز پر غور وفکر کرنا تدبر کہلاتا ہے، اپنے انجام کو سوچنا تدبر کہلاتا ہے، اور اس انجام کی بھلائی کے اسباب مہیا کرنے کی فکر کرنا تدبیر کہلاتا ہے، انسان کو حق تعالیٰ شانہ نے تدبر بھی دیا ہے اور تدبیر بھی دی ہے، حیوانات کو یہ چیز نہیں دی، اور یہ تدبر اور تدبیر دلوں کا کام ہے، اور یہ دماغ اس کی مشینری دل ہے۔

حکماً کی غلط فہمی:

حکما بے چارے یہاں ٹھوکریں کھاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ غور وفکر کا مرکز انسان کا دماغ ہے، وہ بھی ٹھیک کہتے ہوں گے، لیکن مرکز یہ نہیں ہے، ہاں البتہ یہ سوچنے کی مرکزی مشین ہے، تو گویا دل کے ذریعہ سے اس سوچنے کی مشین کا بٹن دبایا جاتا ہے، اگر دل میں تقویٰ ہو تو دماغ تقویٰ کی بات سوچے گا، اور اگر دل میں خباثت اور نجاست ہو تو قلب میں لوگوں کی ایذا رسانی کی تدبیریں گردش کریں گی، قلب میں نیکی اور پارسائی ہو تو دماغ اس کا بندوبست سوچے گا، اور دل میں خدا کا خوف نہ ہو تو پھر دماغ اس کے مطابق تدبیریں کرے گا، تو حکم تو چلتا ہے دل کا، چاہت اور ناچاہت تو دل کا کام ہے، نیکی اور بدی دل کا کام ہے، اسی طرح خباثت یا طہارت یہ قلب کی صفت ہے، دماغ تو اس کی مشین ہے، جس طرف دل کہے گا اسی طرح کرے گا، جو حاکم کہے گا ماتحت اس کی تعمیل کریں گے۔

دل کی نعمت:

تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دل بخشے ہیں تا کہ آئندہ جو حوادث پیش آنے والے ہیں ان کی فکر کرو، اس لئے تم لوگ یوں نہ سمجھو کہ اللہ نے تمہیں پیدا کر کے مہمل چھوڑ دیا ہے، تم سے کوئی حساب وکتاب نہیں لے گا، اور یہ بھی نہ سمجھو کہ چونکہ تم نے کانوں میں

ڈاٹ دے لئے ہیں، آنکھیں بند کر لی ہیں اور دلوں کو اللہ کی نصیحت سے پھیر لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے نصیحت پھیر لیں گے، نہیں! اللہ تعالیٰ اپنی عنایت اور نصیحت کرنے کا اپنا فضل تمہاری طرف متوجہ رکھیں گے، تم سنوتب بھی، نہ سنوتب بھی، تم عبرت حاصل کروتب بھی اور عبرت کی آنکھیں بند کرلوتب بھی اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے نصیحت کرتے رہیں گے۔

احسانات الٰہی اور اعمال کی جزا وسزا:

بہرکیف! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کامل ترین نعمتیں تم کو عطا فرمائی ہیں، اور چھوٹی بڑی تمام حاجتیں تم کو دیں، تمہاری زندگی کے لئے تم کو جو سامان چاہئے وہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا، اب تم بھی تو کچھ کرو گے نا! کتنی نعمتیں تم نے اڑائیں وہ اللہ کے علم میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو احسانات تمہارے ساتھ کئے وہ اللہ کے علم میں ہیں، اور تم جو اس کے مقابلے میں اچھے اور برے اعمال بجالاتے ہو وہ بھی اللہ کے علم میں ہیں، اور یہ بات خوب یاد رکھو کہ نیک اعمال ہوں یا برے اعمال ہوں، وہ تم نے خوشی میں کئے ہوں یا تنگی میں کئے ہوں، صحت میں کئے ہوں یا بیماری میں کئے ہوں، بہر حال ان اعمال کی اور ان اعمال کے مناسب جو جزا وسزا ہے وہ دیں گے۔ اللہ کے بندو! تلاش میں محنت کرو اور وہ چیز جو تمام خواہشات کے گھروندے کو چکنا چور کر دیتی ہے اور جو تمام لذتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے، یعنی موت، اس کے آنے سے پہلے پہلے عمل کرلو، ورنہ بازی ہار جاؤ گے۔

لہو ولعب:

آج کل تو پوری قوم لگی ہوئی ہے کھیل کے میدان کو دیکھنے کے لئے، مجھے ایک نوجوان نے لکھا کہ ٹی وی دیکھنا گناہ ہے یہ تو ٹھیک ہے چونکہ میں کھیل دیکھنے کا شوقین ہوں، کھیل کا بہت شوق ہے، تو میں کبھی کبھی ٹی وی پر میچ دیکھ لیتا ہوں، ماشاء اللہ! فلاں، فلاں کے مقابلے میں ہار گیا، فلاں، فلاں کے مقابلے میں جیت گیا، اتنی بات ہوتی ہے اور کیا ہوتا ہے؟ اس سے زیادہ بھی کچھ ہے؟ ابھی دسمبر میں جیت گئے تھے تو پھولے نہیں سماتے تھے کہ پاکستان جیت گیا، کیا بات ہے اور ابھی ہار رہے ہیں تو جوتے پڑ رہے ہیں، کیا بات ہے، بس اسی پر بس کر گئے، اس ہار اور جیت کو تم نے ہار اور جیت سمجھ لیا، ہار اور جیت کا میدان تو آگے

آنے والا ہے، میرا بھائی! ہار اور جیت کا میدان آگے آنے والا ہے، قرآن کریم نے جس کو: "یَوْمُ التَّغَابُن" فرمایا ہے دراصل ہار جیت کا دن اور ہار جیت کا میدان تو میدانِ محشر ہے تو محنت کرو، کوشش کرو، ابھی تم میں صحت ہے، قوت ہے موت کے آنے سے پہلے پہلے اعمال کرلو، اس لئے کہ جس دنیا میں تمہارا دل اٹک گیا ہے، اس کی نعمت دائم نہیں رہتی، اور کیا معلوم یہاں کون سا حادثہ کس وقت پیش آجائے؟ اس بارے میں کوئی اطمینان نہیں ہے۔

دھوکے کا پردہ:

ایک دھوکے کا پردہ ہے جو تمہارے درمیان میں لٹکا دیا ہے، ایک بہت کمزور سا سایہ ہے جو ڈھلا چاہتا ہے، سامنے کوئی بہت ہی گہری وادی ہو، جیسے کوئی سامنے کھائی ہو، کھڈا ہو بہت گہرا، اور درمیان میں پردہ لٹکا دیا گیا اور تم جھول رہے ہو اس پردے کے ساتھ نادان ہو، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آگے کیا ہے؟ اس کو فرمارہے ہیں اور یہ سائے میں بیٹھے ہو آرام سے، اور سایہ بھی بے چارہ بڑا کمزور، بعض درخت ہوتے ہیں ان کا سایہ بہت گھنا ہوتا ہے اور بعض ہوتے ہیں جن کا سایہ اتنا گھنا نہیں ہوتا لیکن خیر پھر بھی غنیمت ہے، لیکن وہ سایہ ڈھل جائے گا، پھر وہ آنکھ جھپکنے میں گزر جاتا ہے، اور اپنے پیچھے بہت سی ہلاکتیں چھوڑ جاتا ہے، بہر کیف! یہ تو فرمایا کہ یہ تو دنیا کا نقشہ ہے، لہٰذا یہاں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی آیات وحالات سے عبرت پکڑو اور اللہ تعالیٰ نے یہاں جو عبرت کے نمونے رکھ دیئے ہیں ان کو دیکھ کر باز آجاؤ۔

موت کے بعد کا نقشہ:

اس کے بعد پھر نقشہ بیان فرمایا ہے، آگے تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں آگے کیا پیش آنے والا ہے؟ قبر کے اندر تو جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ آنے والا ہے لیکن قبروں کے بعد صور پھونک دیا جائے گا، قبریں اکھاڑ دی جائیں گی، محشر کی طرف سب لوگوں کو ہانک ہانک کر لے جایا جائے گا اور حساب کے کٹہرے میں لوگوں کو کھڑا کر دیا جائے گا، حساب لینے والا وہ ہوگا جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہوگی۔

طویل سفر کا توشہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا

تھا کہ:"یَا اَبَا ذَرٍ! خُذِ الزَّادَ فَاِنَّ السَّفَرَ طَوِیْلٌ." یعنی اے ابوذر! توشہ ساتھ لے کر جانا سفر بڑا لمبا ہے۔ صبح کھاتے ہو شام کی فکر کرتے ہو اور وہ جو قبر میں پڑے ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ سب یہ قیامت تک تو وہیں رہیں گے اور قیامت کے بعد اٹھائے جائیں گے، جب نفخہ ثانیہ ہوگا، وہ پچاس ہزار سال کا دن ہوگا، اس کے لئے بھی کچھ سامان کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ توشہ لے کر جانا سفر بڑا لمبا ہے، "وَخَفِّفِ الْحَمْلَ، فَاِنَّ الْعَقَبَةَ کَئُوْدٌ." اپنا بوجھ ذرا ہلکا رکھنا، اس لئے کہ گھاٹی بڑی دشوار ہے، اس پر چڑھنا بڑا مشکل ہے

کھرا عمل:

"وَاَخْلِصِ الْعَمَلَ فَاِنَّ النَّاقِدَ بَصِیْرٌ." اور اپنا عمل ذرا کھرا لے کر جانا، عمل تمہاری پونجی ہے، سکہ کھوٹا نہیں ہونا چاہئے کھرا ہونا چاہئے اس لئے کہ پرکھنے والا بڑا باریک بین ہے، رات کی تاریکی میں کھوٹا سکہ تو چلا سکتے ہو، جعلی نوٹ چلا سکتے ہو، لیکن جو اس سے واقف ہے جس کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا اس کے سامنے نہ کھوٹہ سکہ چلا سکتے ہو نہ جعلی نوٹ چلا سکتے ہو۔

بارگاہِ الٰہی کی پیشی:

اسی کو فرمارہے ہیں کہ پھر تمہیں حساب و کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا، اور تم اس شان سے لائے جاؤ گے کہ: "وَجَآءَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِیْدٌ." (ق:۲۳) اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا جو ڈنڈے کے ساتھ ہانک رہا ہوگا، جیسے گائے بھینسوں کو ہانکا جاتا ہے۔

عدالتِ الٰہی کے گواہ:

ساتھ ایک گواہی دینے والا ہوگا یہ دونوں گواہی دیں گے، ایک ہانکنے والا گواہ، ایک دوسرا گواہ۔ اور حضرات علماً فرماتے ہیں کہ یہ دو گواہ دائیں اور بائیں والے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں، تمہارے نامہ اعمال کا کاتب کہے گا: "هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ." (ق:۲۳) یہ اس کا دفتر ہے جو میرے پاس تیار رکھا ہے، انکار کرے گا تو گواہی دیں گے، جب اس پر بھی

انکار کرے گا، کہے گا کہ جھوٹ بولتے ہیں، غلط بولتے ہیں، میں نے یہ کام نہیں کیا۔
چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:

''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضَحِکَ، فَقَالَ: ھَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَکُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ! قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَۃِ الْعَبْدِ رَبَّہٗ یَقُوْلُ: یَا رَبِّ! اَلَمْ تَجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: یَقُوْلُ: بَلٰی! قَالَ: فَیَقُوْلُ: فَاِنِّیْ لَا اُجِیْزُ عَلٰی نَفْسِیْ اِلَّا شَاھِدًا مِّنِّیْ ...... الخ۔'' (مشکوٰۃ ص:۴۸۵)

ترجمہ:...... ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے تھے، آپ مسکرائے اور فرمایا تم کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں مسکرایا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ارشاد فرمایئے! فرمایا: بندہ قیامت کے دن کہے گا کہ یااللہ! کیا یہ بات نہیں ہے کہ آپ نے مجھ کو ظلم سے امن دیا ہے، یعنی تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، (بالکل بے پرواہ رہو، اگر تم کسی چیز سے نڈر رہنا چاہتے ہو تو پھر صرف ایک نڈر ہونے کی چیز ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا، بالکل بے خوف ہوجاؤ، مطمئن ہوجاؤ، یہ یہاں کی پولیس نہیں ہے کہ بھائی جرم کرے اور باپ کو پکڑلیں، یا دوسرے بھائی کو پکڑلے، بیٹا جرم کرے تو باپ کو پکڑلے، باپ کرے تو بیٹے کو پکڑلیا جائے، شوہر کرے تو بیوی کو پریشان کیا جائے، یہ رذالت اور کمینگی کی حد ہے کہ جس مجرم نے جرم کیا ہے اس کو چھوڑ کر اس کے بال بچوں کو، دوسرے اہل وعیال اور متعلقین کو پریشان کیا جائے کہ بتاؤ کہاں ہیں؟) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بالکل ٹھیک ہے، میرا وعدہ ہے کہ تجھ پر ظلم نہیں ہوگا، تو وہ کہے گا کہ اگر آپ کا وعدہ ہے کہ ظلم نہیں

ہوگا تو میں ان میں سے کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا۔"

انسانی اعضاء کی گواہی:

کن کی؟ فرشتوں کی گواہی کو میں تسلیم نہیں کرتا، احمق یہ سمجھے گا کہ شاید اس سے میری جان چھوٹ جائے گی، فرمایا: بہت خوب! بالکل ٹھیک ہے، وہ جو سورہ یٰسین میں فرمایا:

"اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ." (یٰسین:۶۵)

یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بالکل ٹھیک ہے، منہ پر مہر لگادی جائے گی، ہاتھ گواہی دیں گے کہ ہم نے یہ یہ کیا تھا، اور پاؤں گواہی دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب تو ٹھیک ہے، اب تو کوئی اور گواہی نہیں دے رہا، اب تو تم خود ہی اپنے اوپر گواہی دے رہے ہو، کسی کی شہادت ہم تمہارے حق میں قبول نہیں کرتے، لیکن تم اپنے ہاتھ اور پاؤں کی شہادت تو تم مانو گے کہ نہیں؟ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا:

"وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا، قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ." (حم السجدہ:۲۱)

ترجمہ:......"وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم میرے خلاف کیوں گواہی دیتی ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں بلوادیا ہے اس نے جس نے ہر چیز کو بلوادیا ہے، جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی ہے۔"

جو زبان کو بلواسکتا ہے وہ ہاتھ کو بھی بلواسکتا ہے، وہ چمڑی کو بھی بلواسکتا ہے، جب تمہارے وہ اعضا جنہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا وہ بول کے بتائیں گے پھر کیا رہے گا؟ اب کچھ پردہ ڈھکا ہوا تھا، مگر جب اس بندہ نے جو کچھ کیا اور کراماً کاتبین نے لکھا کہ اس نے زنا کیا ہے، یہ تو اس نے مانا نہیں، اب اگر اس کی شرمگاہ بول کر بتائے پھر تو کچھ شرم آئے گی، اس کی آنکھیں یہ بول کر بتائیں کہ میرے ساتھ اس نے یہ کیا، اگر کراماً کاتبین کی گواہی کو نہیں مانو گے، یہ اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے جو تمہارے نامہ عمل لکھنے پر مقرر ہیں، اور وہ دیوان اور دفتر تمہارا پھیلا دیا جائے گا، اس کو نہیں مانو گے تو پھر اپنی گواہی تو مانو گے۔

میدانِ حشر کا نقشہ:

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان محشر کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

”مَا مِنْکُم مِّنْ رَجُلٍ اِلَّا سَیُکَلِّمُہٗ رَبُّہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ تُرْجُمَانٌ، ثُمَّ یَنْظُرُ اَیْمَنَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا قَدَّمَہٗ، ثُمَّ یَنْظُرُ اَشْأَمَ مِنْہُ فَلَا یَرٰی شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا قَدَّمَہٗ، ثُمَّ یَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْھِہٖ فَتَسْتَقْبِلُہُ النَّارُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یَّقِیَ وَجْھَہُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ فَلْیَفْعَلْ.“ (ترمذی، ج:۲،ص:۶۴)

ترجمہ:...... ”بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے کلام کرے گا، بندہ اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ بندہ دائیں جانب دیکھے گا تو اس کے عمل پھیلے ہوئے ہوں گے، بائیں جانب دیکھے گا تو اس کے اعمال پھیلے ہوئے ہوں گے، آگے کو دیکھے گا تو آگ سامنے ہوگی، (گویا چاروں طرف دیکھے گا، پیچھے تو دیکھ نہیں سکتا، اور ہر طرف اس کے اعمال پھیلے ہوئے ہوں گے، کوئی ایک آدھ ورقہ تھوڑا ہی ہے، ہم نے پوری زندگی میں کراماً کاتبین کے کتنے کاغذ سیاہ کروائے ہیں، یہ نقشہ بیان کرکے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے آپ کو آگ سے بچانے کی استطاعت رکھتا ہے، چاہے کھجور کی ہی ایک پھانک ہی دینی پڑے تو وہ ایسا کرے، (آدھا حصہ کھجور کا اس کو بھی معمولی چیز نہ سمجھو، یہ بھی دوزخ سے بچانے والی چیز ہے)۔“

غرضیکہ یہ تمہارے اعمال کا نقشہ ہے، تو اور کیا کہیں آگے پورے کوائف ذکر فرمائے، سورج بے نور ہوجائے گا، چوپائے تک جمع کردیئے جائیں گے، دل کے بھید کھل

کرسامنے آجائیں گے، دل کانپ رہے ہوں گے، چہرے اداس ہوں گے، کہیں چھپنے کی جگہ نہیں، کہیں پناہ کی جگہ نہیں، کوئی سایہ نہیں، کوئی پینے کو پانی نہیں، یہ میدان محشر ہے، اگر یہ ساری چیزیں برحق ہیں، تو تم کس غفلت میں بھولے ہوئے ہو اور تمہیں یہاں کی زندگی نے کیوں فریب دے رکھا ہے، کیوں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

دوزخ کا نقشہ:

پھر اللہ تعالیٰ فضل فرمائے، اللہ تعالیٰ بچائے دوزخ سے، دوزخ میں کنڈیاں ہیں جن میں آدمی پھنس جائے تو نکل نہ سکے، جیسے کانٹا ڈالا جاتا ہے دریا میں مچھلیوں کو پھانسنے کے لئے، مچھلیاں اس کانٹے کو نگل تو لیتی ہیں، پھر اگل نہیں سکتیں، اس کے لئے کنڈیاں ہوں گی اور شور مچا رہی ہوں گی، چلا رہی ہوں گی، دھاڑیں مار رہی ہوں گی، اتنا شور کہ اس شور سے آدمی کے ہوش اڑ جائیں گے اور ایسی کڑک جیسے بجلی کی کڑک ہوتی ہے، ایسی لپٹ کہ آدمی کو جھلسا دے گی، یہ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے کا نقشہ ہے، خدا محفوظ فرمائے، اللہ تعالیٰ بچائے، ایک لمحہ کے لئے بھی دوزخ میں اللہ پاک نہ بھیجے، بہر کیف غفلت کی زندگی نہ گزارو، اپنی آخرت کی تیاری کرو، یہ موت، موت کے بعد قبر کی زندگی، قبر کے بعد پھر حشر اور اس کے بعد دوزخ، یہ ہولناکیاں اور فتنہ سامانیوں سے بچنے کے لئے اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال کا ذخیرہ تیار کرو، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

قیامت کے حالات

حساب اور بدلے کا دن

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص نہیں،
مگر اس سے اس کا رَبّ قیامت کے دن کلام کرے گا، اور اس کے
درمیان اور اس کے درمیان (یعنی بندے کے درمیان اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان) کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پھر آدمی اپنی دائیں جانب
دیکھے گا تو اس کو سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے کوئی
چیز نظر نہیں آئے گی، پھر اپنی بائیں جانب نظر کرے گا تو اس کو کوئی چیز
نظر نہیں آئے گی، سوائے ان اعمال کے جو اس نے آگے بھیجے تھے،
پھر اپنے چہرے کے سامنے نظر کرے گا تو آگ اس کا استقبال کرے
گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے طاقت
رکھتا ہے کہ بچائے اپنے چہرے کو آگ سے، خواہ کھجور کی ایک پھانک
کے ساتھ تو اس کو ایسا کرنا چاہئے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۴)

تشریح:... اہلِ حق کا عقیدہ ہے، اور قرآنِ کریم اور اَحادیثِ نبویہ اس میں بہت

کثرت کے ساتھ وارِد ہوئی ہیں کہ قیامت کے دن انسان کے ہر اچھے اور بُرے عمل کا حساب ہوگا، اس حدیثِ پاک میں اس کا ایک نقشہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر بندے کو قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہوگا، کوئی نہ اس کی ترجمانی کرنے والا ہوگا، نہ اس کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوگا، اور دُنیا میں جو عمل، اچھے یا بُرے، چھوٹے یا بڑے، ظاہری یا باطنی، چھپ کر کئے یا اعلانیہ کئے، قیامت کے دن سب لاکر حاضر کئے جائیں گے، اور بندے سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کرم اور اس کی رحمت ہی سے بیڑا پار ہوسکتا ہے، ورنہ ہم جیسے گناہ گاروں کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے، اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اور یہ جو فرمایا کہ: ''دوزخ سے بچو! خواہ کھجور کی ایک پھانک دے کر'' اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ بکثرت دیا کرو، اور یہ محض رضائے الٰہی کے لئے ہو، کیونکہ صدقہ اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگر کسی کا ایک کھجور کا ایک حصہ تمہارے ذمے ہو، تو وہ بھی اس کو اَدا کردو، کسی کا حق اپنے ذمے لے کر دُنیا سے نہ جاؤ، واللہ اعلم!

یا اللہ! جتنے ہم نے تیرے بندوں کی حق تلفی کی ہے، خواہ عمداً یا سہواً، ہمیں معاف فرمادے، اور ہم فقیر ہیں، فقیروں پر صدقہ کیا جاتا ہے، آپ اپنی رحمت سے ہم پر صدقہ فرمائیں اور ہماری طرف سے ہمارے تمام حقوق کو اَدا فرمادیں۔

اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رَبّ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا، اور بندے کو خود جواب دہی کرنی ہوگی، اس کے اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ اس حدیث سے حق تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ کلام ثابت ہوئی، اس لئے اِمام وکیع رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ: اس حدیث کا اعلان خراسان میں ہونا چاہئے کیونکہ وہاں جہمیہ یعنی جہم ابن صفوان کو ماننے والے بکثرت ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے منکر ہیں، نعوذ باللہ!

قیامت کے دن کے پانچ سوالات

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بندے کے قدم قیامت کے دن اپنے رَبّ کے پاس سے نہیں ہلیں گے یہاں تک کہ اس سے سوال کیا جائے پانچ چیزوں کے بارے میں: ا:...اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے عمر کو کس چیز میں فنا کیا؟ ۲:...اور اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اس کو کس چیز میں ہنڈایا؟ ۳:...اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا؟ ۴:...اور یہ کہ مال کس چیز میں خرچ کیا؟ ۵:...اور جو چیزیں اس کو معلوم تھیں ان میں سے کن چیزوں پر عمل کیا؟'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۴)

۲:...''حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے (چند چیزوں کے بارے میں) سوال کیا جائے، (اور وہ ان کا معقول جواب دے، اوّل) اس کی عمر کے بارے میں (سوال کیا جائے گا) کہ کس چیز میں ختم کی؟ (دوم) اس کے علم کے بارے میں کہ اسے کس چیز میں استعمال کیا؟ (سوم) اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا؟ اور کس چیز میں خرچ کیا؟ اور (چہارم) اس کے بدن کے بارے میں کہ اس (کی قوّتوں) کو کس چیز میں کمزور کیا؟'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۴)

تشریح:...یعنی بندے کو اپنی عمر، اپنے مال، اپنے علم اور اپنی بدنی قوّتوں کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی کہ آیا ان تمام چیزوں کا استعمال صحیح ہوا یا غلط؟ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام کے مطابق ہوا یا ان کے خلاف؟

حساب و کتاب کا مرحلہ بہت ہی دُشوار ہے، اگر آدمی اپنی زندگی کے ایک دن کا حساب چکانے بیٹھے تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس میں کتنی پریشانی ہوگی! اور یہاں تو ایک آدھ دن کا قصہ نہیں بلکہ پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا، یہ ایسی ہولناک حقیقت ہے کہ اس کے تصوّر ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لیکن ہماری غفلت لائقِ تعجب ہے کہ مسکین انسان کو حساب و کتاب کا یہ مرحلہ پیش آنے والا ہے مگر وہ نشۂ غفلت میں مدہوش اس ہوش رُبا مرحلے سے بالکل غافل اور بے خبر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو یوم الحساب کے آنے سے پہلے اپنا میزانیہ دُرست کرلیں، اپنے نفع ونقصان کا موازنہ کریں، اور جو لغزشیں اور کوتاہیاں سرزد ہوگئی ہیں، مرنے سے پہلے ان کا کچھ تدارک کرلیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے حال پر نہایت شفقت ہے کہ جو امتحانی پرچہ اسے قیامت کے دن حل کرنا ہے، اور جن چیزوں کا حساب بے باق کرنا ہے، اس کی اطلاع پہلے سے کردی، تاکہ ہر شخص فکرمندی کے ساتھ اس کی تیاری کرے اور اسے وقت پر پریشانی کا سامنا نہ ہو، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت وعفو سے اس دن کی پریشانیوں سے محفوظ فرمائیں، اور ہمارے عجز وضعف پر نظر فرماکر ہمارے عیوب کو اپنی مغفرت سے ڈھانک لیں۔

حقوق العباد کو ضائع کرنے والا قیامت کے دن مفلس ہوگا

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں مفلس وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور مال ومتاع نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر ایسی حالت میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، کسی کو مارا پیٹا تھا، پس یہ تمام لوگ اپنے حقوق کا بدلہ اس کی نیکیوں سے وصول کریں گے،

اس کے ذمے جو لوگوں کے حقوق ہیں، اگر ان کے پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اہلِ حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔"

۲..... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دُوسری حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی غصب کردہ حق ہو، خواہ اس کی عزّت و آبرو کے متعلق، یا اس کے مال کے متعلق، تو وہ اس کے پاس جاکر اس سے معاف کرالے، اس سے قبل کہ وہ (قیامت کے دن ان حقوق کی وجہ سے) پکڑا جائے، اور وہاں کوئی دِرہم و دِینار تو ہوگا نہیں، (صرف نیکی اور بدی کا سکہ چلے گا اور انہی کے ذریعے وہاں حقوق کی ادائیگی ہوگی) پس اس شخص کے پاس اگر کچھ نیکیاں ہوئیں تو اس کی نیکیوں سے معاوضہ لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو لوگ (اپنے حقوق کے بدلے میں) اس پر اپنے گناہ ڈال دیں گے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۴)

تشریح:... قیامت کا دن عدل و انصاف کا دن ہے، دُنیا میں اگر کسی کا حق کسی کے ذمے رہ گیا تھا تو قیامت کے دن ہر صاحبِ حق کو اس کے حق کا معاوضہ دِلایا جائے گا۔ اور چونکہ وہاں نہ روپیہ پیسہ ہوگا، نہ کوئی اور سامان کسی کے پاس ہوگا، اس لئے حقوق کا معاوضہ نیکیوں اور بدیوں کی شکل میں دِلایا جائے گا، یعنی جس کے ذمے کسی کا کوئی حق باقی ہوگا اس کی قیمت لگا کر اس شخص کی اتنی نیکیاں صاحبِ حق کو دِلائی جائیں گی۔ اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو اَصحابِ حقوق کے اتنے گناہ اس کے ذمے ڈالے جائیں گے، اس شخص کے مفلس ہونے میں کیا شک ہے جس کی عمر بھر کی کمائی دُوسرے لوگ لے جائیں، اور جب وہ خالی ہاتھ ہوجائے تو لوگ اپنا بوجھ بھی اس کے ذمے ڈال دیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمے واجب ہو تو دُنیا ہی میں اسے ادا

کردے یا معاف کرالے تاکہ قیامت کے دن کی رُسوائی اور مطالبے سے بچ جائے۔

ان اَحادیثِ طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم جو دُوسروں کی غیبتیں کرتے ہیں ان کو گالی گلوچ کرتے ہیں، کسی کی تحقیر کرتے ہیں، کسی کو جسمانی یا ذہنی ایذا پہنچاتے ہیں، یا کسی کا مال ہضم کرجاتے ہیں، دراصل یہ اس کا نقصان نہیں بلکہ ہم اپنا نقصان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمیں ان کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔

اکابرؒ فرماتے ہیں کہ حقوق العباد کا معاملہ ایک لحاظ سے حقوق اللہ سے زیادہ سنگین ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ غنی مطلق ہیں، معاف بھی کردیں گے، لیکن بندے محتاج ہیں، ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ معاف کردیں، اِلَّا ماشاء اللہ!

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کا معاملہ صرف انسانوں تک محدود نہیں، بلکہ حیوانات تک پھیلا ہوا ہے، باوجودیکہ حیوانات اَحکامِ شرعیہ کے مکلّف نہیں، لیکن اگر ایک بکری نے دُوسری بکری سے زیادتی کی ہوگی تو اس کا بدلہ بھی دِلایا جائے گا، پس انسان جو اپنی عقل و شعور کی بدولت مکلّف ہے، اگر اس نے کسی جانور پر ظلم کیا ہوگا، اس کا بدلہ بھی اسے دِلایا جائے گا۔

فائدہ:... قیامت کے دن حقوق سے عہدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اوّل تو آدمی کسی کا حق اپنے ذمے نہ رکھے، بلکہ پوری دیانت و امانت کے ساتھ اپنے معاملات کو صاف رکھے، اور کسی کی غیبت وغیرہ سے پرہیز کرے، اور اگر غفلت و کوتاہی کی وجہ سے اس کے ذمے کچھ حقوق لازم ہوں تو ان کی تلافی و تدارک کی کوشش کرے۔

اور تلافی کی تفصیل یہ ہے کہ حقوق یا مالی ہوں گے یا عزّت و آبرو سے متعلق، اور دونوں صورتوں میں صاحبِ حق معلوم ہوگا یا نہیں؟ پس یہ کل چار صورتیں ہوئیں۔

اوّل:... حق مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم ہو، اس صورت میں اس کا حق ادا کردے، اور اگر اَدا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، تو اس سے معاف کرالے۔

دوم:... حق مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم نہ ہو، مثلاً: کسی شخص سے کوئی چیز خریدی تھی، اس کے دام ادا نہیں کئے تھے اور وہ شخص کہیں غائب ہوگیا، اب اس کا کچھ اتا پتا نہیں چلتا، یا وہ شخص مرگیا اور اس کا کوئی وارث بھی معلوم نہیں تو اس صورت میں اتنی رقم اس کی

طرف سے صدقہ کردے۔

سوم:...اگر حق غیر مالی ہو اور صاحبِ حق معلوم ہو، مثلاً: کسی کو مارا تھا یا اسے گالی دی تھی، یا اس کی غیبت کی تھی یا اس کی تحقیر کی تھی، تو اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

چہارم:...اگر حق غیر مالی ہو اور اَصحابِ حقوق معلوم نہ ہوں، یعنی یہ یاد نہیں کہ زندگی بھر میں کس کس کو گالی دی؟ کس کس کو ستایا؟ کس کس کی غیبتیں کیں؟ وغیرہ وغیرہ، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ان سب کے لئے دُعا و اِستغفار کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ و ندامت کے ساتھ یہ دُعا کرتا رہے کہ:

"بارِ الٰہ! میرے ذمے تیرے بہت سے بندوں کے حقوق ہیں، اور میں ان کو اَدا کرنے یا اَصحابِ حقوق سے معافی مانگنے پر بھی قادر نہیں ہوں، یا اللہ! ان تمام لوگوں کو آپ اپنے خزانۂ رحمت سے بدلہ عطا فرماکر ان کو مجھ سے راضی کردیجئے۔"

یہی تدبیر اس صورت میں اختیار کی جائے جب صاحبِ حق تو معلوم ہو، مگر اس سے معافی مانگنا ممکن نہ ہو یا دِینی مصلحت کے خلاف ہو، یا کسی کا مالی حق اس کے ذمے ہو، مگر یہ اس کے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

الغرض! حقوق کی ادائیگی یا تلافی کا بہت ہی اہتمام ہونا چاہئے، ورنہ قیامت کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے۔ حق تعالیٰ اس رُوسیاہ پر بھی رحم فرمائیں اور اس کی حماقتوں اور غفلتوں کی وجہ سے جن حضرات کے حقوق اس کی گردن پر ہیں، ان کو اپنی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرماکر اس نابکار کی گلوخلاصی کی صورت پیدا فرمادیں تو ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں!

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَأَیَّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَیْتُہٗ، شَتَمْتُہٗ، جَلَدْتُّہٗ، لَعَنْتُہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّزَکٰوۃً وَقُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْکَ۔

قیامت کے دن کے پسینے کا بیان

"حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: جب قیامت کا دن ہوگا، سورج بندوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہوگا۔ سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ: میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس میل کا ارادہ فرمایا، آیا زمین کی مسافت کا؟ یا وہ میل (یعنی سرمہ کی سلائی) جس سے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟ پس آفتاب ان کی چربی پگھلا دے گا، پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں نہائے ہوئے ہوں گے، کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک، اور کسی کا منہ تک پہنچا ہوا ہوگا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ: بعض کا پسینہ ان کے منہ کو لگام دیئے ہوئے ہوگا۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۴، ۶۵)

تشریح:... ان احادیثِ طیبہ میں قیامت کی شدّت کو بیان فرمایا ہے کہ اس دن آفتاب بندوں کے قریب لایا جائے گا، گرمی کی شدّت، قیامت کی ہولناکی اور اِنسانوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے لوگ پسینے میں نہائے ہوں گے، اور ہر ایک کا پسینہ اس کے اپنے اعمال و کردار کے مطابق ہوگا، یہ مضمون ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک جائے گا، اور ان کے منہ میں لگام کی طرح ہوگا، یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آفتاب زمین کے قریب لایا جائے گا، پس لوگ پسینہ پسینہ ہوجائیں گے، کسی کا پسینہ ایڑیوں تک ہوگا، کسی کا آدھی پنڈلی تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا رانوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا کندھوں تک، کسی کا منہ تک پہنچ

کر لگام کی طرح ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا، اور کسی کا سر سے اُونچا ہوگا، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سر کے اُوپر رکھا۔ (مستدرک، حدیث عقبہ بن عامر)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ: ''یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' پڑھی اور فرمایا کہ: قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، اور لوگ آدھے دن تک کھڑے رہیں گے، لیکن مؤمن کے لئے یہ دن صرف اتنے وقفے کا ہوگا جیسا کہ سورج کے اُفق کے قریب پہنچنے کے بعد غروب تک کا وقت ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے تو چالیس سال تک اس طرح کھڑے رہیں گے کہ ان کی نظریں آسمان کی طرف پھٹی کی پھٹی رہیں گی، اور پریشانی کی شدّت سے ان کا پسینہ منہ کو آرہا ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آفتاب کو دس سال کی تپش دی جائے گی، پھر اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک کہ کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ جائے گا، پس لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ پسینہ زمین میں قدِ آدم تک پھیل جائے گا، پھر بلند ہوگا یہاں تک کہ غرغرہ کی وجہ سے آدمی کا سانس گھٹنے لگے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ: آفتاب کی گرمی اس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کو نقصان نہیں دے گی، اِمام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن سے مراد کامل الایمان ہیں، کیونکہ اُوپر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آچکا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کی بقدر پسینے میں ہوں گے۔ (فتح الباری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: آدمی کے پسینے چھوٹ جائیں گے، یہاں تک کہ قدِ آدم تک پسینہ زمین پر بہنے لگے گا، پھر بلند ہوگا یہاں تک کہ اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آدمی کا پسینہ اس کے منہ کو آتا ہوگا، یہاں تک کہ وہ کہے گا کہ: یا اللہ! مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما، خواہ دوزخ میں ڈال دے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: اس دن کی بے چینی اس قدر شدید ہوگی کہ کافر کا پسینہ اس کے منہ کی لگام بنا ہوا ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ: اہلِ ایمان کہاں ہوں گے؟ فرمایا: سونے کی کرسیوں پر ہوں گے، اور بادل ان کو سایہ کئے ہوں گے۔ (بیہقی فی البعث عن عبداللہ بن عمرو)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آفتاب لوگوں کے سروں پر ہوگا، اور ان کے اعمال ان پر سایہ فگن ہوں گے۔ (والروایات کلہا فی فتح الباری)

ان احادیث سے قیامت کے ہوش رُبا دن کی ہولناکیوں کا اندازہ ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ قیامت کے احوال میں ہر شخص کی حالت اس کے اعمال کے مناسب دُوسروں سے مختلف ہوگی، سب سے زیادہ شدّت کفار پر ہوگی، ان سے دُوسرے مرتبے میں ان لوگوں پر جو کبائر کے مرتکب تھے، ان سے کم ان اہلِ ایمان پر جو کبائر سے اجتناب کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوں گے جن کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا، اور وہ اس دن کے اَہوال سے مأمون ہوں گے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک مؤمنین سے ان کے اپنے اپنے درجات کے مطابق اکرام و احسان کا معاملہ ہوگا۔

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. (یونس:۶۳)

ترجمہ:... "یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔"

ان احادیث سے مدعا یہ ہے کہ ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہوکر اس خوفناک دِن کے لئے جو بہرحال ہر شخص کو پیش آنے والا ہے، تیاری کریں، ان اسباب کو اِختیار کریں جن کے ذریعے ان اَہوال سے چھٹکارا نصیب ہو، ہم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جتنی کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں، ان سے توبہ کرکے ان کی تلافی و تدارک کا اہتمام کریں اور کریم آقا کی بارگاہ میں ہمیشہ اِلتجا کرتے رہیں کہ محض اپنے لطف و احسان سے ہمیں قیامت کے دن کی ذِلت و رُسوائی سے محفوظ رکھیں، دُنیا کی آلائشوں سے پاک صاف کرکے یہاں سے

لے جائیں اور قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں۔ جس شخص کو قیامت کا سامنا ہو، اس کا غفلت و بے پروائی میں زندگی گزارنا لائقِ صد افسوس ہے!

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتُكَ أَوْسَعُ لِيْ مِنْ ذَنْبِيْ، وَرَحْمَتُكَ أَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ، اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِيْ فَاِنَّكَ بِيْ عَالِمٌ وَّلَا تُعَذِّبْنِيْ فَاِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ.

حشر کا بیان

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لوگوں کو جمع کیا جائے گا قیامت کے دن ایسی حالت میں کہ برہنہ پا، برہنہ بدن اور غیر مختون ہوں گے، جیسا کہ پیدائش کے وقت تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: ''كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ، وَعْدًا عَلَيْنَآ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ'' (الانبیاء:۱۰۴) (جیسا کہ سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار، پھر اس کو دُہرائیں گے، وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے)۔ اور مخلوق میں سے پہلے شخص جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرات ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے، اور میرے اَصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دائیں جانب اور بعض کو بائیں جانب (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جائے گا، تو میں کہوں گا کہ: یا اللہ! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ پس کہا جائے گا کہ: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ آپ جب سے ان سے جدا ہوئے یہ ہمیشہ مرتد رہے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کہا: یا اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے

بندے ہیں، اور اگر آپ ان کی مغفرت فرمادیں تو آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۶۵)

تشریح:... حشر کے معنی جمع کرنے کے ہیں، قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا، اس لئے قیامت کا دن ''یوم البعث'' اور ''یوم الحشر'' کہلاتا ہے۔

اس حدیثِ پاک میں چند مضامین ارشاد ہوئے ہیں، اوّل یہ کہ پیدائش کے وقت انسان کی جو حالت ہوتی ہے یعنی ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیرمختون، اسی حالت میں لوگ قبروں سے اُٹھیں گے۔

یہ مضمون بہت سی احادیث میں وارِد ہوا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن، اور غیرمختون اُٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا مرد اور عورتیں ایک دُوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ کسی کو اس کا خیال بھی آئے (صحیح بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ: عائشہ! معاملہ اس سے کہیں سخت ہوگا کہ کوئی کسی کو دیکھے۔ (صحیح مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ننگے بدن شرم نہیں آئے گی؟ فرمایا: عائشہ! حالت اس سے زیادہ خوفناک ہوگی کہ ایک دُوسرے کو دیکھیں۔ (ابنِ ابی شیبہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! ستر کا کیا ہوگا؟ فرمایا: اس دن ہر شخص کی اپنی حالت فکر کے لئے کافی ہوگی۔ (نسائی، حاکم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہائے! ہمارے ستر کھل جائیں گے؟ مرد عورت سب اکٹھے اُٹھائے جائیں گے، اور ایک دُوسرے کے ستر کو دیکھتے ہوں گے؟ فرمایا: ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی، نہ مرد عورتوں کو دیکھیں گے، نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں گی، ہر شخص دُوسروں سے ہٹ کر اپنی حالت میں مشغول ہوگا۔ (حاکم)

یہ مضمون حضرت عبداللہ بن مسعود اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی مروی ہے کہ: لوگ پاپیادہ، ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیرمختون اُٹھائے جائیں گے۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ: عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا مرد لوگ عورتوں کو (برہنہ) دیکھیں گے؟ فرمایا: اس دن ان میں سے ہر شخص کو اپنی حالت بس ہوگی، (کسی دُوسرے کی طرف دھیان کی کس کو فرصت ہوگی؟)۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی مضمون منقول ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ: قیامت کے دن لوگ برہنہ بدن و برہنہ پا اُٹھائے جائیں گے۔ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہائے ستر کھلنے کی رُسوائی! ہم ایک دُوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ فرمایا: ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ عرض کیا: کیا مشغولی ہوگی؟ فرمایا: ہر ایک کا نامۂ عمل کھول دیا جائے گا، جس میں ذرّہ برابر اور رائی برابر عمل بھی موجود ہوگا۔

اُمّ المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی یہی مضمون مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ ننگے پاؤں، برہنہ بدن اور غیرمختون اُٹھائے جائیں گے، پسینے نے ان کے منہ کو لگام دے رکھی ہوگی اور وہ کانوں کی لَو تک پہنچا ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ: ہم ایک دُوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ فرمایا: ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی، ہر شخص اس دن ایسی حالت میں ہوگا کہ اس کو کسی دُوسرے کی طرف اِلتفات ہی نہیں ہوگا۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مضمون مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اُٹھائے جائیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے بعض بعض کو کیسے دیکھ سکیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ: اس طرح نظریں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی ہوں گی۔ اس خاتون نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لئے تو دُعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ستر کو ڈھانک دیں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی: یااللہ! اس کے ستر کو ڈھانک دیجئے۔ (الروایات کلہا فی فتح الباری)

ان احادیثِ طیبہ سے واضح ہے کہ قیامت کے دن لوگ لباسِ عریانی میں اُٹھائے جائیں گے۔ ابوداؤد (ج:۲ ص:۸۸، باب ما یستحب من تطهير ثياب الميت عند الموت) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو نئے کپڑے منگوا کر پہنے، پھر فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ:

"اِنَّ الْمَيِّتَ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا."

ترجمہ:... "مرنے والے کو انہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں مرے گا۔"

بعض اہلِ علم کے نزدیک حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں "ثیاب" (کپڑوں) سے مراد اعمال ہیں، یعنی جن اعمال میں آدمی کی موت آتی ہے اسی حالت میں قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا، یہ مضمون دُوسری احادیث میں بھی وارِد ہوا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کو شہداء کے ساتھ مخصوص کیا ہے، کیونکہ جن کپڑوں میں وفات ہو، شہید کو انہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ جبکہ دُوسرے لوگوں کے وہ کپڑے اُتار لئے جاتے ہیں اور کفن پہنایا جاتا ہے۔ بہرحال قبروں سے اُٹھتے وقت لوگوں کے بدن پر لباس نہیں ہوگا، بلکہ ہر شخص کی حیثیت و مرتبے کے مطابق اسے بعد میں لباس پہنایا جائے گا۔

دُوسرا مضمون اس حدیثِ پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو لباس پہنایا جائے گا، یہ اِکرام شاید اس بنا پر ہوگا کہ نمرود نے ان کو برہنہ کرکے آگ میں ڈالا تھا۔ علماء نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنائے جانے کے بارے میں دو اِحتمال ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ یہ اوّلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دُوسروں کے اعتبار سے ہے، یعنی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنایا جائے گا، اور پھر باقی سب لوگوں سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرات ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اوّلیت دُوسروں کے اعتبار سے بیان فرمائی ہے، متکلم خود اپنا ذکر نہیں کرتا۔

دُوسرا اِحتمال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جزئی فضیلت ہے، اس احتمال کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

''أَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَلِيْلُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِبْطَتَيْنِ، ثُمَّ يُكْسٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ حِبْرَةٌ عَنْ يَّمِيْنِ الْعَرْشِ.''

(أخرجه ابن المبارك في الزهد من طريق عبدالله بن الحارث عن عليّ مختصرًا موقوفًا، وأخرجه أبو يعلٰى مطولًا، فتح الباري، كتاب الرقاق، باب الحشر، ج:١١ ص:٣٨٤)

ترجمہ:... ''قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو قبطی طرز کی دو چادریں پہنائی جائیں گی، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کی داہنی جانب یمنی طرز کا حلہ پہنایا جائے گا۔''

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی زیرِ بحث حدیث میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ اضافہ نقل فرمایا ہے:

''وَأَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى مِنَ الْجَنَّةِ وَيُؤْتٰى بِكُرْسِيٍّ فَيُطْرَحُ عَنْ يَّمِيْنِ الْعَرْشِ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِيْ فَأُكْسٰى حُلَّةً مِّنَ الْجَنَّةِ لَا يَقُوْمُ لَهَا الْبَشَرُ، ثُمَّ يُؤْتٰى بِكُرْسِيٍّ فَيُطْرَحُ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ وَهُوَ عَنْ يَّمِيْنِ الْعَرْشِ.'' (فتح الباری، ج:۱۱ص:۳۸۴)

ترجمہ:... ''اور سب سے پہلے جسے جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے، انہیں جنت کا حلہ پہنایا جائے گا، پھران کے لئے ایک کرسی لائی جائے گی اور عرش کی داہنی جانب بچھائی جائے گی، اس کے بعد مجھے لایا جائے گا، پس مجھے

جنت کا ایسا حلہ پہنایا جائے گا کہ آدمی اس (کے حسن) کی تاب نہیں لاسکتا، پھر میرے لئے ایک کرسی لائی جائے گی جو عرش کی داہنی جانب عرش کے ستون پر بچھائی جائے گی۔"

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف سے انہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے جو وصال کے وقت زیبِ بدن تھے، اور جنت کا یہ حلہ بطور کرامت کے پہنایا جائے، واللہ اعلم!

تیسرا مضمون اس حدیثِ پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو بائیں جانب یعنی جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ: یہ تو میرے اصحاب ہیں! فرمایا جائے گا کہ: آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ یہ لوگ آپ کے بعد اُلٹے پاؤں پھر گئے تھے۔

یہ گفتگو غالباً حوضِ کوثر پر ہوگی، کیونکہ متعدّد اَحادیث میں وارِد ہوا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت حوضِ کوثر پر حاضر ہوگی تو کچھ لوگوں کو روک دیا جائے گا، اس پر یہ گفتگو ہوگی۔

ان لوگوں سے کون مراد ہیں جن کو روک دیا جائے گا؟ اس میں علماء کے متعدّد اَقوال ہیں۔ صحیح بخاری (ج:۱ ص:۴۹۰) میں اِمام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد فربری رحمہ اللہ نے اِمام بخاریؒ کے حوالے سے ان کے شیخ قبیصہ بن عقبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتد ہوگئے تھے اور جن سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔ اِمام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بحمداللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا، مرتدین اکھڑ قسم کے دیہاتی بدوی تھے (جن کے بارے میں قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: "وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ" ان میں سے اکثریت ان لوگوں کی تھی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا بھی موقع نہیں ملا تھا، اور جو معدودے چند اَفراد حاضرِ خدمت بھی ہوئے انہوں نے بھی محض ظاہری اطاعت قبول کی تھی، حقیقتِ ایمان ان کے دِل میں راسخ

نہیں ہوئی تھی)۔ بعض حضرات فرماتے ہیں: اس سے منافقین مراد ہیں، اور بعض نے کہا: اس سے اہلِ کبائر یا اہلِ بدعت مراد ہیں۔ صحیح بخاری (ج:۲ ص:۹۷۵) میں ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ تابعی رحمہ اللہ جب اس حدیث کو روایت کرتے تو یہ دُعا کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ أَنْ نَّرْجِعَ عَلٰی أَعْقَابِنَا أَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِیْنِنَا." (صحیح بخاری، ج:۲،ص:۹۷۵)

ترجمہ:... "اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم اُلٹے پاؤں لوٹ جائیں، یا اپنے دِین کے معاملے میں فتنے میں مبتلا ہوجائیں۔"

اور صحیح بخاری کے حاشیہ میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ: وہ تمام لوگ جو دِین سے پھر گئے یا انہوں نے دِین میں ایسی بات ایجاد کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھی اور جس کی اجازت نہیں تھی، یہ لوگ حوضِ کوثر سے ہٹادیئے جائیں گے اور اس سے دُور رکھے جائیں گے، ان میں سرِفہرست وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی جماعت کے خلاف رہے، جیسے خارجیوں، رافضیوں اور معتزلیوں کے تمام فرقے، کیونکہ یہ سب لوگ دِین کو بدلنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ ظالم و مسرف جو جور و ستم کے مرتکب تھے، حق کو مٹاتے اور اہلِ حق کو قتل کرتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ نیز جو لوگ کبیرہ گناہوں کا علانیہ ارتکاب کرتے اور گناہوں کو ہلکی چیز سمجھتے تھے، یہ لوگ بھی حوضِ کوثر سے محروم رہیں گے۔

"اَللّٰهُمَّ لَا تَمْکُرْ بِنَا عِنْدَ الْخَاتِمَةِ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْفَآئِزِیْنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاسْقِنَا مِنْ حَوْضِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِکَ یَآ أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ!"

ترجمہ:... "یا اللہ! ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے، اور ہمیں ان کامیاب لوگوں میں سے بنادیجئے جن پر نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور ہمیں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے حوضِ کوثر سے سیراب کیجئے، برحمتک یاارحم الراحمین!"

قیامت کے دن کی پیشی

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی، پہلی دو پیشیوں میں تو بحث، جھگڑا اور عذر معذرتیں ہوں گی، اور تیسری پیشی نامۂ اعمال (کے نتائج) ہاتھوں میں پکڑائے جائیں گے، پس کوئی داہنے ہاتھ میں لے گا، اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۶۵)

تشریح:... یعنی پہلی دو پیشیوں میں تو یہ ہوگا کہ جب مجرموں کے سامنے ان کے نامۂ اعمال پیش کئے جائیں گے تو وہ انکار وگریز کی کوشش کریں گے، کبھی یہ کہیں گے کہ: "یہ ہمارے اعمال ہی نہیں! ہمارے نام جھوٹ موٹ لکھ دیئے گئے ہیں" کبھی کہیں گے کہ: "ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، ہم تو بالکل بے خبر تھے" کبھی کہیں گے کہ: "ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم تو ان کے تابع تھے، ہمارا کوئی قصور نہیں!" کبھی کہیں گے کہ: "ہمیں دُنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے، ہم نیک اور فرمانبردار بن کر آئیں گے۔"

الغرض! اس طرح سو، سو عذر اور بہانے کرکے جان بچانے کی کوشش کریں گے، مگر یہ سارے بہانے بے کار جائیں گے، اور ان کی ساری کٹ حجّتیوں کو ایک ایک کرکے توڑ دیا جائے گا، بالآخر جب مجرموں کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہے گی تو تیسری پیشی میں ہر ایک کی قسمت کا آخری فیصلہ کردیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار بندوں کو نہایت عزّت واِکرام کے ساتھ جنت کا پروانہ ان کے دائیں ہاتھ میں عطا کیا جائے گا، جسے پڑھ کر وہ باغ باغ ہوجائیں گے اور ساری کلفتیں اور مشقتیں بھول جائیں گے، اور مجرموں اور نافرمانوں کو لعنت کا طوق پہنا کر ان کی سزا کا فیصلہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بصد ذِلت وخواری واصلِ جہنم ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ نَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ!

حساب کتاب کا بیان

''حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا گیا، وہ ہلاک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ تو اِرشاد فرماتے ہیں: ''سو جس کو ملا اعمال نامہ اس کا داہنے ہاتھ میں تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب۔'' (الانشقاق:۵، ترجمہ شیخ الہند)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد اعمال نامہ پیش ہونا ہے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۵)

تشریح:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شبہ یہ تھا کہ آیتِ کریمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا حساب آسان ہوگا وہ رحمت ومغفرت کا مورد ہوں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا بھی حساب ہوا، وہ ہلاک ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ آیتِ کریمہ میں جس آسان حساب کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کرکے (کہ تو نے فلاں فلاں وقت، فلاں فلاں اعمال کئے) اس سے چشم پوشی ودرگزر کا معاملہ کیا جائے، اس کے کسی عمل پر کوئی بحث اور بازپُرس نہ کیا جائے کہ یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ لیکن جس شخص سے یہ بازپُرس ہوگئی وہ مارا گیا۔ کیونکہ اس بازپُرس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ پہلی صورت حسابِ یسیر (آسان حساب) کی ہے، اور دُوسری صورت مناقشہ کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کتبِ حدیث میں بہت سے طرق اور مختلف الفاظ میں مروی ہے، مسندِ احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نماز میں دُعا مانگتے سنا: ''یا اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئے'' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض

کیا: یارسول اللہ! یسیر (آسان حساب) کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ بندے کا نامۂ عمل پیش کیا جائے، پھر (بغیر کسی جرح کے) اس سے درگزر کی جائے، عائشہ! اس دن جس کے حساب میں مناقشہ ہوا وہ مارا گیا۔

بزار اور طبری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: آسان حساب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ یہ ہے کہ بندے کے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں، پھر ان گناہوں پر اس سے (بازپُرس نہ کی جائے بلکہ) درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ (فتح الباری)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب کریں گے پس اپنا پردہ اس پر ڈال کر اس کو چھپادیں گے، پھر اس سے فرمائیں گے: تم جانتے ہو تم نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں اے رَبّ! (واقعی یہ گناہ میں نے کئے تھے)، یہاں تک کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا اور یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا، تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ: میں نے دُنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج تیرے یہ گناہ معاف کرتا ہوں۔ تب اس کی نیکیوں کا پروانہ اسے عطا کیا جائے گا (یہ تو بندۂ مؤمن سے معاملہ ہوگا)۔ باقی رہے کفار ومنافقین تو سب کے سامنے ان پر یہ منادی کی جائے گی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رَبّ پر جھوٹ بولا تھا، سنو! اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ (مشکوٰۃ ص:۴۸۵)

ان اَحادیثِ طیبہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کریم آقا کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ اس کے حسبِ حال ہوگا، بعض سعادت مندوں کے بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کئے جانے کا اعلان فرمادیا جائے گا، بعض کے ساتھ حسابِ یسیر کا معاملہ ہوگا کہ ان کا نامۂ عمل ان کے سامنے پیش کرکے ان سے عفو ومغفرت کا معاملہ فرمایا جائے گا۔

بعض کے ساتھ مزید لطف واحسان یہ ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرکے فرمایا جائے گا کہ: ''ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا جائے۔'' اس بے پایاں فضل واحسان کو دیکھ کر بندہ بے اختیار پکار اُٹھے گا کہ: ''یا اللہ! میرے بڑے بڑے گناہ تو

ابھی باقی ہیں، وہ تو ابھی پیش ہی نہیں ہوئے۔'' سبحان اللہ! کیا شانِ کرم ہے کہ گناہ گاروں کو ان کے قصوروں پر سزا کے بجائے اِنعام مل رہا ہے، اور مجرم نشۂ رحمت سے سرشار ہوکر اپنے جرائم کا خود اِظہار کررہے ہیں، ولنعم ما قال الشیخ الشیرازیؒ:

وگر در دہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے برم

قیامت کے دن زمین کی پشت انسان پر گواہ ہوگی

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: ''یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا'' (اس دن بیان کرے گی زمین اپنی خبریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی، جس شخص نے جو عمل اس کی پشت پر کیا تھا، یوں کہے گی کہ: فلاں شخص نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کا حکم دیا (اور وہ حکمِ اِلٰہی سے بیان کرے گی)۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۵)

تشریح:... انسان جو نیک یا بد عمل کرتا ہے تو اس کا ایک ریکارڈ تو علمِ اِلٰہی میں موجود ہے اور دُوسرا لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے، تیسرا کراماً کاتبین کے نامۂ اعمال میں ثبت ہو رہا ہے، چوتھا انسان کے اعضاء و جوارح میں ریکارڈ ہو رہا ہے، پانچواں زمین کی سطح میں ریکارڈ ہو رہا ہے، جس طرح ٹیپ ریکارڈر انسان کی آواز ریکارڈ کرتا ہے، اور جس طرح ٹیلی وِیژن کے آلات سے اس کی ایک ایک حرکت و سکون کو محفوظ کرلیا جاتا ہے، اسی طرح زمین بھی انسان کے اچھے بُرے اعمال کو ریکارڈ کر رہی ہے، اور قیامت کے دن وہ اپنا تمام ریکارڈ اُگل دے گی، اور انسان کے ایک ایک عمل پر گواہی دے گی کہ اس نے فلاں وقت

نماز نہ پڑھی تھی، چوری کی تھی، کسی نامحرم کو بُری نظر سے دیکھا تھا، وغیر ذالک۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی شانِ کریمی سے بندے کی پردہ پوشی فرمائیں تو ان کی رحمت ہے، ورنہ جب انسانی اعضاء و جوارح اور زمین کے اجزا بھی اس کے خلاف شہادت دینے لگیں تو اس کی ذِلت و رُسوائی کا کیا ٹھکانہ ہے!

صور پھونکنے کا بیان

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: صور کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قرنا ہے جس میں پھونکا جائے گا۔''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کیسے خوش ہوں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور حکمِ الٰہی کی طرف کان لگائے ہوئے ہے، اور وہ منتظر ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم کیا جاتا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ: یہ ارشاد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت ہی بھاری گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: یوں کہا کرو: ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا'' (اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہیں اور بہترین کارساز ہیں، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے)۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۵)

تشریح:... صور ایک قرنا (نرسنگا) ہے، جس کو اِسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے اور اس صور پھونکنے کا ذکر قرآنِ کریم میں بہت سی جگہ آیا ہے، نفخِ صور دو بار ہوگا، پہلے جب اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کرنا چاہیں گے تو اِسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا، وہ صور پھونکیں گے، شروع میں اس کی آواز نہایت دھیمی اور سریلی ہوگی، جو تدریجاً بڑھتی جائے گی جس سے

انسان، جنات، چرند، پرند سب سراسیمہ ہوکر مدہوشی کے عالم میں بھاگیں گے اور آواز کی شدّت اور بڑھے گی تو سب کے جگر پھٹ جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور رُوئی کی طرح اُڑنے لگیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے، بالآخر آسمان وزمین فنا ہوجائیں گے اور ذاتِ الٰہی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ کچھ عرصے بعد (جس کی مقدار بعض روایات میں چالیس سال آئی ہے) اللہ تعالیٰ اِسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے انہیں پھر صور پھونکنے کا حکم دیں گے جس سے پورا عالم دوبارہ وجود میں آجائے گا، مردے قبر سے اُٹھیں گے اور میدانِ محشر میں حساب وکتاب کے لئے سب لوگ جمع ہوں گے۔ قیامت کا صور پھونکا جانا نہایت ہولناک چیز ہے کہ آسمان وزمین اور پہاڑ بھی اس کو برداشت نہیں کرسکیں گے اور چونکہ یہ منظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر رہتا تھا اس لئے فرمایا کہ: میں کس طرح خوش ہوں جبکہ صور پھونکنے والا فرشتہ اسے منہ میں لئے منتظر کھڑا ہے کہ اسے کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔

مستدرک حاکم کی حدیث میں ہے کہ صور پھونکنے والا فرشتہ جب سے اس پر مقرّر ہوا ہے اس نے جب سے آنکھ نہیں جھپکی، بلکہ اس کی نظریں برابر عرش کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ مبادا آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اس کو صور پھونکنے کا حکم ہوجائے، گویا اس کی آنکھیں چمکدار ستارے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ صور پھونکنے پر حضرت اِسرافیل علیہ السلام مقرّر ہیں، لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خدمت پر دو فرشتے مقرّر ہیں، غالباً دُوسرا فرشتہ حضرت اِسرافیل علیہ السلام کے ماتحت ہوگا، واللہ اعلم!

جمہور اہلِ علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نفخِ صور دو بار ہوگا، ایک مرتبہ فنا کے لئے، دُوسری مرتبہ دوبارہ زندہ کرنے کے لئے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تین بار ہوگا، حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ ''النہایہ فی الفتن والملاحم'' میں لکھتے ہیں:

''اَلنَّفَخَاتُ فِی الصُّوْرِ ثَلَاثُ نَفَخَاتٍ، نَفْخَةُ الْفَزْعِ، ثُمَّ نَفْخَةُ الصَّعْقِ، ثُمَّ نَفْخَةُ الْبَعْثِ.''

(النہایہ فی الفتن والملاحم، ج:۱ ص:۲۷۹)

ترجمہ:... ''صور کا پھونکا جانا تین بار ہوگا، اوّل سے لوگ گھبرا جائیں گے، اور دُوسرے سے بے ہوش ہوجائیں گے، اور تیسرے سے دوبارہ زندہ ہوجائیں گے۔''

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' میں ابن العربی سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ (فتح الباری ج:۱۱ ص:۳۶۹)

اور حافظ ابنِ حزم ظاہری کا خیال ہے کہ نفخات چار ہوں گے، نفخۂ فنا، نفخۂ احیاء، نفخۂ فزع، نفخۂ صعق۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ صور کا پھونکا جانا دو ہی بار ہوگا، قرآنِ کریم میں پہلی بار کے صور پھونکے جانے کو نفخۂ فزع اور نفخۂ صعق فرمایا گیا ہے۔

اُوپر کی حدیثِ پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضبط و تحمل کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت کے ہولناک مناظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں، اس کے باوجود مسکراتے بھی ہیں، احباب سے بھی ملتے ہیں، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حقوق بھی ادا فرماتے ہیں، اور مراقبۂ آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شغل میں خلل انداز نہیں ہوتا، ورنہ یہ غیبی حقائق اور یہ ہولناک اور رُوح فرسا مناظر دُوسروں کے سامنے کھل جاتے تو اَعصاب یک لخت جواب دے جاتے اور زندگی معطل ہوکر رہ جاتی...!

اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے:

''لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَمَّا سَاغَ لَكُمُ الطَّعَامُ وَلَا الشَّرَابُ، وَلَمَا نَمْتُمْ عَلَى الْفُرِشِ، وَلَهَجَرْتُمُ النِّسَاءَ، وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصَّعِدَاتِ تَجْأَرُوْنَ وَتَبْكُوْنَ، وَلَوَدَدْتُّ ان الله خَلَقَنِيْ شَجَرَةً تُعْضَدُ.'' (مستدرک حاکم، ج:۴، ص:۵۷۹)

ترجمہ:... ''جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہوجاتا تو تم بہت کم ہنسا کرتے، بہت زیادہ رویا کرتے، اور تمہارا کھانا پینا چھوٹ

جاتا، اور تم بستروں پر نہ سو سکتے، اور عورتوں کو چھوڑ دیتے اور تم روتے اور گڑگڑاتے ہوئے باہر سڑکوں پر نکل آتے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت پیدا کیا ہوتا جسے کاٹ لیا جاتا۔ (یہ آخری فقرہ غالباً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی کی حدیث کا ہے)۔''

اس حدیثِ پاک سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی کو جب کوئی پریشانی اور گھبراہٹ لاحق ہو تو ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ، عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا'' پڑھنا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آتشِ نمرود میں ڈالا گیا آپ یہی پڑھ رہے تھے۔ (مرقاۃ) اس دُعا کا حاصل تو تفویض وتوکل ہے، یعنی اپنا سب معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے سپرد کر دیا جائے۔

پل صراط کا بیان

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہلِ ایمان کا شعار پل صراط پر رَبِّ سلِم سلِم ہوگا (یعنی اے رَبّ! سلامتی سے پار کردیجئے)۔''

(ترمذی، ج:۲،ص:۶۶)

تشریح:... پل صراط جہنم کی پشت پر قائم ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، سب لوگوں کو اس پر سے گزرنا ہوگا، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی بجلی کی سی تیزی سے گزرے گا، کوئی طیاروں یا پرندوں کی اُڑان کی طرح، کوئی نہایت تیز رفتار گھوڑے کی طرح، کوئی آدمی کے دوڑنے کی رفتار سے، کوئی آدمی کی معمولی رفتار سے، وئی شیر خوار بچے کی طرح رینگتا جائے گا اور کوئی کٹ کٹ کر جہنم میں گرے گا، نعوذ باللہ!

اس حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ پل صراط سے گزرتے ہوئے اہلِ ایمان کا شعار ''رَبِّ سلِم سلِم'' ہوگا، متعدّد احادیث میں ہے کہ فرشتے اس کے دونوں جانب کھڑے ''اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِمْ'' کہہ رہے ہوں گے، اور بعض روایات میں ہے کہ انبیائے کرام علیہم

السلام اس پر کھڑے "رَبِّ سلّم سلّم" کہہ رہے ہوں گے۔ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کہ شدّتِ اہوال کی وجہ سے انبیائے کرام، ملائکہ اور اہلِ ایمان سب ہی سلامتی کی دُعا کریں گے، البتہ صحیح بخاری "باب فضل السجود" (ج:۱ ص:۱۱۱) میں ہے:

"وَلَا یَتَکَلَّمُ یَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَکَلَامُ الرُّسُلِ یَوْمَئِذٍ: اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ!"

ترجمہ:... "اور نہیں کلام کریں گے اس دن مگر رسول، اور رسولوں کا کلام اس دن "اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ" ہوگا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کلام نہیں کریں گے، حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس کلام کے اہلِ ایمان کا شعار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی یہ کلمہ کہیں، بلکہ رسول یہ کلمہ کہیں گے اور اس کے ساتھ اہلِ ایمان کی سلامتی کی دُعا کریں گے، اس لئے اس کو اہلِ ایمان کا شعار فرمایا گیا۔ (فتح الباری، ج:۱۱ ص:۴۵۲)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفی و اثبات کو مختلف حالات پر محمول کیا جائے، یعنی ایک خاص وقت میں تو رسولوں کے سوا کوئی کلام نہیں کرے گا، لیکن دُوسرے اوقات میں اہلِ ایمان بھی یہ دُعا کریں، واللہ اعلم!

۲...... "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ضرور کروں گا! میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! پھر آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: سب سے پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کیا: اگر پل صراط پہ آپ سے ملاقات نہ ہوسکے تو؟ فرمایا: تو پھر میزان کے پاس تلاش کرنا، میں نے عرض کیا: اگر میزان کے پاس بھی آپ سے نہ مل سکوں تو؟ فرمایا: پھر حوضِ کوثر پر مجھے تلاش کرنا، کیونکہ میں ان تین جگہوں سے چوتھی جگہ نہیں ہوں گا۔" (ترمذی، ج:۲ ص:۶۶)

تشریح:...اس حدیثِ پاک میں دو چیزیں غور طلب ہیں، ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے پل صراط پر، پھر میزان پر اور اس کے بعد حوض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا، جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ پل صراط کا مرحلہ میزان سے پہلے اور حوض پر حاضری میزان کے بعد ہے، لیکن احادیثِ صحیحہ سے جو ترتیب معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حوض، میزان سے پہلے اور میزان، پل صراط سے پہلے ہے۔ ''کوکب دُرّی'' میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے یہ توجیہ نقل کی گئی ہے:

''یہاں اوّلیت سے اولیتِ زمانی مراد نہیں، ورنہ صراط کا میزان سے اور میزان کا حوض سے مقدم ہونا لازم آئے گا، جبکہ روایات میں اس کے خلاف مصرّح ہے، بلکہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ضرورت و احتیاج کے اعتبار سے تقدم ہے، گویا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلا مرتبہ تیرے مجھے تلاش کرنے کا اور سب سے زیادہ احتیاج کا موقع صراط ہے، پھر اس کے بعد ہول و شدّت میں میزان ہے، پھر حوض ہے۔''

حضرتِ شیخ (مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی) قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ: اسی کے قریب وہ توجیہ ہے جو علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ عینی رحمہ اللہ سے نقل کی ہے:

''فِیْ أَیِّ مَوَاطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ الَّتِیْ اَحْتَاجُ اِلٰی شَفَاعَتِکَ اَطْلُبُکَ لِتَخْلُصَنِیْ مِنْ تِلْکَ الْوَرْطَةِ، فَأَجَابَ: عَلَی الصِّرَاطِ وَعِنْدَ الْمِیْزَانِ وَالْحَوْضِ، أَیْ أَفْقَرُ الْأَوْقَاتِ اِلٰی شَفَاعَتِیْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنَ۔''

(کوکب الدرّی، ج:۲ ص:۹۸)

ترجمہ:...''سوال کا مدعا یہ تھا کہ کن مواقع میں مجھے آپ کی شفاعت کی احتیاج پیش آئے گی؟ جن میں آپ کو تلاش کروں تاکہ آپ مجھے اس گرداب سے نکالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

جواب دیا کہ: صراط پر، میزان کے پاس اور حوض کے پاس۔ مطلب یہ کہ وہ مواقع جن میں میری شفاعت کی احتیاج ہوگی وہ یہ تین مقامات ہیں۔''

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ: میرے نزدیک زیادہ راجح یہ توجیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری ان مواقع میں بار بار ہوگی، خصوصاً پل صراط پر، اس لئے پل صراط پر تشریف لے جانا حساب وکتاب وغیرہ سے پہلے بھی ہوگا....الخ۔

(کوکب دُرّی، ج:۲، ص:۹۸)

یہی توجیہ حاشیہ مشکوٰۃ (ص:۴۹۳) میں لمعات سے نقل کی گئی ہے، دُوسری توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس حدیثِ پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلبِ شفاعت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مقامات پر تلاش کرنے کا حکم فرمایا، صراط، میزان اور حوض، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک بار دوزخ کو یاد کرکے رو رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ: میں جہنم کو یاد کرکے رونے لگی۔ پھر عرض کیا کہ: کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر کے لوگوں کو بھی یاد رکھیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أَمَّا فِيْ ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا، عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ أَمْ يُثْقِلُ؟ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ: هَاؤُمُ اقْرَؤُا كِتَابِيَهْ، حَتّٰى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ أَفِيْ يَمِيْنِهٖ أَمْ فِيْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ؟ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرِ جَهَنَّمَ.'' (مشکوٰۃ ص:۴۸۶)

ترجمہ:... ''تین موقعوں پر تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، ایک تو میزان کے پاس، یہاں تک کہ معلوم ہوجائے کہ اس کی میزان

ہلکی ہوتی ہے یا بھاری؟ دُوسرے نامۂ اعمال ہاتھوں میں دیئے جانے کے وقت، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا نامۂ عمل کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے، دائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے اس کے بائیں ہاتھ میں؟ اور صراط کے پاس جبکہ وہ جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔''

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صراط و میزان پر کوئی سفارش کام نہیں دے گی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''لمعات'' میں فرماتے ہیں کہ: یہ ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور مبالغہ فرمایا تا کہ وہ حرمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کر بیٹھیں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شفاعت کا وعدہ اس لئے فرمایا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

شفاعت کا بیان

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دعوت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، پس دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی اور گوشت کا یہ حصہ آپ کو بہت مرغوب تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں سے ایک بار نوچ کر اسے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، جانتے ہو ایسا کیوں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تمام اوّلین و آخرین کو ایک صاف میدان میں جمع کریں گے، پس پکارنے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور نظر ان سے آر پار ہوگی، اور آفتاب ان کے قریب ہوگا، پس لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک لاحق ہوگی کہ ان کی طاقت اور حد برداشت سے باہر ہوگی، پس لوگ ایک دُوسرے سے کہیں گے کہ: تم دیکھ نہیں رہے کہ تمہاری پریشانی کا کیا عالم ہے؟ کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے ربّ کے

پاس تمہاری سفارش کرے؟ لوگ ایک دُوسرے سے کہیں گے کہ (اس مقصد کے لئے) آدم علیہ السلام کے پاس جانا چاہئے، چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اوران سے عرض کریں گے کہ: حضرت! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ میں اپنی (طرف سے) رُوح ڈالی، اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ: آج میرا رَبّ ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا، اور اس نے مجھے درخت سے منع کیا تھا لیکن میں اس کا یہ حکم پورا نہیں کرسکا، نفسی! نفسی! تم کسی اور کے پاس جاؤ، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، ان سے عرض کریں گے کہ: آپ پہلے رسول ہیں جو اہلِ زمین کی طرف بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "شکر گزار بندہ" رکھا ہے، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہمیں کیسی پریشانی لاحق ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ: میرا رَبّ آج ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا، اور میرے لئے ایک مخصوص دُعا تھی جو میں نے اپنی قوم پر بددُعا کرکے پوری کرلی۔ نفسی! نفسی! نفسی! تم کسی دُوسرے کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ: آپ اہلِ زمین پر اللہ کے نبی اور اس کے خلیل تھے، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ: میرا رَبّ آج ایسا غضب ناک ہے کہ نہ کبھی آج سے پہلے ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا، اور میں نے تین باتوں میں توریہ کیا تھا - ابوحیان راوی نے حدیث میں ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے- نفسی! نفسی! تم کسی اور کے پاس جاؤ، موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ- چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، ان سے عرض کریں گے کہ: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیغامات اور بلا واسطہ کلام کے ساتھ لوگوں پر فضیلت دی تھی، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ: آج میرا رَبّ ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا، اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں ہوا تھا، نفسی! نفسی! تم لوگ کسی دُوسرے کے پاس جاؤ، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ- چنانچہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ: آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (خرقِ عادت کے طور پر) آئی ہوئی رُوح ہیں، اور آپ نے گہوارے میں باتیں کی تھیں، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ

ہم کس حالت میں ہیں؟ وہ فرمائیں گے کہ: میرا رَبّ آج ایسا غضب ناک ہے کہ نہ آج سے پہلے کبھی ایسا غضب ناک ہوا اور نہ آج کے بعد کبھی ایسا غضب ناک ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا کوئی قصور ذکر نہیں کریں گے، نفسی! نفسی! نفسی! تم لوگ کسی دُوسرے کے پاس جاؤ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس) آئیں گے، پس کہیں گے کہ: آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے قصور معاف کردیئے ہیں، آپ اپنے رَبّ کے پاس ہماری سفارش کیجئے! آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں؟ چنانچہ میں (سفارش کے لئے) چلوں گا، پس عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رَبّ کے سامنے سجدے میں گرجاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثنا کے وہ مضامین کھولیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے ہوں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ: اے محمد! سر اُٹھائیے، مانگئے جو مانگنا چاہتے ہیں آپ کو عطا کیا جائے گا، اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت سنی جائے گی۔ پس میں سجدے سے سر اُٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے رَبّ میری اُمت! اے رَبّ میری اُمت! اے رَبّ میری اُمت! پس حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ: اے محمد! اپنی اُمت کے ان لوگوں کو جن کے ذمے حساب نہیں، جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے اور یہ لوگ دُوسرے دروازوں کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جنت کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے دو کواڑوں کے درمیان

فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر اور مکہ اور بُصریٰ کے درمیان کا فاصلہ ہے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:٦٦)

تشریح:... قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام علیہم السلام، صلحاء اور ملائکہ کا شفاعت کرنا برحق ہے، اور اس کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں، جو معنیً متواتر ہیں، اور یہ شفاعت کئی قسم کی ہوگی۔

اوّل شفاعتِ کبریٰ:... یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کہ محشر کے دن کی ہولناکیوں اور حساب و کتاب کے بند ہونے کی وجہ سے اہلِ محشر اس قدر پریشان ہوں گے کہ لوگ یہ آرزو کریں گے کہ حساب و کتاب کھل جائے خواہ انہیں دوزخ میں ہی بھیج دیا جائے۔ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ اہلِ ایمان کے دِل میں یہ بات ڈالیں گے کہ کسی برگزیدہ ہستی سے اس بندش کو کھلوانے کی سفارش کی جائے، چنانچہ باری باری حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات) کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور یہ سب حضرات جلالِ الٰہی کے رعب سے اس پر آمادہ نہیں ہوں گے، بالآخر سیّد المرسلین و خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس درخواست کو قبول فرما کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوں گے، طویل سجدے کے بعد آپ کو شفاعت کا اِذن ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے حساب و کتاب شروع ہوجائے گا، یہی وہ "مقامِ محمود" ہے جس کا قرآنِ کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے: "عَسٰٓی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" چونکہ یہ شفاعت تمام اہلِ محشر کے حق میں ہوگی، اس لئے تمام اوّلین و آخرین اس پر آپ کی مدح وثنا کریں گے۔

دوم:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے بہت سے لوگوں کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانے کی شفاعت فرمائیں گے، جس کا بیان اسی حدیثِ بالا کے آخر میں ہے، اور بعض اکابر کے نزدیک یہ شفاعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوم:... بہت سے اہلِ جنت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کے

درجے سے بڑھ کر مقاماتِ عالیہ اور درجاتِ رفیعہ عطا کیے جائیں گے۔

چہارم:.... بہت سے لوگ جن کی نیکی اور بدی کا پلہ مساوی ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پنجم:.... بہت سے لوگ جو اپنے اعمال کے لحاظ سے جہنم کے مستحق ہوں گے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف کردیا جائے گا اور جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

ششم:.... بہت سے گنہگار جو جہنم میں جاچکے ہوں گے ان کے حق میں شفاعت ہوگی اور انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا، یہ شفاعت تمام انبیائے کرام، ملائکہ عظام اور صلحاء کے درمیان مشترک ہے۔

ہفتم:.... بعض اہلِ دوزخ کے عذاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے تخفیف ہوگی، جیسا کہ ابوطالب کے بارے میں احادیث میں وارِد ہے۔

ہشتم:.... جنت کا دروازے کھولنے کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے، اور سب سے پہلے آپ ہی کے لئے کھولا جائے گا۔

ان شفاعتوں کے علاوہ بعض خاص اعمال والوں کے لئے بھی وعدۂ شفاعت احادیث میں آیا ہے، مگر یہ مندرجہ بالا صورتوں ہی میں داخل ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار)

اہلِ کبائر کے لئے شفاعت

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری شفاعت میری اُمت کے اہلِ کبائر کے لئے ہوگی۔ محمد بن علی (اِمام باقر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: (اس حدیث کو بیان کرکے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ: اے محمد! جو شخص اہلِ کبائر میں سے نہ ہو، اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟“ (ترمذی، ج:۲، ص:۶۶)

تشریح:... اہلِ حق اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو گناہ گاروں کے حق میں شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائیں گے، چنانچہ بعض ایسے گناہ گاروں کے حق میں شفاعت ہوگی جو دوزخ کے مستحق تھے، شفاعت کے بعد ان کی مغفرت ہوجائے گی اور انہیں دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور بعض گناہ گاروں کے حق میں دوزخ سے نکالنے کی شفاعت ہوگی، اور انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ خوارج اور بعض معتزلہ اہلِ کبائر کے حق میں شفاعت کے منکر ہیں، مگر ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ قرآنِ کریم میں اِجمالاً اور اَحادیث متواتر المعنیٰ میں صراحۃً وتفصیلاً اہلِ کبائر کے لئے شفاعت کا ہونا ثابت ہے، البتہ کافر و مشرک کے لئے شفاعت نہیں ہوگی۔ نیز اَحادیث میں متعدّد گناہوں کا ذکر آتا ہے، جن کی وجہ سے آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہوجاتا ہے (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں!)۔ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ حدیث متعدّد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے، اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

”وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ (أَیْ لِلْخَطِیْبِ) عَنْ عَلِیٍّ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ): شَفَاعَتِیْ لِأُمَّتِیْ مَنْ أَحَبَّ أَهْلَ بَیْتِیْ. وَرَوٰی أَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ (رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ): شَفَاعَتِیْ مُبَاحَةٌ إِلَّا لِمَنْ سَبَّ أَصْحَابِیْ. وَرَوٰی ابْنُ مَنِیْعٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَبِضْعَةَ عَشَرَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَفْظُهٗ: شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَقٌّ، وَفَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِهَا لَمْ یَكُنْ مِنْ أَهْلِهَا.“

ترجمہ:... ”اور خطیب کی ایک روایت میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ: میری شفاعت میری اُمت میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہلِ بیت سے محبت رکھیں۔ اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: میری شفاعت مباح ہے، مگر اس شخص کے لئے

مباح نہیں جو میرے صحابہ کو بُرا کہتا ہو۔ اور ابنِ منیع نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور دس سے زیادہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ: میری شفاعت قیامت کے دن حق ہے، پس جو شخص اس پر ایمان نہ رکھے وہ شفاعت کا اہل نہیں ہوگا۔“

(مرقاۃ، ج:۵، ص:۲۷۸، مطبوعہ بمبئی)

اور یہ جو فرمایا کہ: ”میری شفاعت میری اُمت کے اہلِ کبائر کے لئے ہے“ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کبائر کے سوا کسی کی شفاعت نہیں فرمائیں گے، کیونکہ شفاعت کی متعدّد اَقسام اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ میری وہ شفاعت جس کے ذریعے ہلاک ہونے والوں کو نجات نصیب ہوگی یہ صرف اہلِ کبائر کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہی مراد ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے کہ: ”جو شخص اہلِ کبائر میں سے نہ ہو، اس کو شفاعت کی کیا ضرورت؟“ مطلب یہ کہ اس کو ایسی شفاعت کی ضرورت نہیں جو دوزخ سے نجات دِلائے، فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

”أَمَّا الْمُتَّقُوْنَ الْوَرِعُوْنَ وَأَهْلُ الْاِسْتِقَامَةِ فَقَدْ كَفَاهُمْ مَّا قَدَّمُوْا عَلَيْهِ، فَإِنَّمَا نَالُوْا تَقْوَاهُمْ وَوَرَعَهُمْ بِرَحْمَةٍ شَامِلَةٍ، فَتِلْكَ وَالرَّحْمَةُ لَاتَّخَذَ لَهُمْ فِيْ مَكَانٍ قَالَ: وَالشَّفَاعَةُ دَرَجَاتٌ فَكُلُّ صِنْفٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَأَهْلُ الدِّيْنِ كَالْعَابِدِيْنَ وَالْوَرِعِيْنَ وَالزُّهَّادِ وَالْعُلَمَاءِ يَأْخُذُ حَظَّهُ مِنْهَا عَلٰى حِيَالِهِ لٰكِنْ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْبَهُ شَفَاعَةُ غَيْرِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ لِأَنَّ شَفَاعَتَهُمْ مِّنَ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ وَالْحُظُوْظِ وَشَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجُوْدِ.“

(فیض القدیر، ج:۴، ص:۱۶۲)

ترجمہ:... ''متقی پرہیزگار اور اہلِ استقامت کو وہ اعمال کافی ہوں گے جن کو وہ لے کر آئیں گے کیونکہ انہوں نے تقویٰ و پرہیزگاری کا جو سرمایہ حاصل کیا ہے وہ بھی حق تعالیٰ کی رحمتِ شاملہ کی بدولت ہی حاصل کیا، اس لئے ان کا یہ سرمایہ اور رحمتِ الٰہی ان کو کسی موقع پر بھی بے مدد نہیں چھوڑے گی۔ حکیم ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شفاعت کے کئی درجے ہیں، اور انبیاء و اولیاء، اہلِ دِین، عابد و زاہد اور علماء سبھی شفاعت میں سے اپنا اپنا حصہ لیں گے، لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، دُوسرے انبیاء و اولیاء کے مشابہ نہیں، کیونکہ ان کی شفاعت صدق و وفاء اور حظوظ کی بنا پر ہوگی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت محض جود و کرم کی بنا پر ہوگی۔''

بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخلے کی شفاعت

''حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت کے ستر ہزار اَفراد بغیر حساب کے جنت میں داخل کریں گے۔ اس پر حضرت یزید بن اَخنس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ کی اُمت میں ان لوگوں کی نسبت تو ایسی ہے جیسے مکھیوں میں سرخ مکھی کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے رَبّ عزّ و جل نے مجھ سے ستر ہزار کا وعدہ فرمایا ہے، اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تین چُلّو مزید عطا فرمائے ہیں۔''

(رواہ أحمد والطبرانی، ورجال أحمد وبعض أسانید الطبرانی رجال الصحیح، وقال الحافظ فی الاصابۃ (ج:۱ص:۶۵۱): وأخرجہ أحمد وسندہ صحیح)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے ستر ہزار افراد کا بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہونا صحاحِ ستہ، مسندِ احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، اس سلسلے کی بیشتر روایات حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفًا بغير حساب" (ج:۱۱، ص:۴۱۰، ۴۱۵) میں، اور حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد (ج:۱۰، ص:۴۰۵، ۴۱۱) "باب فيمن يدخل الجنّة بغير حساب" میں جمع کردی ہیں، بہرحال اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں۔

اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار کا وعدہ بھی متعدد احادیث میں مروی ہے، اور یہ بھی ہے کہ یہ حضرات ان ستر، ستر ہزار کی شفاعت کریں گے، چنانچہ مجمع الزوائد میں طبرانی کے حوالے سے حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے:

"ثُمَّ يَشْفَعُ كُلّ أَلْفٍ لِسَبْعِيْنَ أَلْفًا، ثُمَّ يُحْثِيْ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِكَفَّيْهِ ثَلَاثٍ، فَكَبَّرَ عُمَرُ وَقَالَ: اِنَّ السَّبْعِيْنَ الْأُوْلٰى يُشَفِّعُهُمُ اللهُ فِيْ اٰبَائِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ وَعَشَائِرِهِمْ، وَأَرْجُوْا أَنْ يَّجْعَلَنِيَ اللهُ فِيْ اِحْدَى الْحَثَيَاتِ الْأَوَاخِرِ .... الخ." (مجمع الزوائد، ج:۱۰، ص:۴۱۳)

ترجمہ:... "پھر ہر ہزار، ستر ہزار کی سفارش کرے گا، پھر میرا ربّ دونوں ہاتھوں سے تین چُلّو بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور کہا کہ: پہلے ستر ہزار تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے آباء واَجداد، اپنی آل اولاد اور اپنے خویش قبیلوں کے حق میں شفاعت کریں گے، اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخری تین چُلّوؤں میں سے کسی نہ کسی چُلّو میں ڈال ہی لیں گے۔"

اور صحیح ابنِ حبان میں عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ مضمون ان الفاظ میں مروی ہے:

''ثُمَّ لَيَشْفَعَ كُلُّ أَلْفٍ فِيْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا، ثُمَّ يُحْثِيْ رَبِّيْ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ بِكَفَّيْهِ. فَكَبَّرَ عُمَرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ السَّبْعِيْنَ أَلْفًا يُشَفِّعُهُمُ اللّٰهُ فِيْ اٰبَائِهِمْ وَأُمَّهَاتِهِمْ وَعَشَائِرِهِمْ، وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنَ أَدْنٰى أُمَّتِيْ الْحَثَيَاتِ.'' (موارد الظمآن ص:۶۵۷، حدیث:۲۶۴۳)

ترجمہ:... ''پھر ہر ہزار، ستر ہزار کی شفاعت کرے گا، پھر میرا ربّ دونوں ہاتھوں سے تین لپیں بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستر ہزار کو اللہ تعالیٰ ان کے ماں باپ اور قبیلوں کے حق میں شفیع بنائیں گے، اور بے شک میں اُمید رکھتا ہوں کہ میری اُمت کا ادنیٰ آدمی بھی اللہ تعالیٰ کے چُلّوؤں میں آجائے گا۔''

حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' (ج:۱۱ ص:۴۱۰) میں یہ روایت صحیح ابنِ حبان اور طبرانی کے حوالے سے نقل کرکے ''بسند جیّد'' کہا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ستر ہزار، جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان میں سے ہر فرد کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے، چنانچہ مسندِ احمد (ج:۱ ص:۵) میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''میں نے اپنے پروردگار سے زیادہ کی درخواست کی تو مجھے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے۔''

نیز مسندِ احمد میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میرے ربّ نے مجھے میری اُمت کے ستر ہزار افراد دیئے ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اور مانگ لیتے۔ فرمایا: میں نے مزید مانگے تو اللہ

تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار عطا فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: آپ اس سے بھی زیادہ مانگ لیتے! فرمایا: میں نے اور بھی مانگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح عطا فرمائے۔ (''اس طرح'' کا مفہوم سمجھاتے ہوئے امام احمدؒ کے اُستاذ) عبداللہ بن بکرؒ نے بانہیں کھول کر فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بانہیں کھول دیں اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی حکایت کرتے ہوئے) عبداللہؒ نے لپ بھری۔ اور (امام احمدؒ کے اُستاذ الاُستاذ) ہشام (بن حسان) نے فرمایا کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ایسا وعدہ) ہے کہ اس کی تعداد معلوم نہیں کی جاسکتی۔''

۲:... ''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) میرے ربّ کی جانب سے آیا اور اس نے مجھے دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا کہ یا تو آدھی اُمت کا جنت میں داخل ہونا قبول کرلوں یا شفاعت اختیار کرلوں، چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اور یہ شفاعت ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو ایسی حالت میں مریں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۶۷)

تشریح:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں وعدوں میں شفاعت کے وعدے کو اختیار کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس کے ذریعے پوری اُمت جنت میں داخل ہوسکتی ہے، خواہ بغیر حساب و کتاب کے اوّل وہلہ میں داخل ہو، یا کچھ عرصہ دوزخ میں رہنے کے بعد جنت میں داخل ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ شفاعت کا ہونا کسی اُمتی کے دوزخ میں داخل ہونے کے منافی نہیں، اور نہ شفاعت کی احادیث سن کر کسی کے لئے بےفکر ہوجانا صحیح ہے۔

چونکہ کفر و شرک کا گناہ لائقِ معافی نہیں، اس لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں ان کے لئے شفاعت بھی نہیں ہوگی۔

حوضِ کوثر کا بیان

۱:... ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے حوض میں آسمان کے ستاروں کی تعداد میں کوزے ہوں گے۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۶۷)

۲:... ''حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا، اور انبیاء علیہم السلام آپس میں فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے حوض پر زیادہ لوگ آئیں گے، اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ لوگ میرے حوض پر آئیں گے۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۶۷)

تشریح:... میدانِ محشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا، جس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، جس کو اس کا ایک گھونٹ نصیب ہوگا وہ ہمیشہ کے لئے سیراب ہوجائے گا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

حوضِ کوثر کے برتنوں کا بیان

''ابوسلام الحُبشی کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا، چنانچہ مجھے ڈاک کی سواری پر سوار کیا گیا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا: امیر المؤمنین! ڈاک کی سواری پر سوار ہونا میرے لئے بڑی مشقت کا باعث ہوا۔ فرمایا: ابوسلام! میرا مقصد آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں تھا، لیکن مجھے ایک حدیث پہنچی جو حوضِ کوثر کے بارے میں آپ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں وہ حدیث آپ سے بالمشافہ سننا چاہتا تھا۔ ابوسلام نے کہا کہ: میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض عدن سے عمان بلقاء تک

ہے، اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس کے کوزے آسمان کے ستاروں سے زیادہ تعداد میں ہیں، جو شخص اس سے ایک گھونٹ پی لے گا اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ سب سے پہلے جو لوگ میرے حوض پر آئیں گے وہ فقراء مہاجرین ہوں گے، جن کے سر کے بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہیں، جو ناز و نعمت میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے، اور جن کے لئے گھروں کے دروازے نہیں کھولے جاتے (یعنی ان کو گھروں میں آنے کی اجازت نہیں ملتی)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لیکن میں نے تو ناز پروردہ عورتوں سے نکاح کیا ہے اور میرے لئے گھروں کے دروازے بھی کھولے جاتے ہیں، میں نے عبدالملک بن مروان خلیفہ کی بیٹی شہزادی فاطمہ سے نکاح کر رکھا ہے، میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک بال پراگندہ نہ ہو جائیں سر نہیں دھویا کروں گا، اور جب تک کپڑے میلے کچیلے نہ ہو جائیں کپڑے صاف نہیں کیا کروں گا۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۶۷)

۲:..... ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حوضِ کوثر کے کوزوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! کہ اس کے جام اس سے زیادہ تعداد میں ہیں جس قدر کہ تاریک اور صاف رات میں آسمان پر ستارے نمودار ہوتے ہیں، یہ جنت کے جام ہوں گے، جو شخص ان سے پی لے گا مدۃ العمر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ حوضِ کوثر کا عرض اتنا ہے جتنی کہ عمان سے ایلہ تک کے درمیان مسافت ہے، اس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔''

تشریح:... حوضِ کوثر کے طول و عرض کے بارے میں احادیث شریفہ میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، ان سے مقصود اس کے طول و عرض کی کثرت کو بیان کرنا ہے، تحدید مقصود نہیں۔

جنت کے مناظر

جنت کے درختوں کی شان

۱:... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا کہ سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا، تب بھی اس کو قطع نہیں کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرآنِ کریم میں جس ''لمبے سائے'' کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔''

۲:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ (تیز رفتار گھڑ) سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا (تب بھی اسے ختم نہیں کرسکے گا)۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۵)

تشریح:... ان اَحادیثِ طیبہ کے بارے میں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:... ان احادیث میں قرآنِ کریم کی آیت: ''وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ'' کا حوالہ دیا گیا

ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ سورۂ واقعہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ذکر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی، (''وَکُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً'' الواقعہ) ایک ''السابقون'' (جن کا لقب دُوسری جگہ ''اَلْمُقَرَّبُوْنَ'' رکھا ہے)، دُوسری جماعت ''اصحاب الیمین'' اور تیسری ''اصحاب الشمال'' اس کے بعد تینوں کے انجام اور اُخروی حالات کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے، ''اصحاب الیمین'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ. فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ. وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ. وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ. وَمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ. وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ. لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ. وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ.'' (الواقعہ:۲۷-۳۴)

ترجمہ:... ''اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں، وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی، اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے، اور لمبا لمبا سایہ ہوگا، اور چلتا ہوا پانی ہوگا، اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی، اور اُونچے اُونچے فرش ہوں گے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

دوم:...آیتِ کریمہ: ''وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ'' میں جنت میں سائے کے ہونے کا ذکر ہے، اور بھی متعدّد آیاتِ کریمہ میں جنت میں سائے کا ذکر ہے، اس پر کسی کو یہ اِشکال ہوسکتا ہے کہ سایہ تو دُھوپ کے مقابلے میں ہوتا ہے، جنت میں دُھوپ ہی نہیں ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے: ''لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا'' (الدہر:۱۳) تو وہاں سایہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ دُھوپ نہیں ہوگی تاہم جنت کی فضا میں نور ہی نور ہوگا، جو کیفیت کہ طلوعِ آفتاب سے چند منٹ پہلے ہوتی ہے، جنت میں کچھ اسی طرح کی کیفیت ہمیشہ رہا کرے گی۔ اسی کو سائے سے تعبیر فرمایا گیا ہے، یوں بھی سایہ ہمیشہ دُھوپ کے مقابلے میں نہیں ہوتا۔

حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمہ اللہ آیتِ کریمہ: ''وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا'' (النساء:۵۷) کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''یعنی دُنیا کے اَشجار کا سا سایہ نہ ہوگا کہ خود سائے کے اندر بھی دُھوپ چھنتی ہے، وہ بالکل متصل ہوگا، اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہاں آفتاب وغیرہ تو ہوگا نہیں، جیسے ارشاد فرمایا: ''لَا یَرَوْنَ فِیْھَا شَمْسًا'' پھر سایہ کے کیا معنی؟ کیونکہ سائے کے لئے مطلق کسی جسم نورانی کا ہونا کافی ہے، اور وہاں اس کا ہونا عجیب نہیں۔ رہا یہ شبہ کہ پھر جب گرمی نہیں تو سائے کا کیا فائدہ؟ یہ محض ضعیف ہے اس لئے کہ فائدے کا اس میں منحصر کرلینا خود بے دلیل ہے، ممکن ہے کہ کسی تیز نور کا لطیف بنانا ہو، جیسے ماہتاب پر اَبرِ رقیق آجاتا ہے۔ یا خود اس سائے کی حقیقت نور ہی ہو جیسا کہ گو ہر شب چراغ کا سایہ، یا یوں کہا جاوے کہ نرا سایہ ہی ہو بلا ظلمت جیسے طلوعِ آفتاب سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے، ایک آیت میں اس کو مشہور تفسیر پر ظل سے تعبیر فرمایا ہے: ''اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ'' اور سائے کی معرفت دُھوپ پر موقوف ہونے سے خود سائے کے وجود کا توقف دُھوپ پر لازم نہیں آتا۔'' (بیان القرآن، ج:۲، ص:۱۲۵)

اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ''وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ'' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''یعنی نہ دُھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی، نہ اندھیرا ہوگا، صبح کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے، ایسا معتدل سایہ سمجھو، اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک متواتر چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔'' (تفسیر عثمانی، ص:۶۹۴)

سوم:... یہی اِشکال اس حدیثِ پاک پر بھی ہوتا ہے کہ جنت میں دُھوپ ہی نہیں ہوگی تو درختوں کا سایہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں دُنیا کا معروف سایہ مراد نہیں بلکہ راحت ونعمت مراد ہے، یا یہ مطلب ہے کہ اس درخت کا پھیلاؤ اس قدر وسیع ہوگا کہ تیز رفتار سوار اس کے نیچے ایک صدی تک چلتا رہے، تب بھی اس کے اطراف وحدود کو ختم نہیں

کر سکے گا۔ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قوله: في ظلّها، أي في نعيمها وراحتها ومنه قولهم: "عيش ظليل" وقيل: معنى ظلها ناحيتها وأشار بذٰلک الى امتدادها، ومنه قولهم: "انا في ظلک" أي ناحيتک. قال القرطبي: والمحوج الٰى هٰذا التأويل ان الظل في عرف أهل الدنيا ما يقي من حر الشمس وأذاها، وليس في الجنّة شمس ولا أذٰى." (فتح الباری، ج:۶ ص:۳۲۶)

ترجمہ:... "ارشادِ نبوی: "اس کے سائے میں چلتا رہے گا" یعنی اس کی نعمت و راحت میں۔ عرب کہتے ہیں: "عیش ظلیل" (گھنی زندگی) یعنی راحت کی زندگی، اور بعض نے کہا کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ سوار اس درخت کے اَطراف میں چلتا رہے گا، اس سے اس درخت کے لمبا ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، جیسے عرب کہتے ہیں: "میں تیرے سائے میں ہوں" یعنی تیری جانب ہوں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ: اس تأویل کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اہلِ دُنیا کے عرف میں سایہ اس چیز کو کہتے ہیں جو سورج کی تپش اور گرمی سے بچائے، حالانکہ جنت میں نہ سورج ہوگا نہ گرمی کی تکلیف ہوگی۔"

چہارم:... حدیث میں جس درخت کا ذکر ہے وہ جنت کا ایک خاص درخت ہے جسے "شجرۂ طوبیٰ" کہتے ہیں۔ مسندِ احمد (ج:۴ ص:۱۸۳)، تفسیر ابنِ کثیر (ج:۴ ص:۴۹۰) اور مجمع الزوائد (ج:۱۰ ص:۴۱۳) میں حضرت عتبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک اَعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوضِ کوثر اور جنت کا ذکر فرمایا تو اَعرابی نے کہا: کیا وہاں میوے بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور وہاں ایک درخت ہے جسے "طوبیٰ" کہا جاتا ہے۔ اَعرابی نے کہا: وہ ہماری زمین کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ فرمایا: وہ تیری زمین کے درختوں

میں کسی کے مشابہ نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کبھی ملکِ شام گئے ہو؟ کہا: جی نہیں! فرمایا: شام میں ایک درخت کو ''جوزہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ اس کے مشابہ ہے، اس کا تنا ایک ہوتا ہے، اور اُوپر سے اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اَعرابی نے کہا: اس کے خوشے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا: اتنی مسافت کے ہوں گے کہ ابقع (سیاہ وسفید) کوّا متواتر ایک مہینے تک اُڑتا رہے، درمیان میں دَم نہ لے۔ اَعرابی نے کہا: اس کی جڑیں کتنی بڑی ہیں؟ فرمایا: اگر تیرے گھر کے اُونٹوں میں کوئی جوان اُونٹ چلتا رہے تو اس کی جڑوں کا احاطہ نہیں کرسکے گا، یہاں تک کہ بوڑھا ہوکر اس کی گردن ٹوٹ جائے۔ اَعرابی نے کہا: کیا وہاں انگور بھی ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! کہا: اس کے دانے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا: کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی بڑا بکرا ذبح کیا ہو اور اس کی کھال اُتار کر تیری ماں کے سپرد کی ہو کہ اس کو دباغت دے کر مویشیوں کے لئے پانی کھینچنے کا بڑا ڈول بنالو؟ اَعرابی نے کہا: جی ہاں! ایسا ہوا ہے، فرمایا: وہاں انگور کے دانے اس بڑے ڈول کے برابر ہوں گے۔ کہا: پھر تو ایک دانہ مجھے اور میرے گھر والوں کو سیر کرسکے گا؟ فرمایا: ہاں! اور تیرے تمام قبیلے کو بھی۔

۳:... ''حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ نَا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ.'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۵)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں جو درخت بھی ہوگا اس کا تنا سونے کا ہوگا۔''

جنت اور جنت کی نعمتوں کی شان

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری کیا حالت ہے کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دِل نرم ہوجاتے ہیں، ہم دُنیا سے بے رغبت ہوجاتے ہیں اور اس وقت ہم اہلِ آخرت ہوتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہیں، گھر کے لوگوں سے مانوس ہوتے ہیں اور اولاد کو سونگھتے ہیں تو ہم اپنے دِلوں کو اور ہی طرح کا پاتے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ہمیشہ اسی حالت میں رہا کرو جس حالت میں تم میرے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہو، تو فرشتے تمہارے گھروں پر تمہاری زیارت کیا کریں، اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ (تمہاری جگہ) ایک نئی مخلوق کو لے آئیں تا کہ وہ گناہ (کر کے شرمندہ ہوں اور اپنے عجز وقصور کا اعتراف کر کے اِستغفار کیا) کریں جس پر اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمایا کریں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مخلوق کس چیز سے بنائی گئی؟ فرمایا: پانی سے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنت کی عمارت کیسے ہوگی؟ فرمایا: ایک اِینٹ چاندی کی، ایک اِینٹ سونے کی، اس کا مسالہ مہکتی ہوئی کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہیں، اس کی مٹی زعفران کی ہے، جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ ناز ونعمت میں رہے گا، اسے کبھی ادنیٰ تکلیف ومشقت لاحق نہیں ہوگی، وہ ہمیشہ جیئے گا، کبھی نہیں مرے گا، نہ ان کے کپڑے میلے ہوں گے اور نہ کبھی ان کی جوانی ڈھلے گی۔ پھر فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی دُعا رَدّ نہیں ہوتی: ایک سربراہِ مملکت جو عدل و

انصاف کرتا ہو، دُوسرا روزے دار جب وہ روزہ اِفطار کرے، اور تیسرا مظلوم، اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو بادلوں سے اُوپر اُٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزّت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، خواہ (تیری ہی کسی مصلحت کی بنا پر تیری فوری مدد نہ کروں، بلکہ) کچھ عرصے کے بعد کروں۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۷۵)

جنت کے بالا خانے

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے، اور ان کا باطن ظاہر سے۔ پس ایک اَعرابی کھڑا ہوا، عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ فرمایا: اس شخص کے لئے جو نرم گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو، جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۷۵)

جنت میں چاندی اور سونے کے برتن اور سامان

''حضرت عبداللہ بن قیس (یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: جنت میں دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور دیگر تمام سامان چاندی کا ہے، اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کا تمام سامان سونے کا ہے، اور جنتِ عدن میں اہلِ جنت کے درمیان اور اپنے رَبّ کی طرف نظر کرنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے چہرے پر ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں جوف دار موتی کا ایک خیمہ ہوگا جس کا عرض ساٹھ میل ہے، اس کے ہر گوشے میں جنتی کے اہلِ خانہ ہوں گے، جو ایک دُوسرے کو نہیں دیکھیں گے، مؤمن ان سب کے پاس آمد و رفت رکھے گا۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۷۵)

تشریح:... پہلی حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے ہیں، ایک یہ کہ جنت میں دو جنتیں تو ایسی ہوں گی کہ وہاں کے برتن اور ہر چیز چاندی کی ہوگی، اور دو جنتیں ایسی ہوں گی کہ ان کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہوگی، یہ حسن اور تناسب کا کمال ہوگا۔

دُوسرا مضمون یہ کہ جنت میں اہلِ جنت کے دِیدارِ خداوندی سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی، سوائے رِدائے کبریائی کے، جو حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ عالی پر ہے۔ رِدائے کبریائی، عظمت و جلال سے کنایہ ہے، مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ہیبت و جلال اور عظمت و کبریائی دِیدار سے مانع ہوگی، اِلَّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ خود دِیدار کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

جنت کے درجات

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں سو درجے ہیں، اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۵، ۷۶)

تشریح:... اس حدیث میں جنت کے درجات کا بیان ہے، اور یہ مضمون متعدّد اَحادیث میں وارِد ہے، جیسا کہ چند اَحادیث مصنف اِمام رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہیں، اس روایت میں جنت کے ہر دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کی مسافت بیان کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد (ج:۱۰ ص:۴۱۹) میں طبرانی کی روایت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے، اور اس میں جنت کے ہر دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت

ذکر کیا گیا ہے (قال الهیثمي: وفیه یحییٰ بن عبدالحمید الحماني وهو ضعیف)۔ اور عام روایات میں یہ ہے کہ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے، ان روایات میں کوئی تعارض نہیں، اس لئے کہ آسمان وزمین کے درمیان کی مسافت بھی بعض روایات کے مطابق پانچ سو سال کی ہے، اور جس روایت میں سو سال کی مسافت کا ذکر آیا ہے اس میں زائد کی نفی نہیں، یوں بھی ''سو'' کا ہندسہ کثرت اور زیادتی کے لئے اکثر استعمال ہوتا ہے، علاوہ ازیں مدّتِ مسافر میں کمی بیشی، تیز رفتاری اور سبک رفتاری کے لحاظ سے بھی ہوسکتی ہے۔

جنت کی صفت کا بیان

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت کے سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان ہے، اور جنت الفردوس سب سے بلند درجے کی ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں، اور اس سے اُوپر عرش ہوگا، پس جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۷۶)

۲:... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں سو درجے ہیں، اور اگر سارے جہان کے لوگ ان کے کسی ایک درجے میں جمع ہوجائیں تو ان کو کافی ہوگا۔''

تشریح:... سنن نسائی (ج:۲، ص:۵۶) ''درجۃ المجاہد فی سبیل اللہ'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس طرح آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: ابوسعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کو ربّ مان کر، اسلام کو دِین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوگیا، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد سن کر حیرت آمیز مسرّت ہوئی، اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بات ایک بار پھر اِرشاد فرمائیے! چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد پھر دُہرایا، اور پھر فرمایا: ایک چیز اور بھی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جنت میں بندے کے سو درجے بلند کردیتے ہیں، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان۔ عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ! جہاد فی سبیل اللہ!

اس حدیث کے آخر میں جو اِرشاد فرمایا کہ: ''اگر سارے جہان کے لوگ ایک ہی جنت میں جمع ہوجائیں تو وہ سب کو کافی ہوجائے'' اس میں جنت کی وسعت و کشائش کی طرف اشارہ ہے، جنت کی وسعت کا مشاہدہ بھی جنت میں جانے کے بعد ہی ہوگا، اور وہاں معلوم ہوگا کہ ہمارا یہ کرۂ اَرض جنت کے مقابلے میں بیضۂ مور (چیونٹی کے انڈے) کی حیثیت رکھتا ہے۔

جنت کی حوروں کا بیان

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ جنت کی عورتوں میں سے عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر حلّوں کے ورے سے نظر آئے گی، یہاں تک کہ اس کا گودا بھی نظر آئے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''وہ (یعنی اہلِ جنت کی عورتیں) گویا یاقوت اور مرجان ہیں'' اور یاقوت کی حالت یہ ہے کہ اگر تم اس میں دھاگہ ڈالو، پھر اگر اس یاقوت کو گرد و غبار سے صاف کردو تو تم اس دھاگے کو اس کے ورے سے دیکھو گے۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۷۶)

تشریح:... سورۂ رحمٰن میں خواتینِ جنت کے بارے میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

''كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ.'' (الرحمٰن:۵۸)

ترجمہ:... ''گویا وہ یاقوت اور موتی ہیں۔''

مفسرین فرماتے ہیں کہ تشبیہ سے مقصود ان کی صفائی و لطافت اور سرخ و سفید

رنگت کا بیان کرنا ہے، اِمام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وھٰذا التشبیہ فیہ وجھان، أحدھما تشبیہ بصفاتھا، وثانیھما بحسن بیاض اللؤلؤ وحمرۃ الیاقوت، والمرجان صغار اللؤلؤ وھی أشد بیاضًا ضیاءً من الکبیر بکثیر.''

ترجمہ:... ''اس تشبیہ میں دو وجہیں ہیں، ایک یاقوت اور موتی کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا، دُوسری موتی کی سفیدی اور یاقوت کی سرخی کے حسن سے تشبیہ دینا، مرجان چھوٹے موتی کو کہتے ہیں، اور چھوٹے موتی بڑوں کی بہ نسبت سفیدی اور چمک میں کئی درجے فائق ہوتے ہیں۔''

اس حدیث میں ان کی اسی لطافت وحسن کو ذکر فرمایا ہے کہ ستر حلوں کے ورے سے اس کی پنڈلی اور پنڈلی کا گودا ظاہر ہوگا، جس طرح مصفا یاقوت کے ورے سے دھاگہ نظر آیا کرتا ہے۔

۲:... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی جماعت جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگی وہ (اپنے چہروں کی نورانیت میں) چودھویں رات کے چاند کی روشنی کی طرح ہوگی، اور دُوسری جماعت آسمان میں چمکتے ہوئے حسین ترین ستارے کی طرح ہوگی، ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی، ہر بیوی پر ستر حلے ہوں گے، اس کی پنڈلی کا گودا ان کے ورے سے نظر آئے گا۔''

تشریح:... اس حدیثِ پاک میں ہر جنتی کی دو بیویوں کا ذکر آیا ہے اور ترمذی میں سترہ ابواب کے بعد صفحہ:۸۱ پر ''باب ما لأدنیٰ أھل الجنّۃ من الکرامۃ'' آیا ہے، جس میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے کہ: ''ادنیٰ جنتی کے لئے اَسّی ہزار خادم اور ۷۲ بیویاں ہوں گی۔''

حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری "بدء الخلق، صفة الجنّة" (ج:۶ ص:۳۲۵) میں اس مضمون کی متعدّد روایتیں نقل کی ہیں، چنانچہ:

ا:... مسندِ احمد میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً وارِد ہے کہ ادنیٰ مرتبے کے جنتی کے بارے میں مروی ہے کہ دُنیا کی بیویوں کے علاوہ اس کے لئے ۷۲ بیویاں حورِعین سے ہوں گی (وفي سنده شهر بن حوشب، وفيه مقال)۔

۲:... ترمذی میں مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ شہید کے لئے چھ انعام (خصال) ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ ۷۲ حوروں سے اس کا عقد کیا جاتا ہے۔

۳:... مسندِ ابویعلیٰ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث (حدیث الصدر کے نام سے مشہور ہے) میں ہے کہ: آدمی کی ۷۲ بیویاں ہوں گی، ان حوروں سے جن کو اللہ تعالیٰ جنت میں پیدا فرمائیں گے، اور دو بیویاں ہوں گی اولادِ آدم سے۔

۴:... ابنِ ماجہ اور دارمی میں حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ ۷۲ حوروں سے اور ۷۲ دُنیا کی عورتوں سے اس کا عقد کریں گے (وسنده ضعيف جدًّا)۔

حافظ رحمہ اللہ کہتے ہیں: زیرِ بحث حدیث میں جن دو بیویوں کا ذکر ہے اس سے مراد دُنیا کی بیویاں ہوں گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوگی، واللہ اعلم!

اہلِ جنت کی اپنی بیویوں سے مقاربت

"حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: مؤمن کو جنت میں جماع کی اتنی اور اتنی قوّت عطا کی جائے گی۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھتا ہوگا؟ فرمایا: اسے سو آدمیوں کی طاقت عطا کی جائے گی۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۶)

اہلِ جنت کی شان

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی شکل وصورت چودھویں کے چاند جیسی (نورانی) ہوگی، نہ ان کو تھوکنے کی ضرورت ہوگی، نہ ناک صاف کرنے کی، اور نہ بول وبراز کی، جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے، اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود (اگر) کا ہوگا، اور ان کا پسینہ کستوری ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا، حسن وجمال کی وجہ سے گوشت کے ورے سے نظر آئے گا، ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا، نہ باہمی رنجش، ان سب کے قلوب ایک آدمی کے دِل پر ہوں گے، وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول رہیں گے۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۷۶)

تشریح:... اہلِ جنت کے ناز ونعمت اور ان کی خوش بختی وسعادت کے سلسلے میں قرآنِ کریم اور اَحادیثِ طیبہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا وہ ہماری ذہنی سطح کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے، ورنہ وہاں کی نعمتیں اہلِ دُنیا کی عقول سے بالاتر ہیں، یہاں رہتے ہوئے ہم ان کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے، چنانچہ حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

"أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَّأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ."

ترجمہ:... "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دِل میں اس کا کبھی خیال ہی گزرا۔"

اس لئے جنت کی نعمتوں کو اہلِ دُنیا کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہماری

زبان ومحاورات کو اِستعمال کیا گیا ہے، چنانچہ کسی چہرے کی خوبصورتی ونورانیت کے کمال کو ظاہر کرنے کے لئے ہم لوگ اسے ''چاند'' سے تشبیہ دینے کے عادی ہیں، کسی کی خوبصورتی کے اظہار کے لئے ہمارے پاس اس سے بہتر تشبیہ نہیں، ورنہ اہلِ جنت کی شان تو یہ ہے کہ اہلِ جنت میں سے ادنیٰ شخص اگر اپنے کپڑے کا ایک حصہ دُنیا میں ظاہر کردے تو سورج چاند کی روشنی ماند پڑ جائے، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود ان حضرات کے حسن وجمال اور ان کی نورانیت کا کیا عالم ہوگا...؟

اہلِ جنت کی غذائیں ایسی لطیف اور وہاں کی فضا اور آب وہوا ایسی نفیس ہوگی کہ اہلِ جنت کے پاکیزہ بدنوں میں موادِ فاضلہ (فضلات) پیدا ہی نہ ہوں گے کہ ان کے اِخراج کی حاجت ہو، اس لئے نہ انہیں تھوکنے کی ضرورت ہوگی، نہ ناک کی ریزش صاف کرنے کی، نہ بول وبراز کے عوارض ان کو لاحق ہوں گے، نہ رِیح صادر ہوگی، گویا اس پہلو سے انہیں کامل طور پر تشبہ بالملائکہ حاصل ہوگا۔ ان کے قلوب حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت سے لبریز، ان کی زبانیں ذکرِ الٰہی سے ہمہ دَم تر، ان کی آنکھیں دِیدارِ الٰہی سے تاب ناک، ان کی صحبتیں حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور صدیقین وشہداء وصالحین کی برکت سے نورانی ہوں گی، اس لئے وہ سراپا نور ہوں گے۔ ادھر جنت کی غذائیں ''او خورد گردد ہمہ نورِ خدا'' کا حقیقی مصداق ہوں گی، اس لئے ان کی خوراک کا ہضم بھی خوشبودار ڈکار اور رشکِ عنبر پسینے کے ذریعے ہوگا، اور ان کی باطنی نورانیت ورُوحانیت مشک وکستوری کی صورت میں متمثل ہوگی۔

وہاں میل کچیل، بدبو اور تعفن نہیں ہوگا، اس کے باوجود وہ نشاط کے لئے سونے اور چاندی کی کنگھیاں بھی استعمال کریں گے اور خوشبو میں اضافے کے لئے عود کی دُھونی بھی لیں گے، اگر کسی کو خیال ہو کہ جنت میں تو آگ نہیں ہوگی، اہلِ جنت عود کی انگیٹھیاں کس چیز سے سلگائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اہلِ جنت کی کرامت کے لئے وہ بغیر آگ کے کسی مناسب مادّے سے سلگائی جائیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہاں آگ تو ہو لیکن اس آگ میں تپش اور گرمی نہ ہو، جس طرح کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نار کو گلزار کردیا تھا، اسی طرح اہلِ جنت کے لئے بھی نار کو

گلزار بنادیا جائے تو کیا تعجب ہے...!

اور اہلِ جنت کے قلوب ہر قسم کے غل وغش اور حسد و کینہ سے پاک ہوں گے، ان میں نہ خواہشات کا اختلاف ہوگا، نہ باہم منافرت ہوگی، بلکہ تمام اہلِ جنت ''یک جان و دو قالب'' ہوں گے، ان سب کی محبت کا مرکز حق تعالیٰ شانہ' کی ذاتِ عالی ہوگی اور محبتِ اِلٰہی کی بنا پر تمام اہلِ جنت کو لباسِ محبوبیت عطا کیا جائے گا، وہ اللہ تعالیٰ کے محبّ بھی ہوں گے اور محبوب بھی: ''یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ''، اس لئے وہ آپس میں بھی ایک دُوسرے کے محبّ و محبوب ہوں گے۔

اور اس حدیث میں جو فرمایا کہ: ''وہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے'' اس میں صبح وشام سے مراد علی الدوام ہے، چنانچہ دُوسری حدیث میں ارشاد ہے: ''یلهمون التسبیح کما یلهمون النفس'' یعنی جس طرح سانس جاری ہوتا ہے، اس طرح ان کی مبارک زبانوں پر تسبیح جاری رہے گی، ہر جنتی ہمہ دم ''پاس انفاس'' میں مشغول رہے گا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ صبح وشام کے اوقات مزید توجہ الی اللہ اور تسبیح و تہلیل کے اوقات ہوں، واللہ أعلم بأسرارہ!

ہماری دُنیا میں صبح وشام کے اوقات آفتاب کے طلوع وغروب سے وابستہ ہیں، جنت میں سورج نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ دُنیا کے صبح وشام وہاں نہیں ہوں گے، لیکن اوقات کی تقدیر و تعیین کا کوئی نظام وہاں بھی ہوگا، اس نظام کے مطابق وہاں صبح وشام بھی ہوں گے، اور ہفتے، مہینے اور سال بھی۔ بہرحال جنت کی چیزوں کے اور دُنیا کی چیزوں کے درمیان صرف نام کا اشتراک ہے ورنہ وہاں کے حقائق کے ساتھ دُنیا کی چیزوں کو کوئی مناسبت نہیں۔

> ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت کی چیزوں میں سے اتنی مقدار، جس کو ناخن اُٹھا سکتا ہے، اگر دُنیا میں ظاہر ہو جائے تو آسمان و زمین کے کناروں کے درمیان کی تمام چیزیں آراستہ و مزین ہو جائیں، اور اگر اہلِ جنت میں سے کوئی

شخص دُنیا میں جھانک کر دیکھ لے، پس اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ان کی چمک سے سورج کی روشنی جاتی رہے، جیسا کہ دُھوپ ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتی ہے۔"

اہلِ جنت کا لباس اور کپڑے

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہلِ جنت کے بدن بالوں سے صاف ہوں گے، وہ بے رِیش ہوں گے، ان کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی، نہ ان کی جوانی ڈھلے گی، نہ ان کے کپڑے میلے اور بوسیدہ ہوں گے۔" (ترمذی، ج:۲ ص:۷۷)

تشریح:... "جُرْدٌ" اَجرد کی جمع ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بدن پر بال نہ ہوں، مطلب یہ کہ دُنیا میں بدن پر جو بال ہوتے ہیں (جن میں غیرضروری بال بھی داخل ہیں) اہلِ جنت کے بدن پر وہ نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے بدن صاف شفاف ہوں گے۔

"مُـرْدٌ" اَمرد کی جمع ہے، بے رِیش لڑکے کو "اَمرد" کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اہلِ جنت اپنی صحت وقوّت کے اعتبار سے نوعمر ہوں گے، جن کے چہرے پر داڑھی نہیں آئی ہوگی، یہ مطلب نہیں کہ وہ داڑھی صاف کراتے ہوں گے۔

فائدہ:... یہ جو مشہور ہے کہ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہم السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے داڑھی ہوگی، محض غلط اور بے اصل ہے۔

"کـحل" اکحل کی جمع ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سرمگیں ہوں، اہلِ جنت کی آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں ہوں گی، سرمہ لگانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

جنت کے پھلوں کا بیان

"حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے "سدرۃ المنتہیٰ" کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اس کی شاخوں کے سائے میں سوار ایک سال تک چلتا رہے گا، یا یہ فرمایا کہ: سو سوار اس کے سائے میں آسکیں گے (راوی کو شک ہے کہ وہ بات فرمائی تھی یا یہ) اس پر گرنے والے پروانے سونے کے ہیں اور اس کے پھل گویا بڑے بڑے مٹکے ہیں۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۷۷)

جنت کے پرندوں کی شان

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ: کوثر کیا چیز ہے؟ فرمایا: یہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے، یعنی جنت میں، جو دُودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اُونٹوں کی گردنوں جیسی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ پرندے تو بہت ہی خوب ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کھانے والے ان سے بڑھ کر خوش قسمت ہیں۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۷۷)

جنت کے گھوڑوں کی شان

"حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل فرمادیا تو جب بھی تجھے خواہش ہوگی کہ تجھے سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے جو جنت میں جہاں بھی تو چاہے تجھے لے کر اُڑتا پھرے، تجھے ایسا گھوڑا عطا کردیا جائے گا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک اور شخص نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: کیا جنت میں اُونٹ بھی ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو وہ جواب نہیں دیا جو پہلے شخص کو دیا تھا، بلکہ یہ فرمایا کہ: اگر اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل کردے تو تجھے جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تیرا دِل چاہے گا اور جس سے تیری آنکھیں لطف اندوز ہوں گی۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۷)

''حضرت ابواَیوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اَعرابی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یارسول اللہ! میں گھوڑوں کو بہت پسند کرتا ہوں، کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو جنت میں داخل کردیا گیا تو تیرے پاس یاقوت کا گھوڑا لایا جائے گا، جس کے دو بازو ہوں گے، تجھے اس پر سوار کردیا جائے گا، پھر تو جہاں چاہے تجھے لے کر اُڑتا پھرے گا۔''

تشریح:... یہ روایت کمزور ہے، جیسا کہ اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی سند پر کلام کیا ہے، لیکن حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اس کی مؤید ہے، اور اس کے مضمون میں کوئی اِشکال نہیں۔ جنت کی شان یہ ہے کہ اہلِ جنت جس چیز کی خواہش کریں گے، حق تعالیٰ شانہٗ ان کی چاہت پوری فرمائیں گے، پس اگر کسی کا گھوڑے کی سواری کو جی چاہے گا تو جنت کے شایانِ شان گھوڑا اس کو عطا کردیا جائے گا، جس کی شکل وصورت تو گھوڑے کی ہوگی، لیکن وہ دُنیا کے گھوڑوں جیسا نہیں ہوگا، بلکہ جنت کے یاقوت کا گھوڑا ہوگا جو ہوائی جہاز کی طرح پرواز کرے گا۔

اہلِ جنت کی عمروں کا بیان

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اہلِ جنت، جنت میں

داخل ہوں گے تو ان کے بدن پر بال نہیں ہوں گے، چہرے بے ریش اور آنکھیں سرمگیں ہوں گی، تیس یا فرمایا تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۷)

تشریح:... بدن پر بالوں کا نہ ہونا حسن وخوبی ہے، چنانچہ شمائل شریفہ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر پر بال نہیں تھے، البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر چلی گئی تھی۔ پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ اہلِ جنت نوجوان ہوں گے، اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کی عمریں تیس سال یا تینتیس سال کی ہوں گی۔ پہلے زمانوں میں جب عمریں طویل ہوتی تھیں تیس برس نوجوانی کی عمر ہوتی تھی، یہی حال اہلِ جنت کا ہوگا۔

جنت کے دروازوں کا بیان

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کا دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوگی (اتنا وسیع اور کشادہ ہے کہ) اس کی پہنائی تیز رفتار گھڑسوار کی تین دن (یا تین سال) کی مسافت ہے، اس کے باوجود اس قدر بھیڑ ہوگی کہ (کھوے سے) کھوا چھلتا ہوگا، اور قریب ہوگا کہ ان کے کندھے اُتر جائیں۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۸)

تشریح:... جنت کے دروازے کی وسعت کے بارے میں متعدّد اَحادیث وارِد ہوئی ہیں، چنانچہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔

(رواہ أحمد وأبو یعلی ورجالہ وثقوا علی ضعف فیھم)

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پورا کروگے ستر اُمتوں کو، جن میں تم سب سے آخر میں ہو، اور اللہ تعالیٰ

کے نزدیک سب سے معزّز ہو، اور جنت میں دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت ہے، اور اس پر ایک دن آئے گا کہ وہ (کثرتِ اِزدحام کی وجہ سے) گھٹا ہوا ہوگا۔

(رواہ احمد ورجالہ ثقات)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں دو پٹوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے، اور اس پر ایک دن آئے گا کہ اس پر ایسا اِزدحام ہوگا جیسے پانچ دن کے پیاسے اُونٹ پانی پر جائیں تو ان کا پانی پر اِزدحام ہوتا ہے۔(رواہ الطبرانی وفیہ رزیک بن ابی رزیک ولم أعرفه وبقية رجاله ثقات، مجمع الزوائد، ج:۱۰ ص:۳۹۷)

خالد بن عمیر کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے (جو بصرہ کے امیر تھے) ہمیں خطبہ دیا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: دُنیا خاتمے کا اعلان کرچکی ہے، اور تیزی سے ختم ہوتی ہوئی بھاگ رہی ہے، اور اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا سوائے تلچھٹ کے، جیسے برتن میں تلچھٹ رہ جاتی ہے، جس کو اس کا مالک چوستا ہے، اور تم یہاں سے ایک ایسے گھر کی طرف منتقل ہوگے جس کے لئے زوال نہیں، پس جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے اس سے بہتر کے ساتھ وہاں منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے منڈیر سے پھینکا جائے گا، وہ ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا، لیکن اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا، اور اللہ کی قسم! وہ جہنم البتہ بھردی جائے گی، کیا تمہیں تعجب ہے...؟

اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کا فاصلہ چالیس برس کی مسافت کا ہوگا، اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہجوم کی وجہ سے پٹا ہوا ہوگا، اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں آدمی تھا، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی خوراک نہیں تھی، یہاں تک کہ پتے کھاتے کھاتے ہماری باچھیں چھل گئیں، پھر مجھے ایک چادر پڑی مل گئی، میں نے چیر کر اس کے دو حصے کرلئے، ایک حصے کی لنگی میں نے باندھ لی، اور دُوسرے حصے کی سعد بن مالک نے، آج ان ساتوں میں ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس بات

سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے جی میں بڑا بنتا پھروں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں چھوٹا رہوں۔ اور دیکھو! کبھی کوئی نبوّت نہیں ہوئی مگر رفتہ رفتہ اس کے آثار مٹتے گئے، اور آخرکار ملوکیت رہ گئی، اب تم کو ہمارے بعد کے اُمراء سے سابقہ پڑے گا، اور تم ان کا تجربہ کرو گے۔ (صحیح مسلم، ج:۲، ص:۲۰۸)

مذکورہ بالا احادیث میں جنت کے دروازے کی مسافت چالیس برس کی ذکر کی گئی ہے، اور ترمذی کی حدیث الباب میں تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے تین دن یا تین برس کی مسافت ذکر کی گئی ہے۔ ترمذی کی روایت اوّل تو کمزور ہے، جبکہ اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے، علاوہ ازیں یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ کم مقدار میں حصر مقصود نہیں، بلکہ مراد اس سے طول مسافت کا ذکر کرنا ہے اس لئے جن احادیث میں زیادہ مسافت آئی ہے، یہ ان کے منافی نہیں۔

جنت کے بازار کا ذکر

''حضرت سعید بن میبّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کی (مدینہ کے بازار میں) ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع کردیں۔ حضرت سعیدؒ نے عرض کیا کہ: کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس (کے درجات) میں فروکش ہوجائیں گے، پھر ان کو دُنیا کے دنوں کے (ہفتے کے حساب سے) جمعہ کے دن کی مقدار میں (بارگاہِ اِلٰہی کی) حاضری کی اجازت دی جائے گی، پس وہ اپنے ربّ کی زیارت کریں گے اور جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں ان کے سامنے عرشِ اِلٰہی ظاہر ہوگا اور حق تعالیٰ شانہٗ تجلی فرمائیں گے، پس

ان کے لئے (حسبِ مراتب) منبر رکھے جائیں گے، ان میں سے بعض کی نشست نور کے منبروں پر ہوگی، بعض کی موتی کے منبروں پر، بعض کی یاقوت کے منبروں پر، بعض کی زبرجد کے منبروں پر، بعض کی سونے کے منبروں پر، بعض کی چاندی کے منبروں پر، اور ان میں سے جو حضرات سب سے کم مرتبہ ہوں گے اور ان میں کوئی شخص بھی بذاتِ خود کم مرتبہ نہیں، وہ مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے، ان حضرات کو یہ خیال نہیں ہوگا کہ جو حضرات کرسیوں اور منبروں پر تشریف فرما ہیں، ان کی نشست ان سے بہتر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اور کیا ہم اپنے ربّ کو دیکھیں گے؟ فرمایا: ہاں! کیا تم سورج کے اور چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں کبھی شک وشبہ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: اسی طرح تم اپنے ربّ کے دیکھنے میں بھی شک نہ کروگے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس سے حق تعالیٰ شانہٗ براہِ راست گفتگو نہ فرمائیں، یہاں تک کہ ان میں سے ایک آدمی سے فرمائیں گے: اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کیا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض بےوفائیاں یاد دِلائیں گے، وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! کیا آپ نے میری مغفرت نہیں فرمادی؟ ارشاد ہوگا: کیوں نہیں؟ میری وسیع مغفرت کی بدولت ہی تو تو اپنے اس مرتبے کو پہنچا۔ پس وہ اس حالت (لذّتِ دیدارِ الٰہی و گفتارِ خداوندی) میں ہوں گے کہ اتنے میں اُوپر سے ایک بدلی ان کو ڈھانک لے گی، پس ان پر خوشبو برسائے گی، ایسی خوشبو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی، اور ہمارے ربّ تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے کہ: اُٹھو!

اور تمہارے اِعزاز و اِکرام کے لئے میں نے جو سامان تیار کر رکھا ہے اس میں سے جو تمہارا جی چاہے لے لو! پس ہم ایک بازار میں جائیں گے، جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، ایسا بازار نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا، نہ کبھی کانوں سے سنا، اور نہ کبھی دِلوں میں اس کا خیال آیا، اس بازار میں اپنی چاہت اور خواہش کے مطابق ہم جن چیزوں کا انتخاب کرلیں گے وہ ہماری طرف اُٹھاکر لائی جائیں گی (یعنی فرشتے اس کو ہمارے گھر پہنچادیں گے)، اس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی (بلکہ جو کچھ کسی کا دِل چاہے گا حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے عطیہ اور ہدیہ کے طور پر پیش کردی جائے گی) اسی بازار میں اہلِ جنت کی ایک دُوسرے سے ملاقات ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک اُونچے مرتبے کا شخص آرہا ہوگا اور اس کی ملاقات اپنے سے کم مرتبہ شخص سے ہوگی، اور واقعتاً ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہوگا، تو اس (کم مرتبہ شخص) کو اس بلند مرتبہ شخص کے لباس پر رشک آئے گا (اور دِل میں خیال گزرے گا کہ اس کا لباس بھی ایسا ہوتا) ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوگی کہ اسے خیال ہوگا کہ اس کا لباس اس سے خوبصورت ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے لئے شایان نہیں کہ جنت میں غمگین ہو (اور چونکہ اس خیال سے بھی کسی قدر غم لاحق ہوسکتا ہے کہ میرا لباس فلاں سے گھٹیا ہے، اس لئے فی الفور اس کا اِزالہ کردیا جائے گا)۔ پھر ہم اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ہماری بیویاں مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ہمارا اِستقبال کریں گی اور کہیں گی کہ: اس وقت تمہارا حسن و جمال اس وقت سے کہیں بڑھ کر ہے جب تم ہمارے پاس سے گئے تھے۔ ہم کہیں گے: آج ہمیں اپنے رَبِّ جبار کی بارگاہ میں ہم نشینی میسر آئی ہے، اس

لئے ایسے حسن و جمال کے ساتھ لوٹنا ہی ہمارے لئے شایانِ شان ہے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۸۷)

تشریح:... جنت میں دُنیا کے دن رات کا نظام تو نہیں ہوگا، لیکن ظاہر ہے کہ اندازۂ وقت کا کوئی نہ کوئی نظام وہاں بھی ہوگا، جس سے دنوں کا اور ماہ و سال کا حساب کیا جاسکے۔ پس دُنیا کے سات دِنوں کی مدّت میں جمعہ کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضری ہوا کرے گی، یہ گویا اہلِ جنت کی نمازِ جمعہ ہوگی۔ اور جنت کے جس باغ میں یہ اجتماع ہوگا وہ گویا اہلِ جنت کی جامع مسجد ہوگی، اور بعید نہیں کہ یہ دُنیا کی نمازِ جمعہ ہی کی مثالی شکل ہو۔ فرق یہ ہے کہ یہاں تجلیٔ اِلٰہی ظرفِ دُنیا کے مطابق ظاہر ہوتی ہے، وہاں ظرفِ جنت کے مطابق ہوگی۔ یہاں کلامِ اِلٰہی بالواسطہ (خطبہ و جماعت کی شکل میں) سنا جاتا ہے، وہاں ہر شخص بلاواسطہ شرفِ ہم کلامی حاصل کرے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں عیدین کا بھی اجتماع ہوا کرے گا، جس میں پردہ نشینانِ جنت بھی شریک ہوا کریں گی، واللہ اعلم!

اہلِ جنت کے مراتب کا کم و بیش ہونا تو واضح ہے، ظاہر ہے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور عامۂ مؤمنین کے درجات میں تفاوت ہوگا، اور پھر ایک جماعت (مثلاً: حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام) کے درجات بھی مختلف ہوں گے، لیکن اہلِ جنت میں فی نفسہٖ کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں ہوگا، سب عالی مرتبت ہوں گے، جیسے انبیائے کرام علیہم السلام سب کے سب عالی مرتبت ہیں، اس کے باوجود ان کے آپس کے مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے اس حدیث میں دو مرتبہ فرمایا کہ: ''ان میں کوئی شخص بھی کم مرتبہ نہیں'' اور یہ جو فرمایا کہ: ''حق تعالیٰ شانہٗ بندے کی بعض بے وفائیاں یاد دِلائیں گے'' بے وفائیوں سے مراد گناہ اور لغزشیں ہیں، اوّل تو عہدِ اَلست کے ذریعے سب بندوں نے حقوقِ رُبوبیت ادا کرنے کا عہد کر رکھا ہے، پھر اہلِ ایمان نے حق تعالیٰ شانہٗ کے ہاتھ جان و مال کی بیع کا معاہدہ بھی کر رکھا ہے، جیسا کہ آیتِ کریمہ:

''اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ.'' (التوبہ:۱۱۱)

ترجمہ:... ”بے شک اللہ نے خرید لیں ایمان والوں سے
ان کی جانیں اور ان کے مال اس کے بدلے میں کہ ان کے لئے
جنت ہے۔“

اس پر شاہد ہے۔ ان معاہدوں کا تقاضا یہ تھا کہ بندے کو ایک لمحہ بھی غفلت نہ ہوتی اور اس سے ایک آن کے لئے سرِ مو کوئی کوتاہی، کوئی لغزش اور کوئی گناہ نہ ہوتا، لیکن کون بندہ ایسا ہوگا کہ اس سے ادنیٰ بھول چوک بھی نہ ہو؟ پس بندوں کی کوتاہیاں، لغزشیں اور ان کے صغیرہ، کبیرہ گناہ ان معاہدوں کے خلاف ہیں، اس لئے ان کو غدرات (عہد شکنیوں اور بے وفائیوں) سے تعبیر فرمایا گیا۔

اور یہ یاد دِلانا عار دِلانے اور شرمندگی و خجالت میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں ہوگا کہ جنت اس کا محل نہیں، بلکہ تجدیدِ شکر کے لئے ہوگا، کیونکہ جب بندے کی نظر اس پر جائے گی کہ اپنے عمل تو ایسے تھے اب یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ میری ایسی ایسی عہد شکنیوں کے باوصف بھی مجھے نظرِ لطف سے محروم نہیں فرمایا تو اس سے حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں مزید اضافہ ہوگا، اور جذباتِ شکر کے سمندر میں مزید تلاطم پیدا ہو جائے گا۔ بلاشبہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کو غلط فہمی کی بنا پر دُوسرے شخص سے رنجش ہو اور وہ شخص دُوسرے کے خلاف کارروائی کرتا ہو، مگر دُوسرا اس پر برابر اِحسانات و اِنعامات کرتا جائے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے، بعد میں دونوں کی صلح ہو جائے اور انتہائی درجے کی یگانگت و محبت پیدا ہو جائے، اب یہ دُوسرے صاحب کبھی دِل لگی کے لئے کہیں کہ: ”یہ حضرت بھی ہمارے خلاف سعی فرمایا کرتے تھے“ ظاہر ہے کہ اس جملے سے مقصود اپنے دوست کی توہین و تذلیل نہیں، بلکہ اس کو اپنی محبت و دوستی کی قدر و قیمت یاد دِلانا ہے۔

۲:... ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایک بازار ہے
جس میں خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس میں بس مردوں اور عورتوں کی
تصویریں ہوں گی، جب آدمی ان میں سے کسی صورت کو پسند کرے گا

اس میں داخل ہوجائے گا۔''

تشریح:...ان تصویروں کی حیثیت غالبًا لباس کی ہوگی، مطلب یہ کہ حسن و جمال اور زینت و آرائش کے جس خاکے و نقشے، جس ہیئت و صورت اور جس شکل و شباہت کو آدمی پسند کرے گا وہ اسے فوراً مہیا ہوجائے گی، اور آدمی اسے اپنالے گا۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ جنت میں (حدِ آدمیت کے اندر) مختلف شکلیں بدلنے کی بھی آدمی کو قدرت عطا کی جائے یا یہ کہ جب بھی آدمی تبدیلیٔ شکل کی خواہش کرے، حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے فوراً یہ تبدیلی واقع ہوجایا کرے۔

جنت میں دِیدارِ الٰہی

اہلِ حق کا اس پر اِجماع ہے کہ جنت میں اہلِ ایمان کو حق تعالیٰ شانہٗ کا بلا کیف و بلا جہت دِیدار ہوگا، اور یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے مقابلے میں جنت کی ساری نعمتیں ہیچ ہیں، قرآنِ کریم کی متعدّد آیاتِ شریفہ میں صراحۃً واشارۃً اس نعمتِ کبریٰ کا ذکر ہے، اور اس بارے میں احادیثِ متواترہ وارِد ہیں، حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رسالے ''فقہ اکبر'' میں ہے:

''ویراه المؤمنون وهم فی الجنّة باعین رؤسهم بلا تشبیه ولا کیفیة ولا کمیة، ولا یکون بینه وبین خلقه مسافة.'' (شرح فقہ اکبر ص:۱۰۰)

ترجمہ:...''اور اہلِ ایمان جنت میں سر کی آنکھوں سے حق تعالیٰ شانہٗ کی زیارت کریں گے بغیر تشبیہ کے، بغیر کیفیت کے اور بغیر کمیت کے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کے درمیان اور اس کی مخلوق کے درمیان مسافت نہیں ہوگی۔''

''حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر

فرمائی، پھر فرمایا: تم لوگ اپنے رَبّ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پس تم اس کی زیارت کرو گے، جیسا کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل کی نماز (یعنی نمازِ فجر) اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نماز (یعنی نمازِ عصر) کے ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو (یعنی نیند کے مشاغل کے غلبے کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں فوت نہ ہونے پائیں) تو ایسا ہی کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: پس تسبیح پڑھ اپنے رَبّ کی حمد کے ساتھ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۸)

۲:... ''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ خداوندی:

''لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ'' (یونس:۲۶)

ترجمہ:...''جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے، اور مزید براں (خدا کا دِیدار) بھی۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کی تفسیر میں فرمایا کہ: جب اہلِ جنت، جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ: آپ حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ایک وعدہ ہے۔ اہلِ جنت کہیں گے کہ: کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہرے سفید اور نورانی نہیں کردیئے؟ ہمیں دوزخ سے نجات نہیں عطا فرمادی؟ کیا ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمادیا؟ (اس کے بعد کونسا اِنعام باقی رہا؟) فرشتے کہیں گے کہ: جی ہاں! (مگر ایک وعدہ ابھی باقی ہے) چنانچہ حجاب اُٹھادیا جائے گا، پس (وہ حق تعالیٰ شانہٗ کا دِیدار کریں گے اور یہ اتنی بڑی نعمت ہوگی کہ) اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی جو ان کو دِیدارِ

الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔"

تشریح:... یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس کا متن ترمذی کے متن سے زیادہ واضح ہے، جو حسبِ ذیل ہے:

"اِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ: يَقُوْلُ اللهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّيْنَا مِنَ النَّارِ؟ فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِّنَ النَّظَرِ اِلٰی رَبِّهِمْ، ثُمَّ تَلَا: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ." (صحیح مسلم، ج:۱ص:۱۰۰)

ترجمہ:... "جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے: تم چاہتے ہو کہ تمہیں کچھ زیادہ بھی دُوں؟ وہ عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کردیئے؟ کیا ہمیں آپ نے جنت میں داخل نہیں کردیا؟ اور دوزخ سے نجات نہیں دے دی؟ (اب اس سے بڑھ کر نعمتِ عظمیٰ کیا ہوسکتی ہے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب حجاب اُٹھادیا جائے گا (پس وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دِیدار کریں گے) پس ان کو کوئی چیز ایسی نہیں دی گئی جو اپنے پروردگار کا دِیدار کرنے سے بڑھ کر ان کو محبوب ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ جنت کے لئے جنت کی نعمتوں میں سب سے لذیذ تر، مسرّت افزا اور محبوب ترین چیز محبوبِ حقیقی کی زیارت ہے، اور اس کو "زیادۃ" یا "مزید" شاید اس لئے فرمایا کہ بندے کی حیثیت سے بہت ہی بالاتر چیز ہے، جس کا وہ دُنیا میں تو کیا جنت میں پہنچ کر بھی تصوّر نہیں کرسکتا تھا۔ پس اس سے زیادہ لکھنے کی جرأت وہمت نہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اس لطف وعنایت سے ہر مسلمان کو مشرف ومفتخر فرمائیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ: ''حجاب اُٹھادیا جائے گا'' یہ حجاب خود بندوں پر ہے، حق تعالیٰ شانہٗ تو بے چون و چگوں ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس ''حجاب'' کی حقیقت کیا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ اس سے بندے کی نہایت پستی و ذِلت اور انتہائی ضعف و ناتوانی کا حجاب مراد ہو، جس کی وجہ سے وہ اس نورِ مطلق جل وعلا شانہٗ کی زیارت سے قاصر ہے۔

۳:... ''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنی نعمتوں، اپنے خدام اور (راحت کے لئے پھیلے ہوئے) تخت و کرسی کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت میں نظر کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزّز وہ شخص ہوگا جو حق تعالیٰ شانہٗ کے روئے انور کی صبح و شام زیارت کرے گا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: بہت سے چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے، اپنے رَبّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

تشریح:... اس حدیث میں ادنیٰ درجے کا جنتی اس شخص کو فرمایا جس کی جنت ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہوگی، اور دُوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ سب سے آخری شخص جو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اسے دُنیا سے دس گنا جنت ملے گی، ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں، کیونکہ ''ہزار سال کی مسافت'' کا لفظ کثرت کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ عربی میں سب سے بڑا ہندسہ ہزار کا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں دِیدارِ اِلٰہی کی دولت و نعمت حسبِ مراتب میسر آئے گی، بعض اہلِ سعادت کو صبح و شام اس نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا، بعض کو جمعہ کے دن سوق الجنۃ میں ہفتہ وار زیارت ہوگی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواتینِ جنت کو سال میں دو مرتبہ عیدین کے موقع پر یہ سعادت نصیب ہوا کرے گی۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ جنت میں دِیدارِ اِلٰہی، دُنیا میں معرفتِ خداوندی کی فرع ہے، پس

دِیدار بقدرِ معرفت ہوگا، رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَحْضِ لُطْفِہٖ وَمَنِّہٖ!

اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے ہمیشہ راضی ہوں گے

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اہلِ جنت سے فرمائیں گے: اے اہلِ جنت! وہ کہیں گے: ہم حاضر ہیں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تم راضی بھی ہوگئے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہم کیوں راضی نہ ہوں جبکہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ: میں تمہیں اس سے بڑھ کر ایک نعمت عطا کرتا ہوں، وہ عرض کریں گے: اب اس سے بڑھ کر نعمت کیا ہوگی؟ حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے: وہ نعمت یہ ہے کہ میں نے تم پر اپنی رضا نازل کردی، میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۷۹)

تشریح:... حق تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی تمام نعمتوں سے بڑھ نعمت ہے، اس کے مقابلے میں دُنیا کی نعمتیں ہی نہیں، جنت کی نعمتیں بھی ہیچ ہیں، اور درحقیقت جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی کا محل ہے۔ دُنیا میں بندے کی تگ و دو اور سعی و عمل کا اعلیٰ ترین مقصد رضائے اِلٰہی کا حصول ہے، اور بندے سے حق تعالیٰ شانہٗ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے مولائے کریم سے راضی ہو، یعنی بندہ اپنی رضا کو رضائے اِلٰہی میں فنا کردے۔ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ: ''دُنیا میں جو کچھ ہونا ہے وہ میری خواہش کے مطابق ہوتا ہے!'' لوگوں کو ان کی اس بات پر تعجب ہوا تو فرمایا: میں نے اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے مٹادیا ہے، دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہو رہا ہے اور میری رائے مشیتِ اِلٰہی کے تابع ہے، اس لئے جو کچھ ہو رہا ہے گویا میری خواہش کے مطابق ہو رہا ہے۔

جس بندے کو مقامِ رضا حاصل ہو، وہ تمام اَفکار سے آزاد ہوجاتا ہے، اسباب کی حد تک وہ فکر و اہتمام ضرور کرے گا، اس کے بعد اس معاملے کو حق تعالیٰ شانہٗ کے سپرد کردے گا اور قضا و قدر کا جو فیصلہ بھی رُونما ہو وہ اس پر راضی ہوگا، ایسا شخص درحقیقت بڑی راحت میں ہے۔

اہلِ جنت کا بالاخانوں میں ایک دُوسرے کو دیکھنا

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: اہلِ جنت بعض حضرات کو بالاخانوں میں ایسے دیکھیں گے جیسے مشرقی ستارہ جو اُفق سے طلوع ہو رہا ہو یا مغربی ستارہ جو اُفق میں غروب ہو رہا ہو، دُور سے نظر آتا ہے، اور یہ درجات کی بلندی کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ دُور سے نظر آنے والے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اور (انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ) کچھ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' (ترمذی، ج:۲، ص:۷۹)

تشریح:... مطلب یہ کہ بعض حضرات کے درجات اتنے بلند ہوں گے کہ جس طرح اہلِ زمین دُور اُفق میں طلوع یا غروب ہونے والے کسی ستارے کو دیکھتے ہیں، اہلِ جنت کو ان حضرات کے بالاخانے اس طرح دُور سے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کو تو یہ مراتبِ عالیہ میسر آئیں گے ہی، ان کے علاوہ بھی کچھ خوش بخت حضرات ایسے ہوں گے جن کو اس دولتِ عظمیٰ سے نوازا جائے گا۔

اہلِ جنت بھی ہمیشہ رہیں گے اور اہلِ جہنم بھی

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں گے، پھر ربّ العالمین ان پر تجلی فرمائیں گے (جیسا ظہور اس کی شان کے لائق ہے) اور کہیں گے کہ: ہر انسان اس چیز کے پیچھے جائے جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا۔ چنانچہ صلیب پرستوں کے سامنے صلیب نمایاں ہوگی، تصویروں کے پجاریوں کے سامنے تصویریں آ کھڑی ہوں گی، آتش پرستوں کے سامنے آگ ظاہر ہوگی، پس جو جو لوگ جس جس چیز کی عبادت کیا کرتے تھے وہ اس چیز کے پیچھے چل پڑیں گے، اور مسلمان کھڑے رہ جائیں گے، پس ربّ العالمین ان پر تجلی فرمائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ: تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟ (مگر یہ تجلی معہود انداز میں نہ ہوگی اس لئے مسلمان اسے پہچان نہ سکیں گے، اور) وہ کہیں گے کہ: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! ہم تو اسی جگہ ٹھہریں گے جب تک کہ اپنے ربّ کو نہیں دیکھ لیتے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے، پھر ان سے چھپ جائیں گے۔ پھر دوبارہ ان پر تجلی فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں جاتے؟ (چونکہ اس بار کی تجلی بھی غیر معہود انداز میں ہوگی اس لئے مسلمان پہچان نہیں سکیں گے اور) وہ کہیں گے کہ: تجھ سے اللہ کی پناہ! تجھ سے اللہ کی پناہ! ہم تو یہیں ٹھہریں گے یہاں تک کہ ہم اپنے ربّ کو دیکھ لیں۔ اور وہ ان کو حکم فرمائیں گے اور ان کو ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اللہ ربّ العزّت جل شانہٗ کی زیارت کریں گے؟ فرمایا: اور کیا! تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ

نہیں! فرمایا: پھر تم اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کے دیکھنے میں بھی شک نہیں کروگے۔ پھر (دُوسری مرتبہ کی تجلی کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ) ان سے چھپ جائیں گے، پھر (تیسری مرتبہ) ان پر تجلی فرمائیں گے، پس ان کو اپنی پہچان کرادیں گے (یعنی اس بار تجلی معہود انداز میں ہوگی، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے)۔ پھر فرمائیں گے: میں تمہارا رَبّ ہوں! پس میری پیروی کرو۔ اور (جہنم کی پشت پر) پل صراط رکھا جائے گا، پس لوگ اس پر عمدہ تیز رو گھوڑے اور اُونٹ کی رفتار سے گزریں گے (یعنی لوگوں کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق تیز اور سست ہوگی، جیسا کہ دُوسری احادیث میں تفصیل ہے) اور پل صراط پر ان کا قول "سَلِّمْ! سَلِّمْ!" ہوگا، (اور دُوسری احادیث میں ہے کہ اس دن سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی کلام نہیں کرے گا، اور انبیائے کرام علیہم السلام کا قول: "رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ!" ہوگا، یعنی اے رَبّ! سلامت رکھ! سلامت رکھ)۔

اور اہلِ دوزخ باقی رہ جائیں گے، پس اہلِ دوزخ میں سے دوزخ کے اندر ایک فوج کو ڈال کر دوزخ سے پوچھا جائے گا کہ: کیا تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟" پکارے گی، یعنی کچھ اور ہے تو لاؤ! پھر ایک فوج کو ڈال کر پوچھا جائے گا کہ: تو بھر بھی گئی یا نہیں؟ اور وہ بدستور "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟" پکارتی رہے گی، یہاں تک کہ جب تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے (اس کے باوجود اس کا "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟" کا مطالبہ بند نہیں ہوگا) تو رحمٰن اس میں اپنا قدم رکھے گا (اور اس قدم رکھنے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) اور جہنم کے بعض حصے بعض کی طرف سمٹ جائیں گے، پھر فرمائے گا: بس کر! وہ بس بس کہنے لگے گی۔ پھر جب اللہ

تعالیٰ اہلِ جنت کو جنت میں اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں داخل کردیں گے (اور دوزخ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہے گا جس کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کرنا منظور ہو، صرف کافر ہی دوزخ میں رہ جائیں گے) تو موت کو گھسیٹتے ہوئے لایا جائے گا، اور اس دیوار پر جو اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے درمیان ہے، اس کو کھڑا کیا جائے گا، پھر اہلِ جنت کو آواز دی جائے گی تو وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے، پھر اہلِ دوزخ کو آواز دی جائے گی تو وہ خوش ہوکر شفاعت کی اُمید کرتے ہوئے جھانکیں گے، پھر اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ سے کہا جائے گا کہ: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ دونوں فریق کہیں گے کہ: جی ہاں! ہم اسے پہچانتے ہیں، یہ وہی موت ہے جو ہم پر مسلط تھی۔ پس اس کو لٹا کر اس دیوار پر ذبح کردیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا کہ اے اہلِ جنت! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی، اور اے اہلِ دوزخ! تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اب کبھی موت نہیں ہوگی۔''

۲:..... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو سفید و سیاہ مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، پس جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اس کو ذبح کردیا جائے گا، پس اگر کوئی خوشی سے مرسکتا تو اہلِ جنت (اس منظر کو دیکھ کر خوشی سے) مرجاتے، اور اگر کوئی غم کی وجہ سے مرسکتا تو اہلِ دوزخ (اس منظر کو دیکھ کر) مرجاتے۔

مصنف (امام ترمذی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث ایسی مروی ہیں جن میں دیدارِ الٰہی کا ذکر ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے ربّ کی

زیارت کریں گے، اور بہت سی اَحادیث میں قدم اور اس قسم کی اور اشیاء کا ذکر ہے، اہلِ علم اَئمہ ہدِین مثلاً: سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن المبارک اور وکیع وغیرہ رحمہم اللہ کا مذہب ان اُمور میں یہ ہے کہ وہ ان اشیاء کو روایت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ: یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، ہم ان پر اِیمان لاتے ہیں اور ان کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے۔ اسی مسلک کو محدثین نے اختیار کیا ہے کہ وہ ان اشیاء کو من وعن نقل کرتے ہیں اور ان پر اِیمان لایا جاتا ہے اور ان کی تشریح وتفسیر نہیں کی جاتی، ان کی کیفیت کا تصوّر نہیں کیا جاتا، نہ اس کی تفتیش کی جاتی ہے، اور اہلِ علم نے اسی مسلک کو اِختیار کیا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ان کو اپنی پہچان کرائیں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر (ایسی) تجلی فرمائیں گے (جس کی پہچان ان کو حاصل ہو)۔''

(ترمذی، ج:۲، ص:۷۹)

جنت کے گرد مشقتوں کا احاطہ

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگواریوں اور مشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے، اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے۔''

(ترمذی، ج:۲، ص:۸۰)

۲:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ: جاؤ جنت کو اور میں نے اس میں جنتیوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر

رکھی ہیں، ان کو دیکھو! چنانچہ جبریل علیہ السلام گئے جنت کو اور جنت کی نعمتوں کو دیکھا، واپس آکر عرض کیا کہ: آپ کی عزّت کی قسم! جو شخص بھی جنت کو سن لے گا، اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ پس حق تعالیٰ شانہٗ نے حکم فرمایا کہ جنت کے گرد مشقتوں اور ناگواریوں کا احاطہ کردیا جائے، چنانچہ کردیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ: وہاں دوبارہ جاؤ اور دیکھو کہ میں نے اہلِ جنت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ جبریل علیہ السلام دوبارہ گئے تو دیکھا کہ اس کے گرد مشقتوں اور ناگواریوں کا احاطہ کردیا گیا ہے، واپس آئے تو عرض کیا کہ: آپ کی عزّت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ: جاؤ! دوزخ کو اور اس کے اندر اہلِ دوزخ کے لئے جو عذاب تیار کر رکھا ہے، اس کو دیکھ کر آؤ! وہ گئے تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دُوسرے حصے پر سوار ہو رہا ہے، واپس آکر عرض کیا کہ: آپ کی عزّت کی قسم! ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جو اس کو سن لے، پھر اس میں داخل ہوجائے۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے اس کے گرد خواہشات کی باڑھ کردی گئی، تو جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ: اس کو دوبارہ دیکھ کر آؤ! وہ دوبارہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔“

جنت اور دوزخ کی باہمی گفتگو

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت و دوزخ کا مباحثہ ہوا، جنت نے کہا کہ: مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے، اور دوزخ نے کہا کہ: مجھ میں سرکش اور متکبر لوگ داخل ہوں گے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے دوزخ سے فرمایا کہ: تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے جس سے چاہوں گا انتقام لوں گا! اور جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعے جس پر چاہوں رحمت کروں گا!'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

ادنیٰ جنتی کے ناز و نعمت کا بیان

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ادنیٰ مرتبے کا جنتی وہ ہوگا جس کے اسّی ہزار خدام ہوں گے، اور اس کی بہتر بیویاں ہوں گی، اور اس کے لئے موتی، زبرجد اور یاقوت کا اتنا وسیع قبہ نصب کیا جائے گا جتنا کہ جابیہ اور صنعاء کے درمیان فاصلہ ہے۔ دُوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہلِ جنت میں سے جس شخص کا بھی انتقال ہوا، خواہ وہ کم عمر کا ہو یا زیادہ عمر کا، جنت کے اندر سب کے سب تیس سالہ جوان ہوں گے اور ہمیشہ اسی عمر کے رہیں گے (سن و سال سے ان کی جوانی میں تغیر نہیں ہوگا)۔ اور اہلِ دوزخ بھی اسی طرح ہوں گے۔ تیسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہلِ جنت کے سروں پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کے ادنیٰ موتی کی چمک سے مشرق سے مغرب تک پوری زمین روشن ہوجائے۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

۲:... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن جب جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو اس کا حمل، وضعِ حمل اور بچے کا بڑا ہونا

ایک گھڑی میں ہوجائے گا، جیسا کہ مؤمن چاہے گا۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس مسئلے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے (کہ جنت میں اولاد بھی ہوگی یا نہیں؟) بعض فرماتے ہیں کہ: جنت میں بیویوں سے مقاربت تو ہوگی مگر اولاد نہیں ہوگی۔ حضرت طاؤس، مجاہد اور اِبراہیم نخعی رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے، اور اِمام اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ: ''جب مؤمن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک گھڑی میں جیسی اولاد چاہے گا ہوجائے گی'' کے بارے میں فرمایا کہ: مگر مؤمن جنت میں یہ چاہے گا ہی نہیں۔ اور اِمام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابورزین عقیلی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ: اہلِ جنت کے یہاں جنت میں اولاد نہیں ہوگی۔''

حورانِ بہشتی کا ترانہ

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جنت میں حورِعین کا ایک اجتماع ہوتا ہے، وہ بلند آواز سے کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی، یہ کہتی ہیں کہ: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، پس ہلاک نہیں ہوں گی، اور ہم ہمیشہ ناز ونعمت میں رہنے والیاں ہیں، پس کبھی تنگی اور مشقت میں مبتلا نہیں ہوں گی، اور ہم راضی رہنے والیاں ہیں، پس کبھی ناراض نہیں ہوں گی، پس مبارک ہے وہ شخص جو ہمارا ہوا اور ہم اس کی ہوں۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

جنت کی نہروں کا بیان

''حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں ایک دریا پانی کا ہے، ایک شہد کا، ایک دُودھ کا اور ایک شرابِ طہور کا، پھر ان دریاؤں سے نہریں نکلتی ہیں۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

جنت کی دُعا اور دوزخ سے پناہ

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کی درخواست کرے، جنت اس کے لئے دُعا کرتی ہے کہ: یا اللہ! اس کو جنت میں داخل کردیجئے۔ اور جو تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگے، دوزخ اس کے لئے دُعا کرتی ہے کہ: اے اللہ! اس کو دوزخ سے پناہ عطا فرمادیجئے۔" (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

تین لائقِ رشک حضرات

"حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ أُرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَغْبِطُهُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ: رَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَرَجُلٌ يَؤُمُّ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ، وَعَبْدٌ أَدّٰى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ إِلَّا مِنْ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَبُوْ الْيَقْظَانِ اسْمُهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَيْرٍ وَيُقَالُ ابْنُ قَيْسٍ." (ترمذی ج:۲ ص:۸۰)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین (قسم کے

آدمی) قیامت کے دن کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے اور اوّلین و آخرین ان پر رشک کریں گے: ایک وہ شخص جو (محض رضائے اِلٰہی کے لئے) ہر دن رات میں پنج گانہ نمازوں کی اَذان دیتا ہے، دُوسرا وہ شخص جو کسی قوم کی اِمامت کرے اس حالت میں کہ وہ (اس کے دِین و دیانت اور طہارت و تقویٰ کی وجہ سے) اس سے راضی ہوں، تیسرا وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقاؤں کا بھی۔‘‘

تین شخص اللہ تعالیٰ کے پیارے

’’حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا، قَالَ: أُرَاهُ مِنْ شِمَالِهٖ، وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ، وَالصَّحِيْحُ مَا رَوٰى شُعْبَةُ وَغَيْرُهٗ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ.‘‘ (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰،۸۱)

ترجمہ:... ’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں، ایک وہ شخص جو رات کا قیام کرے (یعنی تہجد پڑھے) کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے ہوئے، دُوسرا وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ سے بھی اس کو

چھپائے، تیسرا وہ شخص جو کسی جہاد میں تھا، اس کے رُفقاء پسپا ہوگئے مگر وہ دُشمن کی طرف آگے بڑھا (یہاں تک کہ شہید ہوگیا)۔"

تین شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور تین مبغوض

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ظَبْيَانَ رَفَعَهُ إِلٰى أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللهُ، فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللهُ: فَرَجُلٌ أَتٰى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللهِ وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ، فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللهُ، وَالَّذِيْ أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰی إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهٖ فَوَضَعُوا رُءُوْسَهُمْ، فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِيْ وَيَتْلُوْ اٰيَاتِيْ، وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰی يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهٗ، وَالثَّلَاثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللهُ: الشَّيْخُ الزَّانِيْ، وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ، وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ. حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهٗ. هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَهٰكَذَا رَوٰی شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَ هٰذَا، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱)

ترجمہ:... "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تین شخص ایسے ہیں جن

کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور تین ایسے ہیں جن کو مبغوض رکھتے ہیں، وہ تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں: ان میں ایک شخص تو وہ ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت کے پاس گیا، اس نے ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا واسطے دے کر کچھ مانگا، کسی قرابت اور رشتے کی بنیاد پر نہیں مانگا، لیکن ان لوگوں نے اس کو کچھ نہ دیا، ان کی جماعت میں سے ایک شخص اُٹھا اور اس نے الگ لے جا کر سائل کو پوشیدہ طور پر دے دیا کہ اس کے عطیہ کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور اس شخص کے سوا جس کو دیا، کسی کو علم نہیں ہوا (تو یہ دینے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے)۔

دُوسرا وہ شخص جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک قوم ساری رات سفر میں چلتی رہی، یہاں تک کہ (جب وہ لوگ تھک کر چور ہو گئے اور نیند کا ان پر ایسا غلبہ ہوا کہ نیند ان کو اس کے مقابلے میں تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھی تو انہوں نے سر رکھ دیئے اور سو رہے، ان میں سے ایک شخص (سونے کے بجائے نمازِ تہجد کے لئے) کھڑا ہو گیا، (حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ:) وہ میرے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے اور میری آیات کی تلاوت کرتا ہے (پس یہ دُوسرا شخص ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے)۔ اور تیسرا وہ آدمی جو کسی مجاہد دستے میں تھا، دُشمن سے مقابلہ ہوا تو سب لوگ پسپا ہو گئے، لیکن یہ شخص سینہ تان کر آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ یہ شہید ہو جائے یا اس کی فتح ہو جائے۔

اور تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتے ہیں وہ یہ ہیں: بڈھا زانی، متکبر فقیر اور وہ مال دار جو کسی کا حق مارے۔''

جہنم کے اَحوال

اَبْوَابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ
عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جہنم کے حالات

"بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ النَّارِ"

"حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ نَا أَبِيْ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدِ الْكَاهِلِيّ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّوْنَهَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: وَالثَّوْرِيُّ لَا يَرْفَعُهُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ نَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کو لایا جائے گا اس دن اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔"

جہنم سے ایک گردن نکلے گی

"حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ نَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ

هُـرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يُخْرُجُ عُـنُـقٌ مِّـنَ الـنَّـارِ يَـوْمَ الْـقِيَـامَةِ، لَهُ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ واذنانِ تَسْـمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُوْلُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللهِ إِلَهًا اٰخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۱)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن دوزخ سے آگ کی ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھ رہی ہوں گی، دو کان ہوں گے جو سن رہے ہوں گے، اور ایک زبان ہوگی جو بول رہی ہوگی، وہ کہے گی کہ: مجھے تین (قسم کے) شخصوں پر مقرّر کیا گیا ہے: ہر سرکش ضدی پر، ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارے، اور تصویر بنانے والوں پر۔"

جہنم کی گہرائی

"بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ"

"حَـدَّثَـنَـا عَبْـدُ بْـنُ حُـمَيْـدٍ نَـا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْـجُـعْـفِـيُّ عَـنْ فُـضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَـالَ: قَـالَ عُتْبَةُ بْـنُ غَـزْوَانَ عَلٰى مِنْبَرِنَا هٰذَا مِنْبَرِ الْبَصْـرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الصَّخْـرَةَ الْعَظِيْـمَةَ لَتُـلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا مَا تُفْضِىْ إِلٰـى قَـرَارِهَـا. قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: أَكْثِرُوْا ذِكْرَ النَّارِ! فَـإِنَّ حَـرَّهَا شَدِيْدٌ، وَإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيْدٌ، وَإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيْدٌ.

لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ، وَوُلِدَ الْحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱)

ترجمہ:... "حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس منبر پر یعنی بصرہ کی جامع مسجد کے منبر پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ: ایک بڑی چٹان جہنم کی منڈیر سے ڈالی جائے اور وہ جہنم میں ستر برس گرتی رہے تب بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گی۔ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: دوزخ کا ذکر بہ کثرت کیا کرو، کیونکہ اس کی گرمی بہت شدید ہے، اس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کے ہتھوڑے لوہے کے ہیں۔"

جہنم میں آگ کا پہاڑ

"حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ نَا حَسَنُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ لَهِيْعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِنْ نَّارٍ يَّتَصَعَّدُ فِيْهِ الْكَافِرُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَيَهْوِيْ فِيْهِ كَذٰلِكَ أَبَدًا. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيْعَةَ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱)

ترجمہ:... "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (قرآنِ

کریم میں جو ہے: ''سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا'' یعنی ''عنقریب ہم چڑھائیں گے اس کافر کو چڑھائی پر'' اس لفظ ''صعود'' کی تفسیر کرتے ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صعود آگ کا پہاڑ ہے، جس پر ستر برس تک کافر چڑھتا رہے گا، پھر گرجائے گا، (پھر ستر سال تک چڑھتا رہے گا، پھر گرجائے گا) اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا۔''

دوزخ میں دوزخیوں کی جسامت

''بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ''

۱:... ''حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ ثَنِیْ جَدِّیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ وَصَالِحٌ مَوْلَی التَّوْأَمَةِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ضِرْسُ الْكَافِرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِثْلُ أُحُدٍ، وَفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَیْضَاءِ، وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلَاثٍ مِّثْلُ الرَّبَذَةِ. قَوْلُهٗ: مِثْلُ الرَّبَذَةِ یَعْنِیْ بِهٖ كَمَا بَیْنَ الْمَدِیْنَةِ وَالرَّبَذَةِ، وَالْبَیْضَاءُ جَبَلٌ. هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ. حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَیْبٍ نَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنْ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَهٗ قَالَ: ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ. هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَأَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْأَشْجَعِیُّ وَاسْمُهٗ سَلْمَانُ مَوْلٰی عَزَّةَ الْأَشْجَعِیَّةِ.'' (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کافر کی

ڈاڑھ قیامت کے دن اُحد پہاڑ جیسی ہوگی، اور اس کی ران بیضا پہاڑ کے برابر ہوگی، اور اس کے بیٹھنے کی جگہ (اتنی وسیع ہوگی کہ) تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی جتنی کہ مدینہ طیبہ سے ربذہ کی مسافت ہے۔''

۲:...''حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْمُخَارِقِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّؤُهُ النَّاسُ. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَالْفَضْلُ بْنُ يَزِيْدَ كُوْفِيٌّ قَدْ رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ، وَأَبُوْ الْمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ.'' (ترمذی، ج:۲، ص:۸۱، ۸۲)

ترجمہ:...''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کافر اپنی زبان کو گھسیٹتا ہوا چلے گا جو تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیلی ہوئی ہوگی، لوگ اس کو پاؤں تلے روندتے ہوں گے۔''

تشریح:... یہ غالباً میدانِ حشر میں ہوگا کہ کفار دُنیا میں حق تعالیٰ شانہٗ کی آیات اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں زبان درازی کرتے تھے، اس لئے ان کو یہ سزا ملی کہ کتے کی طرح ان کی زبان باہر نکل آئی اور زبان درازی کے بقدر تین تین اور چھ چھ کوس تک پھیل گئی۔

۳:...''حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ نَا عُبَيْدُاللهِ ابْنُ مُوْسٰى نَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ

غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَأَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا، وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ، وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْأَعْمَشِ.“

(ترمذی ج:۲ ص:۸۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کافر کی کھال کی جسامت بیالیس گز ہوگی، اور اس کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنا فاصلہ کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ہے۔“

دوزخیوں کے پینے کا بیان

”بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ“

۱:... ”حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ: ”كَالْمُهْلِ“ قَالَ: كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ. هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ وَرِشْدِيْنُ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ.“ (ترمذی، ج:۲ ص:۸۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کے ارشاد ”كَالْمُهْلِ“ کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے مراد زیتون کی تلچھٹ کی سی چیز ہے، وہ اس قدر گرم ہوگی کہ جب کافر اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا

تو اس کے چہرے کی کھال پگھل کر اس میں گر پڑے گی۔“

۲:... ”حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ نَا سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتّٰى يَخْلُصَ إِلٰى جَوْفِهٖ فَيَسْلُتُ مَا فِيْ جَوْفِهٖ حَتّٰى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ، ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ. ابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ.“

(ترمذی، ج:۲،ص:۸۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جہنم میں کھولتا ہوا پانی کافروں کے سروں پر ڈالا جائے گا، پس وہ سروں سے نفوذ کرجائے گا، یہاں تک کہ جب پیٹ تک پہنچے گا تو پیٹ کے اندر کی تمام انتڑیوں کو بہالے جائے گا، یہاں تک کہ وہ دوزخی کے قدموں سے نکل جائیں گی، اور یہی ”صہر“ ہے، جس کو قرآنِ کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

”يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ“ (الحج:۲۰)

ترجمہ:... ”اس سے ان کے پیٹ کی چیزیں (انتڑیاں) اور (ان کی) کھالیں سب گل جاویں گی۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پھر دوبارہ، سہ بارہ اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے گا۔“

۳:... ”حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ نَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ بُسْرٍ عَنْ

أَبِیْ أُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ: ”وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَتَجَرَّعُهٗ“ قَالَ: يُقَرَّبُ إِلٰى فِيْهِ فَيَكْرَهُهٗ فَإِذَا أُدْنِیَ مِنْهُ شَوٰى وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهٖ، فَإِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ أَمْعَاءَهٗ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ”وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ“ وَيَقُوْلُ: ”وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا“. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، هٰكَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَلَا يُعْرَفُ عُبَيْدَاللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ إِلَّا فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَقَدْ رَوٰى صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ لَهٗ أَخٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُخْتُهٗ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ الَّذِیْ رَوٰى عَنْهُ صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدِيْثُ أَبِیْ أُمَامَةَ لَعَلَّهٗ أَنْ يَّكُوْنَ أَخَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ.“

(ترمذی، ج:۲،ص:۸۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ:

”وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ“ (ابراہیم:۱۶)

ترجمہ:... ”اور اس کو دوزخ میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو (کے) مشابہ ہوگا جس کو گھونٹ گھونٹ کرکے پیوے گا۔“ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کی تفسیر میں فرمایا کہ: یہ پانی دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا، وہ اس سے گھن کرے گا، پھر جب اس کے منہ سے لگایا جائے گا تو اس کے چہرے کو بھون دے گا اور اس کے سر کا چمڑا گر جائے گا، پھر جب وہ اسے پیئے گا تو وہ اس کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ اس کے پچھلے راستے سے نکل جائیں گی، حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

''وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ.'' (محمد:۱۵)

ترجمہ:... ''اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا، سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

نیز فرماتے ہیں:

''وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا.'' (الکہف:۲۹)

ترجمہ:... ''اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریادرسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، مونہوں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی بُرا پانی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بُری جگہ ہوگی۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔''

۴:... ''حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا عَبْدُاللهِ نَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ ثَنِىْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَالْمُهْلِ كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ.

وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: لَسُرَادِقُ النَّار أَرْبَعَةُ جُدُرٍ، كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ سَنَةً.

وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِّنْ غَسَّاقٍ يُهَرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلُ الدُّنْيَا. هٰذَا حَدِيْثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ، وَفِيْ رِشْدِيْنَ بْنِ سَعْدٍ مَقَالٌ.'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۲)

ترجمہ:... ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کے لفظ ''کَالْمُهْلِ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ: وہ روغنِ زیتون کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، پس جب اس کے (یعنی دوزخی کے) قریب لایا جائے گا، تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔

نیز دوزخ کے پردوں (سرادق النار) کے بارے میں فرمایا کہ: یہ چار دیواریں ہوں گی، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔

نیز فرمایا کہ: غساق کا ایک ڈول اگر دُنیا میں اُنڈیل دیا جائے تو تمام اہلِ دُنیا بدبودار ہوجائیں۔''

۵:... ''حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ نَا أَبُوْ دَاوُدَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ: ''اِتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ'' قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قُطِرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلٰى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ

طَعَامَهٗ! هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۲)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ." (آل عمران:۱۰۲)

ترجمہ:... "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، اور بجز اِسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔" (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اور ارشاد فرمایا: اگر زَقوم کا ایک قطرہ اس دُنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہلِ دُنیا پر ان کی زندگی اجیرن کرڈالے، پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کا یہ کھانا ہوگا؟" (نعوذ باللہ)

دوزخیوں کے کھانے کا بیان

"بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ"

۱:... "حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ نَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ نَا قَطْبَةُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُلْقٰى عَلٰى أَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ، فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِّنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِیْ غُصَّةٍ، فَيَذْكُرُوْنَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِی الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ

بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ، فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ: اُدْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ! فَيَقُوْلُوْنَ: أَلَمْ تَكُ تَأْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى! قَالُوْا: فَادْعُوْا! وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ إِلَّا فِيْ ضَلَالٍ. قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: اُدْعُوْا مَالِكًا! فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مَالِكُ! لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ. قَالَ: فَيُجِيْبُهُمْ: إِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ! قَالَ الْأَعْمَشُ: نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ. قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ! فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ، رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُوْنَ. قَالَ: فَيُجِيْبُهُمْ: اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ! قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَأْخُذُوْنَ فِي الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ. قَالَ عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ. قَالَ: وَإِنَّمَا رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَوْلَهُ وَلَيْسَ بِمَرْفُوْعٍ، وَقُطْبَةُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ.“ (ترمذی، ج:۲،ص:۸۲)

ترجمہ:... ”حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دوزخیوں پر بھوک مسلط کردی جائے گی، جس کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ پہلے سے مبتلا ہوں گے، چنانچہ وہ بھوک سے بے

تاب ہوکر کھانے کی فریاد کریں گے، اور ان کی فریاد رسی ''ضریع'' کے کھانے سے کی جائے گی جو نہ فربہ کرے، نہ بھوک کو دفع کرے، پس وہ دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے، اب ان کی فریاد رسی ایسے کھانے سے کی جائے گی جو گلے میں اٹک جائے، اس وقت ان کو یاد آئے گا کہ دُنیا میں جب ان کے گلے میں کوئی چیز پھنس جاتی تھی تو وہ پینے کی کسی چیز کے ذریعے اسے حلق سے اُتارا کرتے تھے، چنانچہ پانی کی اِلتجا کریں گے، تب ان کو کھولتا ہوا پانی زنبوروں کے ذریعے پکڑایا جائے گا، پس جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے منہ کے قریب پہنچیں گے تو ان کے چہروں کے گوشت کو بھون ڈالیں گے، اور جب وہ پانی ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹ کے اندر کی چیزوں (انتڑیوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا، پس وہ بے تاب ہوکر کہیں گے کہ: دوزخ پر مقرّر فرشتوں کو پکارو، جب فرشتوں کو پکاریں گے تو فرشتے جواب دیں گے کہ: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے؟ (اور انہوں نے تمہیں تمرد و سرکشی کے چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی تلقین نہیں کی تھی؟) وہ کہیں گے: جی! رسول تو ہمارے پاس آئے تھے (مگر ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور ان کی بات نہ مانی)۔ فرشتے کہیں گے: پھر تم پڑے پکارتے رہو (اب تمہاری چیخ و پکار بے سود ہے، کیونکہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں کفر کیا) اور کافروں کی پکار محض رائیگاں ہے۔ اب وہ آپس میں کہیں گے کہ: داروغۂ جہنم، مالک کو پکارو! چنانچہ وہ مالک (داروغۂ جہنم) کو پکاریں گے

کہ: اے مالک! اپنے رَبّ سے کہو کہ وہ ہمارا فیصلہ کردے (یعنی ہمیں موت دیدے)، مالک ان کو جواب دے گا کہ: (نہیں! بلکہ) تم ہمیشہ اسی حالت میں رہوگے (موت کو موت آچکی ہے، اس لئے اب کسی دوزخی کو موت نہیں آئے گی)۔ اِمامِ اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے بتایا گیا کہ دوزخیوں کے مالک کو پکارنے اور مالک کے (مذکور الصدر) جواب دینے کے درمیان ہزار سال کا وقفہ ہوگا (یعنی ہزار سال تک وہ مالک کو پکارتے رہیں گے، اور ہزار سال کے بعد جواب ملے گا تو یہ کہ: بک بک مت کرو! تم پر موت نہیں آئے گی، بلکہ تمہیں ہمیشہ اسی حالت میں رہنا ہے)۔ مالک داروغۂ جہنم کا مایوس کُن جواب سن کر وہ آپس میں کہیں گے کہ: اب اپنے رَبّ ہی کو بلاواسطہ پکارو، کیونکہ تمہارے رَبّ سے بہتر تو کوئی نہیں۔ چنانچہ وہ اِلتجا کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی اور کوئی شک نہیں کہ ہم گمراہ رہے، اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دوزخ سے نکال دے، اگر دوبارہ ہم نے وہی کیا جو پہلے کرتے تھے تو ہم بڑے ظالم ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب وہ ہر طرف سے مایوس ہوکر گدھے کی طرح آواز نکالنے اور حسرت و ویل پکارنے لگیں گے۔‘‘

۲:... ’’حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ أَبِيْ شُجَاعٍ عَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَهُمْ فِيهَا كَالِحُوْنَ، قَالَ: تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا

حَتّٰی تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِہٖ وَتَسْتَرْخِیُ شَفَتُہُ السُّفْلٰی حَتّٰی تَضْرِبَ سُرَّتَہٗ. ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ، وَأَبُو الْھَیْثَمِ اسْمُہٗ سُلَیْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعُتْوَارِیُّ وَکَانَ یَتِیْمًا فِیْ حِجْرِ أَبِیْ سَعِیْدٍ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۲)

ترجمہ:... "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ: "وَھُمْ فِیْھَا کَالِحُوْنَ" (اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے۔ ترجمہ حضرت تھانویؒ) کی تفسیر میں فرمایا کہ: آگ کافر کو جھلس دے گی، پس اس کا اُوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان تک پہنچ جائے گا، اور نیچے کا ہونٹ لٹک کر اس کی ناف سے جالگے گا۔"

دوزخ کی زنجیروں کی لمبائی

"حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ نَا عَبْدُاللہِ نَا سَعِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ أَبِی السَّمْحِ عَنْ عِیْسَی بْنِ ھِلَالٍ الصَّدَفِیِّ عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ رَصَاصَتَہٗ مِثْلَ ھٰذِہٖ، وَأَشَارَ إِلٰی مِثْلِ الْجُمْجُمَۃِ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَی الْأَرْضِ، وَھِیَ مَسِیْرَۃُ خَمْسِمِائَۃِ سَنَۃٍ لَبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّیْلِ، وَلَوْ أَنَّھَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَۃِ لَسَارَتْ أَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَھَا أَوْ قَعْرَھَا. ھٰذَا حَدِیْثٌ إِسْنَادُہٗ حَسَنٌ صَحِیْحٌ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۲، ۸۳)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ

عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اگر اس کھوپڑی کی مثل سیسے کا گولہ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے تو رات سے پہلے زمین پر آرہے گا، حالانکہ یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور اگر یہی سیسے کا گولہ زنجیر کے سرے سے پھینکا جائے اور چالیس سال تک دن رات چلتا رہے تب بھی اس کی انتہا کو (یا فرمایا کہ اس کی تہ تک) نہیں پہنچے گا۔"

تشریح:... قرآنِ کریم میں دوزخ کی ان زنجیروں کا ذکر ہے جن میں جہنمیوں کو جکڑا جائے گا:

"ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ." (الحاقہ:۳۲)

ترجمہ:... "پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔" (ترجمہ مولانا تھانویؒ)

قرآنِ کریم میں اس زنجیر کی پیمائش ستر گز ذکر فرمائی گئی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ خود اس گز کی لمبائی کتنی ہوگی؟ آخرت کے اُمور کا قیاس اور اندازہ دُنیا کے کسی پیمانے سے نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض! اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو چیز پانچ سو سال کی مسافت صرف ایک دن میں رات سے پہلے طے کرسکتی ہے، وہی چیز دوزخی زنجیر کی مسافت کو چالیس برس میں بھی طے نہیں کرسکتی، اسی سے اس کے طول کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیسے کے گولے کا ذکر بطورِ خاص اس لئے فرمایا کہ سیسہ نہایت وزنی دھات ہے، اور چیز جتنی زیادہ وزنی ہو اسی قدر سرعت سے نیچے کو گرتی ہے، خصوصاً جبکہ گولے کی شکل میں ہو تو اس کی رفتار اور بھی تیز ہوجاتی ہے، واللہ اعلم!

دُنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے

"بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ نَارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ"

ح:... "حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تُوْقِدُوْنَ جُزْءٌ وَّاحِدٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءٌ مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ. قَالُوْا: وَاللهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُوَ أَخُوْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ وَقَدْ رَوٰى عَنْهُ وَهْبٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تمہاری یہ آگ جس کو تم روشن کرتے ہو، جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! واللہ! جلانے کو تو یہی آگ کافی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ کی آگ اس دُنیا کی آگ سے اُنسٹھ گنا بڑھائی گئی ہے کہ ان ستر گنوں میں سے ہر حصہ اس کی تپش کے برابر ہے۔"

تشریح:... مطلب یہ کہ جلانے کو دُنیا کی آگ بھی کافی تھی، مگر دُنیا کی آگ کا دوزخ کی آگ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں، گویا دُنیا کی آگ دوزخ کی آگ سے اُنسٹھ درجے ٹھنڈی ہے۔ اِمام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر دوزخیوں کے سامنے دُنیا کی یہ آگ ظاہر ہوجائے تو راحت حاصل کرنے کے لئے دوڑ کر اس میں گھس

جائیں، أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا!

۲:... ”حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ اَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَنَا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَارُكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ، لِكُلِّ جُزْءٍ مِّنْهَا حَرُّهَا. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ.“

(ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے، اس کے ستر حصوں میں سے ہر حصے کی تپش اس آگ کی تپش کے برابر ہے۔“

۳:... ”حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ نَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُوْقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى اسْوَدَّتْ، فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ. حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ أَوْ رَجُلٍ اٰخَرَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَحَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ هٰذَا مَوْقُوْفٌ أَصَحُّ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ بُكَيْرٍ عَنْ شَرِيْكٍ.“ (ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا، یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا، یہاں تک کہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا، یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، پس اب وہ کالی سیاہ تاریک ہے۔"

تشریح:... دوزخ کا سیاہ اور تاریک ہونا زیادہ وحشت و عذاب کا موجب ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا ہوچکی ہیں، قیامت کے دن پیدا نہیں کی جائیں گی، اہلِ حق کا یہی عقیدہ ہے۔

جہنم کی آگ کے دو سانسوں اور اہلِ توحید کے جہنم سے نکالے جانے کا بیان

"بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَیْنِ، وَمَا ذُکِرَ مَنْ یَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَھْلِ التَّوْحِیْدِ"

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْوَلِیْدِ الْکِنْدِیُّ الْکُوْفِیُّ نَا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِشْتَکَتِ النَّارُ إِلٰی رَبِّھَا وَقَالَتْ: أَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا. فَجَعَلَ لَھَا نَفَسَیْنِ، نَفَسًا فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسًا فِی الصَّیْفِ، فَأَمَّا نَفَسُھَا فِی الشِّتَاءِ فَزَمْھَرِیْرٌ، وَأَمَّا نَفَسُھَا فِی الصَّیْفِ فَسَمُوْمٌ. ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ، وَالْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ لَیْسَ عِنْدَ أَھْلِ الْحَدِیْثِ بِذَاکَ الْحَافِظُ." (ترمذی ج:۲ ص:۸۳)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دوزخ نے اپنے رَبّ سے شکایت کی کہ: میرے ایک حصے نے دُوسرے حصے کو کھالیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی کے موسم میں، اور ایک سانس گرمی کے موسم میں، پس سردی میں اس کا سانس لینا زمہریر ہے، اور گرمی کے موسم میں اس کا سانس لینا لُو ہے۔''

تشریح:... دوزخ کا بارگاہِ اِلٰہی میں شکایت کرنا بزبانِ حال بھی ہوسکتا ہے اور اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول ہوسکتا ہے، اور اس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا زیادہ راجح ہے، مگر یہ چیز ہمارے اِدراک سے باہر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، مولانا رُوم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خاک و باد و آب و آتش زندہ اند
با من و تو مردہ با حق زندہ اند

اور ''میرے ایک حصے نے دُوسرے حصے کو کھالیا ہے'' اس سے دوزخ کی گرمی اور تپش کی شدّت مراد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سردی اور گرمی کا نظام دوزخ کے سانس لینے سے وابستہ ہے، جب کہ اس کا ظاہری سبب سورج کے خطِ استوا سے قریب یا بعید ہونا ہے۔ دراصل کائنات میں جو سلسلۂ اسباب کارفرما ہے اس کی بعض کڑیاں تو عام لوگوں کے لئے بھی ظاہر ہیں، اور بعض ایسی مخفی ہیں کہ جو اِنسانی عقل سے بھی ماورا ہیں، اس لئے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ گرمی و سردی کا سلسلۂ اسباب صرف آفتاب تک محدود نہیں، بلکہ یہ سلسلہ آگے بڑھ کر دوزخ کے سانس لینے تک پہنچتا ہے۔

اہلِ ایمان کو دوزخ سے نکالنے کا حکم

۱:... ''حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ نَا أَبُوْ دَاوُدَ انَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ هِشَامٌ: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً، أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً، أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً. وَقَالَ شُعْبَةُ: مَا يَزِنُ ذُرَةً مُخَفَّفَةً. وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے ارشاد ہوگا:) اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے ''لا الٰہ الاّ اللہ'' کا اقرار کیا اور اس کے دِل میں جو کے برابر خیر تھی۔ (یعنی ایمان تھا، چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو نکال لیا جائے گا، پھر حکم ہوگا کہ:) ہر اس شخص کو نکال لو جو ''لا الٰہ الاّ اللہ'' کا قائل تھا اور اس کے دِل میں گندم کے دانے کے برابر خیر تھی۔ (پھر حکم ہوگا کہ:) اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جو ''لا الٰہ الاّ اللہ'' کا قائل تھا اور اس کے دِل میں جوار کے دانے کے برابر خیر تھی۔''

تشریح:... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ طویل حدیث، حدیثِ شفاعت کا ایک حصہ ہے، جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اور کچھ اہلِ توحید گناہگار بھی دوزخ میں ہوں گے، اب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان گناہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کا ارادہ فرمائیں گے، تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت دیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ عظام، صدیقین، شہداء اور اہلِ ایمان اپنے اپنے مراتب کے مطابق شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی جانب سے حدیں مقرّر کردی جائیں گی، مثلاً: جس شخص کے دِل میں دِینار کے وزن کا ایمان ہو اس کو نکال لو! جس کے دِل میں نصف دِینار کے برابر اِیمان ہو اس کو نکال لو! اسی طرح علی الترتیب اَحکامات صادر ہوں گے، یہاں تک کہ آخر میں فرمایا جائے گا کہ: جس شخص کے دِل میں رائی کے دانے سے ادنیٰ مرتبے کا بھی ایمان ہو، اس کو نکال لو! یہ حکم فرشتوں کو ہوگا، آخر میں فرشتے عرض کریں گے کہ: "ربّنا لم نذر فیھا خیرًا" اے پروردگار! ہم نے دوزخ میں کسی صاحبِ خیر یعنی صاحبِ ایمان کو نہیں چھوڑا۔ تب حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے: "شفعت الملائکۃ، وشفع النبیون، وشفع المؤمنون ولم یبق اِلّا أرحم الراحمین" فرشتوں نے بھی شفاعت کرلی، نبیوں نے بھی شفاعت کرلی، اہلِ ایمان بھی شفاعت کرچکے، اب صرف ارحم الراحمین باقی ہے۔

یہ فرماکر اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھریں گے (اور بعض احادیث میں تین مٹھیوں کا ذکر آتا ہے) پس اس مٹھی کے ذریعے ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے جنھوں نے کبھی خیر کا کوئی کام نہیں کیا۔ غالباً درجاتِ ایمان کے لئے کچھ علامات ہوں گی، جن کے ذریعے فرشتے اہلِ ایمان کے درجات کو پہچان پہچان کر نکالتے رہیں گے۔ چنانچہ بعض احادیث میں ہے کہ آثارِ سجود کے ذریعے ان کو پہچانیں گے، اور جن لوگوں میں فرشتوں کو اِیمان کی کوئی علامت نظر نہیں آئے گی ان کو حق تعالیٰ شانہٗ بذاتِ خود نکالیں گے، واللہ اعلم!

۲:... "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللهُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا أَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے کہ: اس شخص کو دوزخ سے نکال لو جس نے مجھے (ایمان کے ساتھ) کسی دن یاد کیا، یا کسی مقام میں مجھ سے ڈرا۔"

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا قصہ

"حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ لَأَعْرِفُ اٰخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا، رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ. قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: اِنْطَلِقْ اِلَى الْجَنَّةِ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ! قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدَ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِيْ كُنْتَ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ! فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ! قَالَ: فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا! قَالَ: فَيَقُوْلُ: أَتَسْخَرُ بِيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ؟ قَالَ: فَلَقَدْ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ. هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ."

(ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا، یہ ایسا شخص ہوگا جو رینگتے ہوئے دوزخ سے نکلے گا، پس وہ کہے گا کہ: اے پروردگار! سب لوگ اپنی اپنی منازل حاصل کرچکے ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ: جنت کی طرف جاؤ اور جنت میں داخل ہوجاؤ! وہ جنت میں داخل ہونے کے لئے جائے گا تو لوگوں کو پائے گا کہ وہ اپنی اپنی منازل حاصل کرچکے ہیں، واپس آکر کہے گا کہ: اے پروردگار! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (اور اب وہاں گنجائش ہی نہیں)۔ اس سے کہا جائے گا کہ: تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو رہا کرتا تھا؟ عرض کرے گا: جی ہاں! کہا جائے گا کہ: تمنا کر! (اور مانگ کیا مانگتا ہے؟) وہ (اپنے حوصلے کے مطابق) تمنائیں کرے گا، پس اس سے کہا جائے گا: تو نے جتنی تمنائیں کی ہیں وہ تجھے دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ دُنیا سے دس گنا بڑی جنت دی جاتی ہے! وہ یہ سن کر کہے گا کہ: آپ مالک الملک ہوکر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کا فقرہ بیان فرماکر) ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔"

تشریح:...اس شخص کا قصہ یہاں مختصر نقل ہوا ہے، صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بہت مفصل ہے، اس شخص کا یہ کہنا کہ: ''مالک الملک ہوکر مجھ سے مذاق کرتا ہے'' رحمتِ الٰہی پر ناز اور فرطِ مسرّت کی وجہ سے ہوگا، وہ بے چارا یہ سمجھے گا کہ جنت تو ساری بھری پڑی ہے، وہاں اتنی گنجائش کہاں کہ اتنا بڑا حصہ اس کو دے دیا جائے۔ پھر شاید یہ وجہ بھی ہو کہ وہ اتنی بڑی جنت کو اپنی حیثیت سے بہت زیادہ سمجھے۔ بہرحال یہ ادنیٰ جنتی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت و عنایت ہوگی، حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر اکابر پر حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایتوں اور رحمتوں کا کون تصوّر کرسکتا ہے...؟

رحمتِ خداوندی سیئات، حسنات میں بدل دے گی

۱:... ''حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا أَبُوْ معَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ لَأَعْرِفُ اٰخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنَ النَّارِ وَاٰخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ، يُؤْتٰى بِرَجُلٍ فَيَقُوْلُ سَلُوْا عَنْ صِغَارِ ذُنُوْبِهٖ وَاخْبَئُوْا كِبَارَهَا، فَيُقَالُ لَهٗ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَيُقَالُ لَهٗ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً! قَالَ: فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ! لَقَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هٰهُنَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.'' (ترمذی، ج:۲، ص:۸۳)

ترجمہ:... ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اس شخص کو پہچانتا

ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا، ایک آدمی کو لایا جائے گا، حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ: اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کرو اور اس کے کبیرہ گناہ چھپا رکھو، چنانچہ اس سے کہا جائے گا کہ: تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے۔ اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ (یہ تمام گناہ جتانے کے بعد) اس سے کہا جائے گا کہ: تجھے ہر بُرائی کی جگہ نیکی دی جاتی ہے۔ وہ (رحمتِ الٰہی کی فراوانی کو دیکھ کر) بول اُٹھے گا کہ: یا اللہ! میں نے اور بہت سے گناہ کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آرہے! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کو بیان فرماکر) ہنس رہے ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔''

۳:... ''حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُعَذَّبُ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ التَّوْحِيْدِ فِي النَّارِ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِيْهَا حُمَمًا، ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيَخْرُجُوْنَ وَيَطْرَحُوْنَ عَلٰى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِيْ حُمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ.'' (ترمذی، ج:۲، ص:۸۳)

ترجمہ:... ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہلِ توحید میں سے

کچھ لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہوجائیں گے، پھر رحمت ان کی دستگیری فرمائے گی، پس ان کو نکالا جائے گا اور جنت کے دروازوں پر ڈالا جائے گا، اہلِ جنت ان پر پانی ڈالیں گے، پس وہ ایسے اُگیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے میں دانے اُگتے ہیں، پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔"

تشریح:... جنت کے دروازے پر آبِ حیات کی نہر ہوگی، جس میں جہنم سے کوئلہ بن کر نکلنے والوں کو غسل دیا جائے گا، اس سے آتشِ دوزخ کے تمام اثرات دُھل جائیں گے اور ان پر جھٹ پٹ تروتازگی کے آثار نمودار ہوجائیں گے، یہ حضرات پاک صاف ہوکر جنت میں داخل ہوں گے۔

اہلِ ایمان کی دوزخ سے رہائی

۱:... "حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ نَا عَبْدُالرَّزَّاقِ نَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْإِيْمَانِ. قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ: "إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ". قَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۳)

ترجمہ:... "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص کے دِل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس شخص

کو اس بات میں شک ہو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لے کہ:
بے شک اللہ تعالیٰ کسی کا ایک ذرّہ حق بھی نہیں مارتا۔“

تشریح:... مطلب یہ کہ اگر کسی میں ذرّۂ ایمان ہو تو حق تعالیٰ اس کو بھی ضائع نہیں فرمائیں گے، بلکہ اس کی برکت سے اس شخص کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیں گے۔

۲:... ”حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ نَا اِبْنُ الْمُبَارَکِ نَا رِشْدِیْنُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: ثَنِی ابْنُ نُعْمٍ عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ أَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَجُلَیْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِیَاحُهُمَا، فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: أَخْرِجُوْهُمَا! فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا: لِأَیِّ شَیْءٍ اشْتَدَّ صِیَاحُکُمَا؟ قَالَا: فَعَلْنَا ذٰلِکَ لِتَرْحَمَنَا! قَالَ: رَحْمَتِی لَکُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِیَا أَنْفُسَکُمَا حَیْثُ کُنْتُمَا مِنَ النَّارِ! فَیَنْطَلِقَانِ فَیُلْقِیْ أَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ، فَیَجْعَلُهَا عَلَیْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا، وَیَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا یُلْقِیْ نَفْسَهٗ، فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: مَا مَنَعَکَ أَنْ تُلْقِیَ نَفْسَکَ کَمَا أَلْقٰی صَاحِبُکَ؟ فَیَقُوْلُ: یَا رَبِّ! إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ لَّا تُعِیْدَنِیْ فِیْهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِیْ. فَیَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: لَکَ رَجَاؤُکَ! فَیَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ جَمِیْعًا بِرَحْمَةِ اللهِ. إِسْنَادُ هٰذَا الْحَدِیْثِ ضَعِیْفٌ لِأَنَّهٗ عَنْ رِشْدِیْنَ بْنِ سَعْدٍ، وَرِشْدِیْنُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ ضَعِیْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِیْثِ عَنِ ابْنِ نُعْمٍ وَهُوَ الْأَفْرِیْقِیُّ وَالْأَفْرِیْقِیُّ ضَعِیْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِیْثِ.“ (ترمذی ج:۲ ص:۸۴)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: دو آدمی جو دوزخ میں داخل ہوں گے ان کی چیخ و پکار سخت ہوجائے گی، ربّ تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ: ان دونوں کو نکال لو! جب ان کو نکال لیا جائے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ ان سے فرمائیں گے کہ: تم کس وجہ سے اس قدر چیخ رہے تھے؟ وہ عرض کریں گے کہ: ہم نے ایسا اس لئے کیا تاکہ آپ ہم پر رحم فرمائیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے کہ: میری رحمت تمہارے لئے یہی ہے کہ تم واپس جاکر اپنے آپ کو دوزخ میں وہیں ڈال دو جہاں تم پہلے تھے! چنانچہ وہ دونوں چلے جائیں گے، ان میں سے ایک تو اپنے کو دوزخ میں ڈال دے گا، اللہ تعالیٰ دوزخ کو اس کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادیں گے، اور دُوسرا شخص کھڑا رہے گا، اپنے آپ کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے فرمائیں گے کہ: تو اپنے آپ کو دوزخ میں کیوں نہیں ڈالتا کہ جس طرح تیرے رفیق نے کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ: اِلٰہی! میں (تیری رحمت سے) یہ اُمید رکھتا ہوں کہ جب آپ نے ایک بار مجھے دوزخ سے نکال لیا تو دوبارہ اس میں نہیں ڈالیں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ وعم نوالہٗ فرمائیں گے کہ: جا! تجھ سے تیری اُمید کے موافق معاملہ کیا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دونوں کو بیک وقت جنت میں داخل کردیا جائے گا۔''

تشریح:... حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد کہ: ''میری رحمت تمہارے حق میں یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دو'' بطورِ امتحان و آزمائش کے ہوگا، کبھی رحمت

بصورت قہر ہوتی ہے، دیکھنے والوں کو اس سے دھوکا ہوجاتا ہے۔ دُنیا میں جو مصائب و تکالیف بندۂ مؤمن پر آتی ہیں، وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایت و رحمت ہیں، مگر ہم ظاہر بینوں کو اس رحمت و عنایت کا ادراک مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کبھی قہرِ الٰہی نعمتوں کی صورت میں نازل ہوتا ہے، یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اِستدراج ہوتا ہے، مگر ظاہر بین ایسے شخص کو موردِ نعمت سمجھتے ہیں۔

ان دو شخصوں میں سے ایک نے تفویض و تسلیم کا راستہ اپنایا، اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت سے اس کے حق میں نار کو گلزار کردیا۔ دُوسرے نے حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کا دامن تھاما، اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اس سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرمایا۔

۱۔۔۔۔ ’’حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ نَا الْحَسَنُ بْنُ ذَکْوَانَ عَنْ أَبِیْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِیِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِیْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِیْ یُسَمَّوْنَ الْجَھَنَّمِیُّوْنَ. ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَأَبُوْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِیُّ اسْمُہٗ عِمْرَانُ بْنُ تَیْمٍ وَیُقَالُ ابْنُ مِلْحَانَ.‘‘ (ترمذی، ج:۲، ص:۸۴)

ترجمہ:... ’’حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میری اُمت کے کچھ لوگوں کو میری شفاعت پر دوزخ سے نکالا جائے گا، ان کا نام ’’جہنمی‘‘ رکھا جائے گا۔‘‘

تشریح:... ان حضرات کا نام ’’جہنمی‘‘ تجویز کیا جانا ان کی تحقیر و تذلیل کے لئے نہیں ہوگا، بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے احسانِ عظیم کی یاد دہانی اور اس پر شکرِ مزید کے لئے ہوگا، جیسا کہ دُوسری حدیث میں ہے کہ ان کو ’’عتقاء الرحمٰن‘‘ کہا جائے گا، یعنی ’’رحمٰن کے آزاد کردہ‘‘ گویا یہ لوگ اصل مستحق تو جہنم ہی کے تھے، مگر رحمتِ خداوندی

نے ان کی دست گیری فرمائی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے رہائی عطا فرمادی، پس رحمتِ خداوندی کا ان کی طرف متوجہ ہوجانا ان کے لئے سب سے بڑا اِعزاز ہوگا۔

۴:... ''حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ نَا ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ یَحْیَی بْنِ عُبَیْدِاللهِ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا. هٰذَا حَدِیْثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ عُبَیْدِاللهِ وَیَحْیَی بْنُ عُبَیْدِاللهِ ضَعِیْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِیْثِ، تَکَلَّمَ فِیْهِ شُعْبَةُ.'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۴)

ترجمہ:... ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے جہنم جیسی چیز نہیں دیکھی، جس سے بھاگنے والے سو رہے ہوں، اور نہ جنت جیسی دیکھی، جس کے طالب سو رہے ہوں۔''

تشریح:... یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے، مگر مضمون صحیح ہے، یعنی دوزخ ایسی خوف ناک چیز ہے کہ اگر اس کا منظر ہم پر کھل جائے تو نیند اُڑ جائے، اور جنت ایسی دولتِ عظمیٰ ہے کہ اگر اس کی حقیقت کھل جائے تو اس کے شوق میں راتوں کی نیند حرام ہوجائے، اس لئے جہنم سے بھاگنے والوں اور جنت کا اشتیاق رکھنے والوں کے میٹھی نیند سونے پر جتنے بھی تعجب کا اظہار کیا جائے، کم ہے۔

جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہوگی

''بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ أَکْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ''

۱:... ''حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ نَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ

إِبْرَاهِيْمَ نَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ." (ترمذی ج:۲ ص:۸۴)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقراء کی نظر آئی، اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی نظر آئی ہے۔"

۲:... "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ نَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالُوْا: نَا عَوْفٌ عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، هٰكَذَا يَقُوْلُ عَوْفٌ عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَيَقُوْلُ أَيُّوْبُ عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكِلَا الْإِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيْهِمَا مَقَالٌ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ أَبُوْ رَجَاءٍ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ عَوْفٍ أَيْضًا هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ." (ترمذی، ج:۲، ص:۸۴)

ترجمہ:... "حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے دوزخ میں جھانکا تو وہاں کے لوگوں میں اکثریت عورتوں کی ہے، اور جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگوں میں اکثریت فقراء کی ہے۔“

تشریح:... جنت میں فقراء کی اکثریت ہونا تو ظاہر ہے کہ فقراء میں جنت والے اعمال کی زیادہ رغبت اور مال دار جنت والے اعمال میں اکثر کوتاہی اور غفلت کا شکار ہوتے ہیں، اِلَّا ماشاءاللہ!

اور جہنم میں عورتوں کی اکثریت کی وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ: تم صدقہ کیا کرو، کیونکہ مجھے دوزخ میں تمہاری اکثریت دِکھائی گئی ہے، انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا:

”تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ.“

ترجمہ:... ”تم لعنت زیادہ کرتی ہو، اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔“

دوزخ میں جس شخص کو سب سے کم عذاب ہوگا وہ کون ہے؟

”حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِيْ أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَأَبِيْ سَعِيْدٍ.“ (ترمذی، ج:۲، ص:۸۴)

ترجمہ:... ”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے

شک دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا، جس
کے پاؤں کے تلووں کے اس حصے میں جو زمین سے نہیں لگتا،
آگ کے دو شعلے ہوں گے، جن کی وجہ سے اس کا دِماغ اس طرح
اُبلتا ہوگا، جس طرح ہنڈیا اُبلتی ہے۔"

تشریح:... جیسے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دُوسری کتابوں میں آیا ہے، یہ ابوطالب ہوں گے، جن کو تمام اہلِ دوزخ میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جس کی گرمی سے اس کا دِماغ ہنڈیا کی طرح اُبلتا ہوگا۔ اس حدیث سے دوزخ کے عذاب کی شدّت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَالِ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ."

ترجمہ:... "اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دوزخ کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں قبر کے عذاب سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں مسیح دجال کے فتنے سے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں زندگی اور موت کے فتنوں سے، اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں گناہ سے اور تاوان سے۔"

جنتی کون ہے؟ اور دوزخی کون؟

"حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ نَا أَبُوْ نُعَیْمٍ نَا سُفْیَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَھْبٍ الْخُزَاعِیَّ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: أَلَا

أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، أَلا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ." (ترمذی، ج:۲،ص:۸۴)

ترجمہ:... "حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اہلِ جنت کون ہیں؟ ہر کمزور جس کو کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ قسم کھالے اللہ پر تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کردیتا ہے۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ ہر بدمزاج، سخت طبع، جمع کرکے روکنے والا، متکبر۔"

تشریح:... یعنی جنتیوں کے اوصاف یہ ہیں، اور دوزخیوں کے یہ، اور یہ اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اکثریت کے بیان فرمائے ہیں۔

اہلِ جنت کے اوصاف:

ہر کمزور جس کو لوگ کمزور سمجھتے ہوں، اور اس کو بنظرِ حقارت دیکھتے ہوں، یا وہ خود اپنے آپ کو کسی قطار وشمار میں شمار نہ کرتا ہو، نرم دِل ہو، اور ایمان کی وجہ سے اس کی طبیعت میں لچک اور نرمی پائی جاتی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ایسا مرتبہ ہے کہ اگر وہ قسم کھاکر یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے۔

دوزخیوں کے اوصاف:

دوزخیوں کے بارے میں فرمایا: اکھڑ مزاج، سخت طبع، مال کو جمع کرنے والا، اور کسی کو نہ دینے والا، متکبر، خلاصہ یہ کہ اس کی طبیعت میں عجز اور نرمی نہیں ہوتی، واللہ اعلم! اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخیوں کے اَحوال سے محفوظ رکھے۔

موت کے بعد کیا ہوتا ہے؟

موت کی حقیقت

س…… موت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

ج…… موت کی حقیقت مرنے سے معلوم ہوگی، اس سے پہلے اس کا سمجھنا سمجھانا مشکل ہے، ویسے عام معنوں میں روح و بدن کی جدائی کا نام موت ہے۔

مقررہ وقت پر انسان کی موت

س…… قرآن و سنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ انسان کی موت وقت پر آتی ہے یا وقت سے پہلے بھی ہو جاتی ہے؟

ج…… ہر شخص کی موت وقت مقرر ہی پر آتی ہے، ایک لمحہ کا بھی آگا پیچھا نہیں ہوسکتا۔

اگر مرتے وقت مسلمان کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا؟

س…… اگر کوئی مسلمان مرتے وقت کلمہ طیبہ نہ پڑھ سکے اور بغیر پڑھے انتقال کر جائے تو کیا وہ مسلمان مرا یا اس کی حیثیت کچھ اور ہوگی؟

ج…… اگر وہ زندگی بھر مسلمان رہا ہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور مسلمانوں کا برتاؤ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

کیا قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ دکھائی جاتی ہے؟

س…… ہماری فیکٹری میں ایک صاحب فرمانے لگے کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس سے سوال جواب شروع ہوتے ہیں تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو قبر میں بذاتِ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ تو اس پر دوسرے صاحب کہنے لگے کہ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں آتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مردہ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ تو مولانا صاحب! ذرا آپ وضاحت فرمادیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے جسمانی وجود کے ساتھ قبر میں آتے ہیں یا ان کی ایک طرح سے تصویر مردے کے سامنے پیش کی جاتی ہے، اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے؟

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود تشریف لانا یا آپ کی شبیہ کا دکھایا جانا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

مردہ دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے

س...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کو دفن کیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے لوگ جب واپس آتے ہیں تو مردہ ان واپس جانے والوں کی چپل کی آواز سنتا ہے، عذابِ قبر حق ہے یا نہیں؟

ج...... عذابِ قبر حق ہے، اور مردے کا واپس ہونے والوں کے جوتے کی آہٹ کو سننا صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ (ج:۱ ص:۱۷۸)

کیا مردے سلام سنتے ہیں؟

س...... سنا ہے کہ قبرستان میں جب گزر ہو تو کہو: ''السلام علیکم یا اہل القبور'' جس شہر خاموشی میں آپ حضرات غفلت کی نیند سو رہے ہیں، اسی میں میں بھی انشاء اللہ آ کر سوؤں گا۔ سوال یہ ہے کہ جب مردے سنتے نہیں تو سلام کیسے سن لیتے ہیں؟ اور اگر سلام سن لیتے ہیں تو ان سے اپنے لئے دعا کرنے کو بھی کہا جا سکتا ہے؟

ج...... سلام کہنے کا تو حکم ہے، بعض روایات میں ہے کہ وہ جواب بھی دیتے ہیں، اور سلام کہنے والے کو پہچانتے بھی ہیں، مگر ہم چونکہ ان کے حال سے واقف نہیں، اس لئے ہمیں صرف اس چیز پر اکتفا کرنا چاہئے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔

قبر کا عذاب برحق ہے؟

س...... فرض کریں تین اشخاص ہیں تینوں کی عمریں برابر ہیں اور تینوں برابر کے گناہ کرتے ہیں لیکن پہلا شخص صدیوں پہلے مرچکا ہے، دوسرا قیامت سے ایک روز پہلے مرے گا اور جبکہ

تیسرا قیامت تک زندہ رہتا ہے۔ اگر قبر کا عذاب برحق ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا تو اس رو سے پہلا شخص صدیوں سے قیامت تک قبر کے عذاب میں رہے گا، دوسرا شخص صرف ایک دن قبر کا عذاب اٹھائے گا، جبکہ تیسرا قبر کے عذاب سے بچ جائے گا، کیونکہ وہ قیامت تک زندہ رہتا ہے، لیکن قبر کے عذاب میں یہ تفریق نہیں ہوسکتی کیونکہ تینوں کی عمریں برابر ہیں اور گناہ بھی برابر ہیں۔ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

ج…… قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور اس بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث متواترہ وارد ہیں، ایسے امور کو محض عقلی شبہات کے ذریعہ ردّ کرنا صحیح نہیں، ہر شخص کے لئے برزخ کی جتنی سزا حکمتِ الٰہی کے مطابق مقرر ہے وہ اس کو مل جائے گی، خواہ اس کو وقت کم ملا ہو یا زیادہ، کیونکہ جن لوگوں کا وقت کم ہو، ہوسکتا ہے کہ ان کی سزا میں اسی تناسب سے اضافہ کردیا جائے۔ عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

قبر کے حالات برحق ہیں

س…… شریعت میں قبر سے کیا مراد ہے؟ سنا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی مردے ہوتے ہیں، اگر ایک کے لئے باغ ہے تو اس میں دوسرے کے لئے گڑھا کس طرح ہوگی؟

۲:…… سنتے ہیں کہ فرشتے مردے کو اٹھا کر قبر میں بٹھا دیتے ہیں، تو کیا قبر اتنی کشادہ اور اونچی ہوجاتی ہے؟

۳:…… سنا ہے سانس نکلتے ہی فرشتے روح آسمان پر لے جاتے ہیں پھر وہ واپس کس طرح اور کیوں آتی ہے؟ قبر کے سوال وجواب کے بعد کہاں ہوتی ہے؟

ج…… قبر سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔'' یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ ایک ایک قبر میں اگر کئی کئی مردے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ معاملہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا، اس کی حسی مثال خواب ہے، ایک ہی بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں، ایک تو خواب

میں باغات کی سیر کرتا ہے اور دوسرا سخت گرمی میں جلتا ہے، جب خواب میں یہ مشاہدے روزمرہ ہیں تو قبر کا عذاب وثواب تو عالمِ غیب کی چیز ہے اس میں کیوں اشکال کیا جائے؟

۲:......جی ہاں! مردے کے حق میں اتنی کشادہ ہو جاتی ہے، ویسے آپ نے کبھی قبر دیکھی ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قبر اتنی ہی بنائی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔

۳:......حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روح میت میں لوٹائی جاتی ہے، اب روح خواہ علّیین یا سجّین میں ہو اس کا ایک خاص تعلق بدن سے قائم کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بدن کو بھی ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے، مگر یہ معاملہ عالمِ غیب کا ہے، اس لئے ہمیں میت کے احساس کا عام طور سے شعور نہیں ہوتا۔ عالمِ غیب کی جو باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۸۶) کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذابِ قبر سنادے جو میں سنتا ہوں۔“

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

الف:......قبر کا عذاب برحق ہے۔

ب:......یہ عذاب سنا جاسکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے تھے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اور غایت رحمت ہے کہ ہم لوگوں کو عام طور سے اس عذاب کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ورنہ ہماری زندگی اجیرن ہو جاتی اور غیب، غیب نہ رہتا، مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتا۔

ج:......یہ عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور جس کو عرفِ عام میں قبر کہتے ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو......“ ظاہر ہے کہ اگر عذاب اس گڑھے کے علاوہ کسی اور ”برزخی قبر“ میں ہوا کرتا تو تدفین کو ترک کرنے کے کوئی معنی نہیں تھے۔

قبر کا عذاب وثواب برحق ہے

س......جنگ اخبار میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کے عذاب وثواب کو قرآن و حدیث سے قطعی ثابت ہونے کو فرمایا ہے، اور یہ کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ میں اس

گتھی کو سمجھنے کے لئے برس ہا برس سے کوشش کر رہا ہوں اور کئی علماء کو خط لکھے مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ کچھ اس طرح آیا ہے کہ ہم نے زندگی دی ہے، پھر تمہیں موت دیں گے اور پھر قیامت کے روز اٹھائیں گے، یا سورۂ بقرہ میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے یعنی تم مردہ تھے ہم نے زندگی عطا کی پھر تمہیں موت دیں گے اور قیامت کے دن پھر اٹھائیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک تو دنیا کی زندگی ہے، دوسری آخرت کی۔ جب یہ صرف دو زندگیاں ہیں تو قبر کی زندگی کون سی ہے؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا اس سے پیشتر کیا فیصلہ؟

ج...... اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیث طیبہ میں وارد ہے، ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے۔ اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں، رہا آپ کا یہ شبہ کہ قرآن کریم میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر آتا ہے، یہ استدلال عذابِ قبر کی نفی نہیں کرتا کیونکہ قبر کی زندگی محسوس ومشاہد نہیں، اسی لئے اس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم کی جن آیات میں دو زندگیوں کا ذکر ہے اس سے محسوس ومشاہد زندگیاں مراد ہیں۔

اور آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ: ''حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا'' مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں یا برزخ میں نیک و بداعمال کا کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو، قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص شاہد ہیں کہ برزخ تو برزخ، دنیا میں بھی نیک و بداعمال پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے، اور برزخی زندگی کا تعلق دنیا سے زیادہ آخرت سے ہے، اس لئے اس میں جزا وسزا کے ثمرات کا مرتب ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

عذابِ قبر پر چند اشکالات اور ان کے جوابات

س...... جمعہ ایڈیشن میں ''عذابِ قبر'' کے عنوان سے آپ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے، اس میں کئی طرح کے اشکالات ہیں:

ا:...... آپ نے ان صاحب کے سوال کا جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں

نہیں دیا۔

۲:......سورۂ یونس میں اللہ نے فرعون کے متعلق فرمایا ہے کہ اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والوں کے لئے نشانِ عبرت بنے (سورۂ یونس:۹۲)۔ اور یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ فرعون کی ممی آج تک موجود ہے مگر اس فرعون کے متعلق سورۃ المؤمن میں اللہ نے فرمایا ہے: ''دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح وشام وہ (آلِ فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔'' (المؤمن:۴۶)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں دیا جارہا ہے؟ پھر ہم اس دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ ہندو، چینی، اور غالباً روسی بھی اپنے مردے جلادیتے ہیں، اور بہت سے لوگ جو جل کر مرجائیں، فضائی حادثے کا شکار ہوجائیں یا جنہیں سمندر کی مچھلیاں کھاجائیں تو انہیں تو قبر ملتی ہی نہیں، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

۳:......قرآن، مردوں کے متعلق یہ بتاتا ہے: ''مردے میں جان کی رمق تک نہیں ہے، انہیں اپنے متعلق یہ تک نہیں معلوم کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے۔'' (النحل:۲۱)۔ اور فرمایا: ''(اے نبی) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔'' (فاطر:۲۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن میں جان کی رمق تک نہیں اور جو سن تک نہیں سکتے، ان کو عذاب کیسے دیا جارہا ہے؟

ج...... جناب نے میرے جواب کو یا تو پڑھا نہیں یا پھر سمجھا نہیں، ورنہ آپ نے جتنے شبہات پیش کئے ہیں ان میں ایک شبہ بھی آپ کو پیش نہ آتا، میں نے اپنے جواب میں لکھا تھا:

''اہلِ سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیثِ طیبہ میں وارد ہے۔''

میں ''متواتر احادیث'' کا حوالہ دے رہا ہوں لیکن آنجناب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جواب قرآن یا صحیح حدیث کی روشنی میں نہیں دیا۔ فرمائیے! کہ ''متواتر احادیث'' کو

''صحیح حدیث'' نہیں کہتے؟ اور اس کے بعد آپ نے جو شبہات پیش کئے ہیں میں نے ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

> ''ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے، اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے، اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار درست نہیں۔''

اگر آپ میرے اس فقرے پر غور کرتے تو آپ کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ ہوتا کہ جس عقیدے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں بیان فرمایا ہو اور پوری امت کے اکابر جس عقیدے پر متفق چلے آئے ہوں وہ قرآن کریم کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی سے آپ یہ بھی سمجھ سکتے تھے کہ عذابِ قبر کی نفی پر آپ نے جن آیات کا حوالہ دیا، آپ نے ان کا مطلب نہیں سمجھا اور غلط فہمی کی بنا پر آپ کو شبہ پیش آیا۔

عذابِ قبر کی نفی وہی شخص کرسکتا ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر ارشادات اس کے بارے میں موجود ہیں، اور اگر اس بات کو جان لینے کے بعد کوئی شخص اس کا قائل نہیں تو اس کے معنی اس کے سوا کیا ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ کرامؓ سے اور چودہ صدیوں کے اکابر امت سے بڑھ کر قرآن فہمی کا مدعی ہو؟ جو آیات آپ نے عذابِ قبر کی نفی پر پیش کی ہیں اگر ان سے واقعی عذابِ قبر کی نفی ثابت ہوتی تو یہ تمام اکابر عذابِ قبر کے کیسے قائل ہوسکتے تھے؟

چونکہ آپ کو اس اجمالی جواب سے تشفی نہیں ہوئی، اس لئے مناسب ہے کہ آپ کے شبہات کا تفصیلی جواب بھی عرض کیا جائے، آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کو صبح و شام (علی الدوام) آگ پر پیش کیا جاتا ہے، یہی عذابِ قبر ہے جس کو قرآن کریم میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ فرعون کی لاش تو محفوظ ہے، اس کو عذاب ہوتا ہوا ہمیں نظر نہیں آتا، پھر فرعون اور آلِ فرعون کو عذاب کہاں ہورہا ہے؟

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص آپ کے پہلو میں لیٹے ہوئے کوئی مہیب خواب دیکھ رہا ہے، آگ میں جل رہا ہے، پانی میں ڈوب رہا ہے، سانپ اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے،

درندے اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اسے پکڑ کر پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے، طرح طرح کی سزائیں اسے دی جا رہی ہیں، وہ ایک زور کی چیخ مار کر خواب سے بیدار ہو جاتا ہے، اس کے بدن پر لرزہ طاری ہے، جسم پسینے میں شرابور ہو رہا ہے، آپ اس سے پوچھتے ہیں کیا ہوا؟ وہ اپنا خواب بیان کرتا ہے، آپ اس سے کہتے ہیں کہ: تم بڑے جھوٹے ہو! میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا تھا، مجھے تو نہ تمہاری آگ کے شعلے نظر آئے، نہ پانی کی لہریں دکھائی دیں، نہ میں نے تمہارے سانپ کی پھنکار سنی، نہ تمہارے درندوں کی دھاڑیں میرے کان میں پڑیں، نہ میں نے تمہارے طوق و سلاسل کو دیکھا... فرمائیے! کیا آپ کی اس منطق سے وہ اپنے خواب کو جھٹلا دے گا؟ نہیں! بلکہ وہ کہے گا کہ تم بیدار تھے، میں خواب کی جس دنیا میں تھا اس میں میرے ساتھ نہیں تھے۔ آپ دونوں کے درمیان صرف بیداری اور خواب کا فاصلہ تھا، اس لئے خواب دیکھنے والے پر خواب میں جو حالات گزرے، آپ پاس بیٹھے ہوئے ان حالات سے بے خبر رہے۔ اس طرح خوب سمجھ لیجئے کہ زندوں اور مردوں کے درمیان دنیا اور برزخ کا فاصلہ حائل ہے، اگر مردوں پر گزرنے والے حالات کا زندہ لوگوں کو احساس و شعور نہ ہو تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ مردوں کو کوئی عذاب و ثواب نہیں ہو رہا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اور ان کا جہان الگ الگ ہے، اس لئے ہمیں ان کے حالات کا شعور نہیں، گو ان کے بدن ہمارے سامنے پڑے ہوں۔ آپ جب عالم برزخ میں پہنچیں گے وہاں آپ کو مشاہدہ ہوگا کہ فرعون کے اسی بدن کو عذاب ہو رہا ہے جو ہمارے سامنے پڑا ہے، لیکن یہ عذاب ہمارے مشاہدہ سے ماورا ہے، جس طرح بیدار آدمی سونے والے کے حالات سے واقف نہیں لیکن خواب بیان کرنے والے کے اعتماد پر اس کے خواب کو تسلیم کرتا ہے، اسی طرح اگرچہ ہم قبر اور برزخ کے حالات سے واقف نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے ان پر ایمان لائے ہیں، کسی چیز کا محض اس بنا پر انکار کر دینا کہ وہ ہمارے مشاہدہ سے بالاتر چیز ہے، عقلمندی نہیں حماقت ہے!

قرآن کریم میں ہے کہ ملک الموت روح قبض کرتا ہے، لوگ ہمارے سامنے مرتے ہیں، ہم نے کبھی ملک الموت کو روح قبض کرتے نہیں دیکھا، مگر چونکہ یہ ہمارے مشاہدہ

سے بالاتر چیز ہے اس لئے صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے مشاہدہ کے بغیر اسے مانتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے اور گھنٹوں آپ سے گفتگو کرتے لیکن صحابہ کرامؓ کو نہ ان کا سراپا نظر آتا تھا، نہ ان کی بات سنائی دیتی تھی۔ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر نزول جبرائیل علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کے وجود کو، اس کے فرشتوں کو، انبیاء گزشتہ کو، ان کی کتابوں کو، آخرت کو، حشر ونشر کو، حساب و کتاب کو، جنت ودوزخ کو، الغرض بے شمار غیبی حقائق کو جو ہمارے مشاہدہ سے ماوراء ہیں، بے دیکھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مان سکتے ہیں اور مانتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ برزخ اور قبر کے حالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد کرتے ہوئے کیوں نہ مانیں، یہاں اپنے مشاہدہ کا حوالہ کیوں دیں...؟

قبر کے حالات کا تعلق عالمِ برزخ سے ہے، جو عالمِ غیب کی چیز ہے، اہل ایمان جس طرح دوسرے غیبی حقائق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے ایمان لاتے ہیں اسی طرح قبر اور برزخ کے ان حالات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"الذین یؤمنون بالغیب" اہل ایمان کا پہلا وصف ہے، اور غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہماری عقل ومشاہدہ سے ماوراء ہیں، پس ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ ان غیبی حقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر مانا جائے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (خوف ودہشت کی بنا پر) مردوں کو دفن نہ کرسکو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنا دے جو میں سنتا ہوں۔" (مشکوٰۃ ص:۲۵)

آپ کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ جلا دیئے جاتے ہیں، بعض درندوں اور مچھلیوں کا لقمہ بن جاتے ہیں، انہیں قبر میں دفن کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، انہیں عذاب کہاں دیا جاتا ہے؟

یہ شبہ بھی نہایت سطحی ہے، مرنے والے کے اجزا خواہ کہیں متفرق ہوجائیں وہ علمِ

الٰہی سے تو غائب نہیں ہو جاتے۔ صحیح بخاری میں اس شخص کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا، کیونکہ میں بہت گناہ گار ہوں، اگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آ گیا تو مجھے سخت سزا ملے گی۔ مرنے کے بعد بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے بر و بحر کے اجزا کو جمع فرما کر اسے زندہ فرمایا اور اس سے سوال کیا کہ: تو نے یہ وصیت کیوں کی تھی؟

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت مسلّم ہے کہ وہ ہوا میں اڑائے ہوئے اور دریا میں بہائے ہوئے اجزا کو جمع کر سکتے ہیں تو یقین رکھئے کہ وہ ایسے شخص کو برزخ میں ثواب و عذاب دینے پر بھی قادر ہیں۔ ہاں! اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پے در پے متواتر ارشادات پر بھی ایمان نہ رکھتا ہو، صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام اکابر امت کے اجماعی عقیدے کو بھی لغو سمجھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط اور قدرتِ کاملہ میں بھی شک و شبہ ہو، اسے اختیار ہے کہ قبر اور برزخ کے عذاب و ثواب کا شوق سے انکار کرے، جب وہ خود اس منزل سے گزرے گا تب یہ غیبی حقائق اس کے سامنے کھل جائیں گے مگر اس وقت کا ماننا بیکار ہو گا...!

اس میں کیا شبہ ہے کہ مردے اس جہان والوں کے حق میں واقعی مردہ ہیں، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان میں برزخ کے عذاب و ثواب کا بھی شعور نہیں؟ جب ہم اسی دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جاگنے والوں کو سونے والوں کے حالات کا شعور نہیں اور سونے والا بیداری کے حالات سے لاشعوری کے عالم میں چلا جاتا ہے، لیکن خواب کے حالات سے وہ بے شعور نہیں، تو اسی طرح کیوں نہ سمجھا جائے کہ مرنے والوں کو برزخی احوال کا پورا شعور ہے، اگرچہ ہمیں ان کے شعور کا شعور نہیں "ولٰکن لا تشعرون" میں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

آپ کا چوتھا شبہ یہ تھا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں، بالکل بجا اور صحیح ہے۔ مگر اس آیتِ کریمہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ قبر والوں کو سنانا ہماری قدرت سے خارج ہے، یہ تو نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے

بھی خارج ہے، نہ یہ کہ مرنے والوں میں کسی چیز کے سننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، قبر کے مردے دنیا والوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے آج تک چلا آیا ہے، لیکن اس آیتِ کریمہ سے یہ سمجھنا کہ مردوں کو برزخ اور قبر کے حالات کا بھی شعور نہیں اہل حق میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ "الفقہ الاکبر" میں فرماتے ہیں:

> "اور قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور بندہ کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور اس کا عذاب تمام کافروں کے لئے اور بعض مسلمانوں کے لئے حق ہے ضرور ہوگا۔"
>
> (شرح فقہ اکبر ص:۱۲۱، ۱۲۲)

حشر کے حساب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟

س..... حشر کے روز انسان کو اس کے حساب کتاب کے بعد جزا یا سزا ملے گی، پھر یہ حساب کتاب سے پہلے عذابِ قبر کیوں؟ ابھی تو اس کا مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا اور فیصلے سے پہلے سزا کا عمل کیوں شروع ہو جاتا ہے؟ مجرم کو قید تو کیا جا سکتا ہے، مگر فیصلے سے پہلے اسے سزا نہیں دی جاتی، پھر یہ عذابِ قبر کس مد میں جائے گا؟ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

ج..... پوری جزا و سزا تو آخرت ہی میں ملے گی۔ جبکہ ہر شخص کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق چکایا جائے گا، لیکن بعض اعمال کی کچھ جزا و سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، جیسا کہ بہت سی آیات و احادیث میں یہ مضمون آیا ہے، اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، اسی طرح بعض اعمال پر قبر میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے، اور یہ مضمون بھی احادیثِ متواترہ میں موجود ہے۔ اس سے آپ کا یہ شبہ جاتا رہا کہ ابھی مقدمہ ہی پیش نہیں ہوا تو سزا کیسی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سزا تو مقدمہ پیش ہونے اور فیصلہ چکائے جانے کے بعد ہی ہوگی، برزخ میں جو سزا ہوگی اس کی مثال ایسی ہے جیسے مجرم کو حوالات میں رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے برزخ کی سزا کفارۂ سیئات بن جائے، جیسا کہ

دنیوی پریشانیاں اور مصیبتیں اہل ایمان کے لئے کفارۂ سیئات ہیں۔ بہرحال قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے ہر مؤمن کو پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص:۲۵)

عذابِ قبر کا احساس زندہ لوگوں کو کیوں نہیں ہوتا؟

س...... ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ گناہگار بندے کو قبر کا عذاب ہوگا، پرانے زمانے میں مصری لاشوں کو محفوظ کرلیا کرتے تھے، اور آج کل اس سائنسی دور میں بھی لاشیں کئی ماہ تک سردخانوں میں پڑی رہتی ہیں، چونکہ قبر میں نہیں ہوتیں تو پھر اسے عذابِ قبر کیسے ہوگا؟

ج...... آپ کے سوال کا منشا یہ ہے کہ آپ نے عذابِ قبر کو اس گڑھے کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے، جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ عذابِ قبر نام ہے اس عذاب کا جو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے ہوتا ہے، خواہ میت کو دفن کردیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے یا جلا دیا جائے یا لاش کو محفوظ کرلیا جائے اور یہ عذاب چونکہ دوسرے عالم کی چیز ہے اس لئے اس عالم میں اس کے آثار کا محسوس کیا جانا ضروری نہیں، اس کی مثال خواب کی سی ہے، خواب میں بعض اوقات آدمی پر سخت تکلیف دہ حالت گزرتی ہے لیکن پاس والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

پیر کے دن موت اور عذابِ قبر

س...... میں نے پڑھا ہے کہ جو شخص (مسلمان) جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا عذابِ قبر سے بچا لیا جائے گا۔ آپ سے پیر والے دن اور رات کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس قسم کی کوئی فضیلت ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

ج...... پیر کے دن کے بارے میں تو معلوم نہیں، جمعہ کے دن اور شبِ جمعہ میں مرنے والوں کے لئے عذابِ قبر سے محفوظ رہنے کا مضمون ایک روایت میں آیا ہے مگر یہ روایت کمزور ہے۔

کیا روح اور جان ایک ہی چیز ہے؟

س...... کیا انسان میں روح اور جان ایک ہی چیز ہے یا روح علیحدہ اور جان علیحدہ چیز ہے؟ کیا جانوروں کے ساتھ بھی یہی چیز ہے؟ جب انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا جان اور روح دوبارہ ڈالی جائے گی؟

ج...... انسان اور حیوان کے درمیان جو چیز امتیاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حیوان کے اندر تو ''روحِ حیوانی'' ہوتی ہے جس کو ''جان'' کہتے ہیں، اور انسان میں اس ''روحِ حیوانی'' کے علاوہ ''روحِ انسانی'' بھی ہوتی ہے، جس کو ''نفس ناطقہ'' یا ''روحِ مجرد'' بھی کہا جاتا ہے، اور ''روحِ حیوانی'' اس نفس ناطقہ کے لئے مرکب کی حیثیت رکھتی ہے، موت کے وقت روح حیوانی تحلیل ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے روح انسانی اور نفس ناطقہ کا انسانی بدن سے تدبیر و تصرف کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے۔ برزخ میں بدن سے روح کا تعلق تدبیر و تصرف کا نہیں رہتا، بس اتنا تعلق فی الجملہ باقی رہتا ہے جس سے میت کو برزخی ثواب و عذاب کا ادراک ہوسکے۔ قیامت کے دن جب مردوں کو زندہ کیا جائے گا تو روح اور بدن کے درمیان پھر وہی تعلق قائم ہوجائے گا۔

قبر میں جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوسکتا ہے

س...... قبر کا عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی ساتھ ہوتا ہے؟

ج...... قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے، روح کو تو بلاواسطہ اور بدن کو بواسطہ روح کے۔

موت کے بعد مردہ کے تاثرات

س...... موت کے بعد غسل، جنازے اور دفن ہونے تک انسانی روح پر کیا بیتتی ہے؟ اس کے کیا احساسات ہوتے ہیں؟ کیا وہ رشتہ داروں کو دیکھتا اور ان کی آہ و بکا کو سنتا ہے؟ جسم کو چھونے سے اسے تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

ج...... موت کے بعد انسان ایک دوسرے جہان میں پہنچ جاتا ہے، جس کو ''برزخ'' کہتے ہیں۔ وہاں کے پورے حالات کا اس جہان میں سمجھنا ممکن نہیں، اس لئے نہ تو تمام کیفیات

بتائی گئی ہیں، نہ ان کے معلوم کرنے کا انسان مکلّف ہے، البتہ جتنا کچھ ہم سمجھ سکتے تھے عبرت کے لئے اس کو بیان کردیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میّت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے، کون اسے اٹھاتا ہے، کون اسے کفن پہناتا ہے اور کون اسے قبر میں اتارتا ہے۔ (مسند احمد، معجم اوسط طبرانی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اگر نیک ہو تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو، اور نیک نہ ہو تو کہتا ہے کہ ہائے بدقسمتی! تم مجھے کہاں لئے جارہے ہو؟ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب میّت کا جنازہ لے کر تین قدم چلتے ہیں تو وہ کہتا ہے:

''اے بھائیو! اے میری نعش اٹھانے والو! دیکھو! دنیا تمہیں دھوکا نہ دے، جس طرح اس نے مجھے دھوکا دیا، اور وہ تمہیں کھلونا نہ بنائے جس طرح اس نے مجھے کھلونا بنائے رکھا۔ میں جو کچھ پیچھے چھوڑے جارہا ہوں وہ تو وارثوں کے کام آئے گا مگر بدلہ دینے والا مالک قیامت کے دن اس کے بارے میں مجھ سے جرح کرے گا اور اس کا حساب و کتاب مجھ سے لے گا۔ ہائے افسوس! کہ تم مجھے رخصت کررہے ہو اور تنہا چھوڑ کر آجاؤ گے۔'' (ابن ابی الدنیا فی القبور)

ایک اور حدیث میں ہے (جو بہ سند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کہ میت اپنے غسل دینے والوں کو پہچانتی ہے اور اپنے اٹھانے والوں کو قسمیں دیتی ہے، اگر اسے روح و ریحان اور جنتِ نعیم کی خوشخبری ملی ہو تو کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، اور اگر اسے جہنم کی بدخبری ملی ہو تو کہتا ہے: خدا کے لئے مجھے نہ لے جاؤ۔ (ابوالحسن بن براء، کتاب الروضہ)

یہ تمام روایات حافظ سیوطیؒ کی ''شرح الصدور'' سے لی گئی ہیں۔

قبر میں جسم سے روح کا تعلق

س...... انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے لیکن مردے سے جب قبر میں سوال و جواب ہوتا ہے تو کیا پھر روح کو مردہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے یا اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مردے کو قوت گویائی عطا کردیتا ہے؟ قبر میں عذاب صرف جسم کو ہوتا ہے یا روح کو بھی برابر کا عذاب ہوتا ہے؟

ج......حدیث پاک میں روح کے لوٹانے کا ذکر آتا ہے، جس سے مراد ہے جسم سے روح کا تعلق قائم کر دیا جانا۔ روح خواہ علّیّین میں ہو یا سجّین میں، اس کو بدن سے ایک خاص نوعیت کا تعلق ہوتا ہے، جس سے بدن کو بھی ثواب و عذاب اور رنج و راحت کا ادراک ہوتا ہے، عذاب وثواب تو روح و بدن دونوں کو ہوتا ہے، مگر دنیا میں روح کو بواسطہ بدن راحت والم کا ادراک ہوتا ہے اور برزخ یعنی قبر میں بدن کو بواسطہ روح کے احساس ہوتا ہے، اور قیامت میں دونوں کو بلا واسطہ ہوگا۔

نوٹ:ا:......''علّیّین'' کا مادّہ علو ہے، اور اس کا معنی بلندی ہے، یعنی علّیّین آسمانوں پر ایک بہت ہی عالی شان مقام ہے، جہاں نیک لوگوں کی ارواح پہنچائی جاتی ہیں وہاں ملاء اعلیٰ کی جماعت ان مقربین کی ارواح کا استقبال کرتی ہے۔

۲:......''سجّین'' کا مادّہ سجن ہے اور سجن عربی زبان میں قید خانے کو کہتے ہیں، اس میں تنگی، ضیق اور پستی کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سجّین ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ غرض بدکاروں کے اعمال و ارواح مرنے کے بعد اسی قید خانے میں رکھی جاتی ہیں، جبکہ نیک لوگوں کے اعمال اور ارواح ساتوں آسمانوں سے اوپر موجود علّیّین میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت کہاں گزارتی ہے؟

س......دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟

ج......اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماء کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علّیّین ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں)، بد ارواح کا اصل ٹھکانا سجّین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اسی خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے، جس طرح نورِ آفتاب سے زمین کا ذرہ ذرہ چمکتا ہے، اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ ''زندگی''

سے منور ہو جاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

کیا روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے؟

س...... روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جن جگہوں کو پہچانتی ہے، مثلاً گھر، وہاں جاسکتی ہے؟

ج...... کفار و فجار کی روحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے اس سلسلہ میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے، اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے، جس طرح جسم روح کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کرسکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں، اس لئے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کرسکتی ہے تو مثالی جسم سے کرسکتی ہے، چنانچہ احادیث میں انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً: لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لئے بیت المقدس میں جمع ہونا، شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا، اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا) پس ان کی زیارت کرو، اور ان کو سلام کہو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! انہیں سلام کہے گا ان کو کوئی شخص مگر یہ ضرور جواب دیں گے اس کو قیامت تک۔ (حاکم، وصححہ بیہقی، طبرانی)

مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے کہ: ''میں اپنے گھر میں (یعنی حجرۂ شریفہ روضۂ مطہرہ میں) داخل ہوتی تو پردہ کے کپڑے اتار دیتی تھی، میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے والد ماجد ہیں، لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے اللہ کی قسم! میں کپڑے لپیٹے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی بنا پر۔'' (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص:۱۵۴)

کیا روحوں کا دنیا میں آنا ثابت ہے؟

س...... کیا روحیں دنیا میں آتی ہیں یا عالم برزخ میں ہی قیام کرتی ہیں؟ اکثر ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں اپنے اعزہ کے پاس آتی ہیں، شب برأت میں بھی روحوں کی آمد کے بارے میں سنا ہے۔ آپ اس مسئلے کی ضرور وضاحت کیجئے مرنے کے بعد سوم، دسواں اور چہلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت بھی بذریعہ اخبار کر دیجئے تاکہ عوام الناس کا بھلا ہو۔

ج...... دنیا میں روحوں کے آنے کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث ہی وارد ہے۔ سوئم، دسواں اور چہلم خودساختہ رسمیں ہیں، ان کی مکمل تفصیل آپ کو میری کتاب ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' میں ملے گی۔

کیا روحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

س...... سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا جمعرات کی شام کو ان کے لئے دعا کی جائے؟

ج...... جمعرات کو روحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے، باقی دعا و استغفار اور ایصالِ ثواب ہر وقت ہوسکتا ہے، اس میں جمعرات کی شام کی تخصیص بے معنی ہے۔

کیا مرنے کے بعد روح چالیس دن تک گھر آتی ہے؟

س...... کیا چالیس دن تک روح مرنے کے بعد گھر آتی ہے؟

ج...... روحوں کا گھر آنا غلط ہے۔

حادثاتی موت مرنے والے کی روح کا ٹھکانا

س……ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو ہنگامی موت یا حادثاتی موت مرجاتے ہیں یا کسی کے مار ڈالنے سے، سو ایسے لوگوں کی روحیں برزخ میں نہیں جاتیں وہ کہیں خلاء میں گھومتی رہتی ہیں اور متعلقہ افراد کو بسا اوقات دھمکیاں دینے آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ سب باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، میرا خیال ہے کہ روح پرواز کے بعد علیّین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور ہر ایک کے لئے برزخ ہے اور قیامت تک وہ وہیں رہتی ہے، براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں میری تشفی فرمایئے۔

ج……ان صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور دورِ جاہلیت کی سی توہم پرستی پر مبنی ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کا نظریہ صحیح ہے، مرنے کے بعد نیک ارواح کا مستقر علیّین ہے اور کفار و فجار کی ارواح سجین کے قید خانہ میں بند ہوتی ہیں۔

روح پرواز کرنے کے بعد قبر میں سوال کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

س……موت واقع ہوتے ہی روح پرواز کر جاتی ہے، جسم دفن ہونے کے بعد یہ روح دوبارہ واپس آکر منکر و نکیر کے سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہے؟

ج……قبر میں روح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کر سکتے، جسم سے قائم کر دیا جاتا ہے، جس سے مردہ میں حس و شعور پیدا ہو جاتا ہے۔

مرنے کے بعد روح دوسرے قالب میں نہیں جاتی

س……کیا انسان دنیا میں جب آتا ہے تو دو وجود لے کر آتا ہے، ایک فنا اور دوسرا بقا، فنا والا وجود تو بعد مرگ دفن کر دینے پر مٹی کا بنا ہوا تھا، مٹی میں مل گیا۔ بقا ہمیشہ قائم رہتا ہے؟ مہربانی فرما کر اس سوال کا حل قرآن وحدیث کی رو سے بتائیں کیونکہ میرا دوست الجھ گیا ہے، یعنی دوسرے جنم کے چکر میں۔

ج……اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور دوبارہ اس کو کسی اور قالب میں دنیا میں پیدا نہیں کیا جاتا، اواگون والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ہی روح لوٹ

لوٹ کر مختلف قالبوں میں آتی رہتی ہے، کبھی انسانی قالب میں، کبھی کتے، گدھے اور سانپ وغیرہ کی شکل میں۔ یہ نظریہ عقلاً و نقلاً غلط ہے۔

کیا قیامت میں روح کو اٹھایا جائے گا؟

س...... سنا ہے کہ مرنے کے بعد قبر کے اندر انسان جاتے ہیں یہی اعضاء گل سڑ کر کیڑوں مکوڑوں کی نذر ہو جاتے ہیں، اگر یہی اعضاء کسی ضرورت مند کو دے دیئے جائیں تو وہ شخص زندگی بھر اس عطیہ دینے والے کو دعائیں دیتا رہے گا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان جس حالت میں مرا ہو گا اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، یعنی اگر اس کے اعضاء نکال دیئے گئے ہوں گے تو وہ بغیر اعضاء کے اٹھایا جائے گا، مثلاً اندھا وغیرہ، جبکہ اسلامی کتابوں سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ اس کی روح کو اٹھایا جائے گا۔

ج...... اعضاء کا گل سڑ جانا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ میت کے اعضاء بھی کاٹ لینا جائز ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کون سی اسلامی کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ قیامت کے روز انسان کے جسم کو نہیں بلکہ صرف اس کی روح کو اٹھایا جائے گا؟ میں نے جن اسلامی کتابوں کو پڑھا ہے ان میں تو حشر جسمانی لکھا ہے۔

برزخی زندگی کیسی ہوگی؟

س...... روزنامہ جنگ کراچی کے صفحہ ''اقرأ'' میں آپ کا مفصل مضمون روح کے بارے میں پڑھا جو کہ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا، اس مضمون کو پڑھنے کے بعد چند سوالات ذہن میں آئے ہیں، جو گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ: ''کفار و فجار کی روحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔''

اور آپ نے لکھا ہے: ''اگر باذن اللہ (نیک ارواح) کہیں آتی جاتی ہیں تو اس کی نفی نہیں کی جا سکتی۔''

کیا ان دو باتوں کا ثبوت کہیں قرآن و حدیث سے ملتا ہے؟

حالانکہ قرآن میں سورۂ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:...... ''(سب مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ (آڑ) حائل ہے، دوسری زندگی تک''یعنی مرنے کے بعد دنیا میں واپس نہیں آسکتے، خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

جیسا کہ سورہ یٰسین میں آیا ہے:

ترجمہ:...... ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا، اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔''

اس بات کا ایک اور ثبوت ترمذی اور بیہقی کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا بات ہے میں تم کو غم زدہ پا رہا ہوں۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواب میں عرض کیا کہ: والد ''اُحد'' میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض باقی ہے اور کنبہ بڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جابرؓ! کیا تم کو میں یہ بات بتاؤں کہ اللہ نے کسی سے بھی پردے کے بغیر بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے آمنے سامنے ہو کر کہا کہ: عبداللہ! مانگو، تم کو دوں گا۔ تمہارے باپ نے کہا: مالک مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ میں دوسری بار تیری راہ میں قتل کیا جاؤں! اس پر مالک عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ: میری طرف سے یہ بات کہی جاچکی ہے کہ لوگ دنیا سے چلے آنے کے بعد پھر اس کی طرف واپس نہ جاسکیں گے۔ (ترمذی وبیہقی)۔

عموماً لوگ کہتے ہیں کہ یہاں مراد جسمانی جسم کے ساتھ ہے، کیونکہ جسم بغیر روح کے بے معنی ہے اور روح بغیر جسم کے۔ اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ صرف روح دنیا میں آتی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روح سنتی بھی ہے اور دیکھتی بھی ہے تو یہ بات سورۂ مؤمنون کی آیات سے ٹکراتی ہے، سورۂ احقاف میں اللہ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ دنیا سے گزر جانے والے لوگوں کو دنیاوی حالات کی کچھ خبر نہیں رہتی، ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:...... ''اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے وہ تو ان کی پکار سے غافل

ہیں۔‘‘ (الاحقاف آیت:۵،۶)۔

دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ و حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ظلم عظیم کرتے ہیں۔

از راہ کرم ان باتوں کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں تاکہ لوگوں کے دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات دور ہو سکیں، اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ج...... یہ تو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ موت فنائے محض کا نام نہیں کہ مرنے کے بعد آدمی معدومِ محض ہو جائے، بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں اور زندگی کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہونے کا نام موت ہے۔ پہلے دور کو ’’دنیوی زندگی‘‘ کہتے ہیں اور دوسرے دور کا نام قرآن کریم نے ’’برزخ‘‘ رکھا ہے۔

برزخ اس آڑ اور پردے کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو، چونکہ یہ برزخی زندگی ایک عبوری دور ہے اس لئے اس کا نام ’’برزخ‘‘ تجویز کیا گیا۔

آپ نے سوال میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کا مدعا واضح طور پر یہ ہے کہ مرنے والے عام طور پر ’’برزخ‘‘ سے دوبارہ دنیوی زندگی کی طرف واپس نہیں آتے (البتہ قرآن کریم میں زندہ کئے جانے کے جو واقعات مذکور ہیں، ان کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا)۔

اور میں نے جو لکھا ہے کہ: ’’اگر باذن اللہ نیک ارواح کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جا سکتی۔‘‘ اس سے دنیوی زندگی اور اس کے لوازمات کی طرف پلٹ آنا مراد نہیں کہ ان آیات واحادیث کے منافی ہو، بلکہ برزخی زندگی ہی کے دائرے میں آمد و رفت مراد ہے، اور وہ بھی باذن اللہ...!

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ:

> ’’دراصل یہی وہ گمراہ کن عقیدہ ہے جو شرک کی بنیاد بنتا ہے، لوگ نیک بزرگوں کو زندہ اور حاضر و ناظر سمجھ کر دستگیری اور

حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔''

اگر اس سے آپ کی مراد ''برزخی زندگی'' ہے تو جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ اسلامی عقیدہ ہے، اس کو گمراہ کن عقیدہ کہہ کر شرک کی بنیاد قرار دینا صحیح نہیں۔ جبکہ حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جو آپ نے سوال میں نقل کی ہے وہ خود اس ''برزخی زندگی'' کا منہ بولتا ثبوت ہے اور پھر شہداء کو تو صراحتاً زندہ کہا گیا ہے اور ان کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ شہداء کی یہ زندگی بھی برزخی ہی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دنیوی زندگی کا دور تو ان کا بھی پورا ہو چکا ہے۔ بہر حال ''برزخی زندگی'' کے عقیدے کو گمراہ کن نہیں کہا جا سکتا۔ رہا لوگوں کا بزرگوں کو حاضر و ناظر سمجھ کر انہیں دستگیری کے لئے پکارنا! تو اس کا ''برزخی زندگی'' سے کوئی جوڑ نہیں، نہ یہ زندگی اس شرک کی بنیاد ہے۔

اولاً:......مشرکین تو پتھروں، مورتیوں، درختوں، دریاؤں، چاند، سورج اور ستاروں کو بھی نفع و نقصان کا مالک سمجھتے اور ان کو حاجت روائی اور دستگیری کے لئے پکارتے ہیں۔ کیا اس شرک کی بنیاد ان چیزوں کی ''برزخی زندگی'' ہے؟ دراصل جہلاء شرک کے لئے کوئی بنیاد تلاش نہیں کیا کرتے، شیطان ان کے کان میں جو افسوں پھونک دیتا ہے وہ ہر دلیل اور منطق سے آنکھیں بند کر کے اس کے القاء کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ جب پوجنے والے بے جان پتھروں تک کو پوجنے سے باز نہیں آتے تو اگر کچھ لوگوں نے بزرگوں کے بارے میں مشرکانہ غلو اختیار کر لیا تو اسلامی عقیدے سے اس کا کیا تعلق ہے؟

ثانیاً:......جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، مشرکین عرب فرشتوں کو بھی خدائی میں شریک، نفع و نقصان کا مالک اور خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور تقرب الی اللہ کے لئے ان کی پرستش کو وسیلہ بناتے تھے، کیا ان کے اس جاہلانہ عقیدے کی وجہ سے فرشتوں کی حیات کا انکار کر دیا جائے؟ حالانکہ ان کی حیات برزخی نہیں دنیوی ہے اور زمینی نہیں آسمانی ہے۔ اب اگر کچھ لوگوں نے انبیاء و اولیاء کی ذوات مقدسہ کے بارے میں بھی وہی ٹھوکر کھائی جو مشرکین عرب نے فرشتوں کے بارے میں کھائی تھی تو اس میں اسلام کے ''حیاتِ برزخی'' کے عقیدے کا کیا قصور ہے؟ اور اس کا انکار کیوں کیا جائے...؟

ثالثاً:......جن بزرگوں کولوگ بقول آپ کے زندہ سمجھ کر دستگیری اور حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں، وہ اسی دنیا میں لوگوں کے سامنے زندگی گزار کر تشریف لے گئے ہیں۔ یہ حضرات اپنی پوری زندگی میں توحید وسنت کے داعی اور شرک و بدعت سے مجتنب رہے، اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں کرتے رہے، انہیں بھوک میں کھانے کی ضرورت ہوتی تھی، بیماری میں دوادارو اور علاج معالجہ کرتے تھے، انسانی ضروریات کے محتاج تھے، ان کی یہ ساری حالتیں لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھیں اس کے باوجود لوگوں نے ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کو نفع ونقصان کا مالک ومختار سمجھ لیا اور انہیں دستگیری وحاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کردیا، جب ان کی تعلیم، ان کے عمل اور ان کی انسانی احتیاج کے علی الرغم لوگوں کے عقائد میں غلو آیا تو کیا ''حیاتِ برزخی'' (جو بالکل غیر محسوس چیز ہے) کے انکار سے اس غلو کی اصلاح ہوجائے گی؟

الغرض نہ حیاتِ برزخی کے اسلامی عقیدے کو شرک کی بنیاد کہنا صحیح ہے، نہ اس کے انکار سے لوگوں کے غلو کی اصلاح ہوسکتی ہے، ان کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں قرآن و سنت اور خود ان بزرگوں کی تعلیمات سے پورے طور پر آگاہ کیا جائے۔

''حیاتِ برزخی'' کے ضمن میں آپ نے ''سماعِ موتیٰ'' کا مسئلہ بھی اٹھایا ہے، چونکہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے سے اختلافی چلا آرہا ہے، اس لئے میں بحث نہیں کرنا چاہتا، البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ بھی اس شرک کی بنیاد نہیں جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے، اس کی دلیل میں ایک چھوٹی سی بات عرض کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہوگا کہ بہت سے فقہائے حنفیہ سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں اس کے باوجود ان کا فتویٰ یہ ہے:

''وفی البزازیة: قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم، یکفر.'' (البحر الرائق ج:۵ ص:۱۲۴)

ترجمہ:......''فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر وناظر اور وہ سب کچھ جانتی ہیں، تو ایسا شخص کافر ہوگا۔''

اس عبارت سے آپ یہی نتیجہ اخذ کریں گے کہ سماعِ موتیٰ کے مسئلہ سے نہ بزرگوں کی ارواح کا حاضر و ناظر ہونا لازم آتا ہے، نہ عالم الغیب ہونا، ورنہ فقہائے حنفیہ جو سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، یہ فتویٰ نہ دیتے۔

آپ نے سورۂ احقاف کی جو آیت نقل فرمائی ہے، اس کو حضرات مفسرین نے مشرکینِ عرب سے متعلق قرار دیا ہے، جو بتوں کو پوجتے تھے، گویا ''لا یستجیبون'' اور ''غافلون'' کی یہ دونوں صفات جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں، وہ بتوں کی صفات ہیں جو جمادِ محض تھے، لیکن اگر اس آیت کو تمام معبودانِ باطلہ کے لئے عام بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے ان کی حاجت روائی پر قادر نہ ہونا اور غائب ہونا تو لازم آتا ہے مگر اس سے حیات کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ عموم کی حالت میں یہ آیت فرشتوں کو بھی شامل ہوگی، اور آپ جانتے ہیں کہ ان سے قدرت اور حاضر و ناظر ہونے کی نفی تو صحیح ہے مگر حیات کی نفی صحیح نہیں بلکہ خلافِ واقعہ ہے۔

آخر میں گزارش ہے کہ ''برزخ'' جو دنیا و آخرت کے درمیان واقع ہے، ایک مستقل جہان ہے اور ہماری عقل و ادراک کے دائرے سے ماورا ہے، اس عالم کے حالات کو نہ دنیوی زندگی پر قیاس کیا جاسکتا ہے، نہ اس میں اندازے اور تخمینے لگائے جاسکتے ہیں، یہ جہان چونکہ ہمارے شعور و احساس اور وجدان کی حدود سے خارج ہے اس لئے عقلِ صحیح کا فیصلہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جو حالات ارشاد فرمائے (جو صحیح اور مقبول احادیث سے ثابت ہوں) انہیں رد کرنے کی کوشش نہ کی جائے، نہ قیاس و تخمین سے کام لیا جائے۔

اہلِ قبور کے بارے میں چند ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے اس مضمون میں نقل کرچکا ہوں، جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اور چند امور یہ ہیں:

ا:..... قبر میں میت کے بدن میں روح کا لوٹایا جانا۔

۲:..... منکر نکیر کا سوال و جواب کرنا۔

۳:..... قبر کا عذاب و راحت۔

۴:..... بعض اہلِ قبور کا نماز و تلاوت میں مشغول ہونا۔

۵:...اہل قبور (جو مومن ہوں) کا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔

۶:...اہل قبور کو سلام کہنے کا حکم۔

۷:...اہل قبور کی طرف سے سلام کا جواب دیا جانا۔

۸:...اہل قبور کو دعا و استغفار اور صدقہ خیرات سے نفع پہنچنا۔

۹:...برزخی حدود کے اندر اہل ایمان کی ارواح کا باذنِ الٰہی کہیں آنا جانا، جیسا کہ شبِ معراج میں انبیاء علیہم السلام کا بیت المقدس میں اکٹھا ہونا۔

خلاصہ یہ کہ جو چیزیں ثابت ہیں ان سے انکار نہ کیا جائے، اور جو ثابت نہیں ان پر اصرار نہ کیا جائے، یہی صراطِ مستقیم ہے، جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے... واللہ الموفق!

بزرگوں کے مزار پر عرس کرنا، چادریں چڑھانا، ان سے منتیں مانگنا

س:...کئی جگہ پر کچھ بزرگوں کے مزار بنائے جاتے ہیں (آج کل تو بعض نقلی بھی بن رہے ہیں) اور ان پر ہر سال عرس ہوتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

ج:...یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے، بزرگوں کے عرسوں کے رواج کی بنیاد غالباً یہ ہوگی کہ کسی شیخ کی وفات کے بعد ان کے مریدین ایک جگہ جمع ہوجایا کریں اور کچھ وعظ و نصیحت ہوجایا کرے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مقصد تو غائب ہوگیا اور بزرگوں کے جانشین باقاعدہ استخوان فروشی کا کاروبار کرنے لگے اور ''عرس شریف'' کے نام سے بزرگوں کی قبروں پر سینکڑوں بدعات و محرمات اور خرافات کا ایک سیلاب اُمڈ آیا اور جب قبر فروشی کا کاروبار چمکتا دیکھا تو لوگوں نے ''جعلی قبریں'' بنانا شروع کردیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

قبر پر پھول ڈالنا خلافِ سنت ہے

س:...اپنے عزیزوں کی قبر پر پانی ڈالنا، پھول ڈالنا، آٹا ڈالنا اور اگربتی جلانا صحیح ہے یا نہیں؟

ج:...دفن کے بعد پانی چھڑک دینا جائز ہے، پھول ڈالنا خلافِ سنت ہے، آٹا ڈالنا مہمل بات ہے اور اگربتی جلانا مکروہ و ممنوع ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنے کے بارے میں شاہ تراب الحق کا مؤقف

گزشتہ جمعہ ۱۲/دسمبر روز نامہ جنگ میں سوالات و جوابات کے کالم میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے قبروں پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت قرار دیا ہے۔ بحثیت ایک سنی مذہبی خیالات رکھنے کے پیش نظر ہمارا فرض ہے کہ ہم صحیح مسئلہ کی نشاندہی کریں۔ واضح ہو کہ قبر پر پھول ڈالنا قطعی خلافِ سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں قبروں پر عذاب ہو رہا ہے، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لی اور اس کو چیر کر دونوں قبروں پر ایک ایک گاڑ دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تک یہ تر رہیں گی، ان پر عذاب میں کمی رہے گی۔ (مشکوٰۃ شریف باب آداب الخلاء فصل اول) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ اس حدیث سے ایک جماعت نے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے۔ ملا علی قاری نے مرقات میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ نیز علامہ عبدالغنی نابلسیؒ نے بھی ''کشف النور'' میں اس کی تصریح فرمائی۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں صفحہ ۳۶۴ میں ہے کہ ہمارے بعض متأخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول قبر پر چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے، فقہ حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت جلد پنجم، باب زیارت القبور میں قبروں پر پھول ڈالنے کو اچھا فعل لکھا ہے۔ نیز علامہ شامی نے بھی شامی میں جو فقہ حنفیہ کی معروف کتاب ہے، جلد اول بحث زیارت القبور میں اسے مستحب کہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قبروں پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت کہنا سخت جہالت اور علمِ دین کی کتب احادیث و کتب فقہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے خیال میں روز نامہ جنگ کو اس قسم کی دل

آزاری والی بحث سے بچنا چاہئے اور جواب دینے والوں کو بھی تنبیہ کر دینا چاہئے۔

شاہ تراب الحق قادری

مسئلہ کی تحقیق یعنی قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے

س...... روزنامہ جنگ ۱۲؍دسمبر کی اشاعت میں آپ نے جو ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ: ”قبروں پر پھول چڑھانا خلافِ سنت ہے۔“ ۱۹؍دسمبر کی اشاعت میں ایک صاحب شاہ تراب الحق قادری نے آپ کو جاہل اور کتاب وسنت سے بے بہرہ قرار دیتے ہوئے اس کو سنت لکھا ہے، جس سے کافی لوگ تذبذب میں مبتلا ہو گئے ہیں، براہ کرم یہ خلجان دور کیا جائے۔

ج...... اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

ا:...... ”سنت“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو کہتے ہیں۔ خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ وتابعینؒ کے عمل کو بھی سنت کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو عمل خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا ہو وہ سنت نہیں کہلاتا۔ قبروں پر پھول ڈالنا اگر ہمارے دین میں سنت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وتابعینؒ اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک روایت بھی نہیں ملتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی خلیفہ راشد، کسی صحابی یا تابعی نے قبروں پر پھول چڑھائے ہوں، اس لئے یہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نہ خلفائے راشدینؓ کی، نہ صحابہؓ کی، نہ تابعینؒ کی۔

۲:...... ہمارے دین میں قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے بعد ائمہ مجتہدین کا اجتہاد بھی شرعی حجت ہے، پس جس عمل کو کسی امام مجتہد نے جائز یا مستحسن قرار دیا ہو وہ بھی سنت ہی سے ثابت شدہ چیز سمجھی جائے گی۔ قبروں پر پھول چڑھانے کو کسی امام مجتہد نے بھی مستحب قرار نہیں دیا۔ فقہ حنفی کی تدوین ہمارے امام اعظمؒ اور ان کے عالی مرتبت شاگردوں کے زمانہ سے شروع ہوئی، اور ہمارے ائمہ فقہاء نے تمام سنن وآداب کو ایک ایک کر کے مدون فرمایا، مگر ہمارے پورے فقہی ذخیرہ میں کسی امام کا یہ قول ذکر نہیں کیا گیا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی سنت ہے یا مستحب ہے، اور نہ کسی امام وفقیہ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے کسی قبر پر پھول چڑھائے ہوں۔

۳:.....جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے، تین صدیوں [illegible] متاخرین کا [illegible] شروع ہوتا ہے، یہ حضرات خود مجتہد نہیں تھے، بلکہ ائمہ مجتہدین [illegible] مقلد تھے، ان کے [illegible] سے کسی فعل کا سنت یا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ [illegible] جلد اول الف ثانی [illegible] مکتوبات شریفہ میں فتاویٰ غیاثیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

"شیخ امام شہیدؒ نے فرمایا کہ ہم مشائخ [illegible] استحسان کو نہیں لیتے، بلکہ ہم صرف اپنے متقدمین اصحاب [illegible] لیتے ہیں، کیونکہ کسی علاقہ میں کسی چیز کا رواج ہو جانا اس [illegible] جواز کی دلیل نہیں۔ جواز کی دلیل وہ تعامل ہے جو صدر اول (زمانہ خیر القرون) سے چلا آتا ہو، تا کہ یہ دلیل ہو اس بات کی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس [illegible] پر برقرار رکھا تھا، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہی تشریع ہوگی، لیکن جو تعامل کہ صدر اول سے متواتر چلا نہ آتا ہو تو بعد کے لوگوں کا فعل حجت نہیں، الاّ یہ کہ اس پر تمام ملکوں کے تمام انسانوں کا تعامل ہو، یہاں تک کہ اجماع ہو جائے اور اجماع حجت ہے۔ دیکھئے! اگر لوگوں کا تعامل شراب فروش یا سود خوری پر ہو جائے تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔"

(مکتوب:۵۴ دفتر دوم)

امام شہیدؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اگر مشائخ متاخرین نے قبروں پر پھول چڑھانے کے استحسان کا فتویٰ دیا ہوتا تب بھی ہم اس فعل کو "سنت" نہیں کہہ سکتے تھے، لیکن ہمارے متاخرین مشائخ میں سے بھی کسی نے کبھی قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مُلّا علی قاریؒ اور علامہ شامیؒ نے متاخرین شافعیہ کا فتویٰ تو نقل کیا ہے (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) مگر انہیں کسی حنفی فقیہ کا متاخرین میں سے کوئی بھی قول نہیں مل سکا۔ اب انصاف کیا جا سکتا ہے کہ جو عمل نہ تو صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، نہ صحابہؓ و تابعینؒ سے، نہ ہمارے ائمہ مجتہدینؒ سے، نہ ہمارے متقدمین و

متأخرین سے، کیا ان کو سنت کہا جا سکتا ہے...؟

۴:...... شاہ صاحب نے مشکوٰۃ آداب الخلاء سے جو حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر شاخیں گاڑی تھیں، اس سے عام قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ حدیث میں صراحت ہے کہ یہ شاخیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں یا گناہ گار مسلمانوں کی ایسی قبروں پر گاڑی تھیں جو خدا تعالیٰ کے قہر وعذاب کا مورد تھیں۔ عام قبروں پر شاخیں گاڑنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول نہیں تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاملہ کفار اور فساق کی مقہور ومعذب قبروں کے ساتھ فرمایا، وہی سلوک اولیاء اللہ کی قبورِ طیبہ کے ساتھ روا رکھنا ان اکابر کی سخت اہانت ہے اور پھر اس کو "سنت" کہنا ستم بالائے ستم ہے۔ سنت تو جب ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کی قبروں کے بجائے (جن کا معذب ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحیِ قطعی سے معلوم ہوگیا تھا) اپنے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یا اپنے لاڈلے اور محبوب بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ یا کسی اور مقدس صحابیؓ کی قبر سے یہ سلوک فرمایا ہوتا۔

۵:...... پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ان قبروں کا معذب ہونا وحیِ قطعی سے معلوم ہوگیا تھا، اور جیسا کہ صحیح مسلم (ج:۲ ص:۴۱۸) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے شفاعت فرمائی تھی اور قبولیتِ شفاعت کی مدت کے لئے بطورِ علامت شاخیں نصب فرمائی تھیں۔ اس لئے اول تو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور اس کا شمار معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جاتا ہے۔ بالفرض کوئی شخص اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور معجزہ تسلیم نہ کرے تب بھی اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو کسی قطعی ذریعہ سے کسی قبر کا معذب ومقہور ہونا معلوم ہوجائے اور وہ شفاعت کی اہلیت بھی رکھتا ہو، وہ بطورِ علامت قبر پر شاخیں نصب کرسکتا ہے، لیکن اس حدیث سے عام قبروں پر شاخیں گاڑنے اور پھول چڑھانے کا سنتِ نبویؐ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس مضمون کا اس حدیث

سے کوئی دور کا تعلق ہے۔ حافظ بدرالدین عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

''اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا، یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشیء) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔'' (ج:۱ ص:۸۷۹)

۶:......شاہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی اشعۃ اللمعات کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''ایک جماعت نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ قبروں پر سبزی اور پھول اور خوشبو ڈالنے کا جواز ہے۔''

کاش! جناب شاہ صاحب یہ بھی لکھ دیتے کہ حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اس قول کو نقل کر کے آگے اس کو امام خطابیؒ کے قول سے رد بھی کیا ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''امام خطابیؒ نے، جو ائمہ علم اور قدوۂ شراحِ حدیث میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی، اور صدرِ اول میں نہیں تھی۔''

(اشعۃ اللمعات ج:۱ ص:۲۰۰)

پس شیخ رحمہ اللہ نے چند مجہول الاسم لوگوں سے جو جواز نقل کیا ہے، اس کو تو نقل کر دینا اور ''ائمہ اہل علم وقدوۂ شراحِ حدیث'' کے حوالے سے ''این سخن اصلے ندارد در صدرِ اول نبود'' کہہ کر جو اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے، اس سے چشم پوشی کر لینا، اہل علم کی شان سے نہایت بعید ہے۔

اور پھر حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے ''لمعات التنقیح'' میں حنفیہ کے امام حافظ فضل اللہ تورپشتیؒ سے اسی قول کے بارے میں جو یہ نقل فرمایا ہے:

''قول لا طائل تحته، ولا عبرة به عند اهل العلم.'' (ج:۲ ص:۴۴)

ترجمہ:......''یہ ایک بے مغز و بے مقصد قول ہے اور اہل

علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔"

کاش! شاہ صاحب اس پر بھی نظر فرما لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت محدث دہلویؒ قبروں پر پھول چڑھانے کا جواز نہیں نقل کرتے، بلکہ اسے بے اصل بدعت اور بے مقصد اور نا قابل اعتبار بات قرار دیتے ہیں۔

۷:......شاہ صاحب نے مُلّا علی قاریؒ کی مرقات کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:
"مزاروں پر پھول ڈالنا سنت ہے۔" یہاں بھی شاہ صاحب نے شیخ علی قاریؒ کی آگے پیچھے کی عبارت دیکھنے کی زحمت نہیں فرمائی۔ مُلّا علی قاریؒ نے مزاروں پر پھول چڑھانے کو سنت نہیں کہا، بلکہ امام خطابی شافعیؒ کے مقابلے میں ابن حجر شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: "ہمارے (شافعیہ کے) بعض متأخرین اصحاب نے اس کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔" امام خطابیؒ اور امام نوویؒ کے مقابلے میں ان متأخرین شافعیہ کی، جن کا حوالہ ابن حجر شافعیؒ نقل کر رہے ہیں، جو قیمت ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، تاہم یہ شافعیہ کے متأخرین کا قول ہے، ائمہ حنفیہ میں سے کسی نے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا، نہ متقدمین علمائے دین نے اور نہ مُلّا علی قاریؒ نے ہی کسی حنفی کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ متأخرین حنفیہ میں سے امام حافظ فضل اللہ تورپشتیؒ کا قول اوپر گزر چکا ہے کہ یہ بے مغز بات ہے اور یہ کہ اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز علامہ عینیؒ کا قول گزر چکا ہے کہ قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں۔

۸:......شاہ صاحب نے ایک حوالہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح سے نقل کیا ہے، علامہ طحطاویؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ "فی شرح المشکاۃ" کہہ کر مُلّا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا ہے، اس لئے اس کو مستقل حوالہ کہنا ہی غلط ہے، البتہ اس میں یہ تصرف ضرور کر دیا گیا ہے کہ شرح مشکوٰۃ میں ابن حجرؒ سے بعض متأخرین اصحابِ شافعیہ کا قول نقل کیا ہے، جسے شاہ صاحب کے حوالے میں "اسے ہمارے بعض متأخرین اصحاب نے اس حدیث کی رو سے فتویٰ دیا" کہہ کر اسے متأخرین حنفیہ کی طرف منسوب کر دیا گیا، گویا شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔

۹:......شاہ صاحب نے ایک حوالہ علامہ شامیؒ کی رد المحتار سے نقل کیا ہے کہ

انہوں نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ یہاں بھی شاہ صاحب نے نقل میں افسوس ناک تساہل پسندی سے کام لیا ہے۔

علامہ شامیؒ نے ایک مسئلہ کے ضمن میں حدیث جرید نقل کر کے لکھا ہے کہ:

''اس مسئلہ سے اور اس حدیث سے قبر پر شاخ رکھنے کا استحباب بطور اتباع کے اخذ کیا جاتا ہے اور اس پر قیاس کیا جاتا ہے آس وغیرہ کی شاخیں رکھنے کو جس کی ہمارے زمانے میں عادت ہو گئی ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور یہ اولیٰ ہے، بہ نسبت بعض مالکیہ کے قول کے، کہ ان قبروں سے عذاب کی تخفیف بہ برکت دستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہے، پس اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔''

علامہ شامیؒ کی اس عبارت میں قبروں پر پھول ڈالنے کا استحباب کہیں ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ بطورِ اتباع کھجور کی شاخ گاڑنے کا استحباب اخذ کیا گیا ہے، اور آس وغیرہ کی شاخیں گاڑنے کو اس پر قیاس کیا گیا ہے، اور اس کی علت بھی وہی ذکر کی ہے، جو امام تورپشتیؒ کے بقول ''لا طائل اور اہل علم کے نزدیک غیر معتبر ہے۔'' پس جبکہ ہمارے ائمہ اس علت کو رد کر چکے ہیں تو اس پر قیاس کرنا بھی مردود ہو گا۔

علامہ شامیؒ نے بھی بعض شافعیہ کے فتوے کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی کا فتویٰ علامہ شامیؒ کو بھی نہیں مل سکا، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے ائمہ کے فتوے کے خلاف ایک غیر معتبر اور بے اثر تعلل پر قیاس کرنا کس حد تک معتبر ہو گا۔

ایک حوالہ شاہ صاحب نے شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کا نقل کیا ہے۔ ان کا رسالہ ''کشف النور'' اس ناکارہ کے سامنے نہیں کہ اس کے سیاق وسباق پر غور کیا جاتا، مگر اتنی بات واضح ہے کہ علامہ شامیؒ ہوں یا شیخ عبدالغنی نابلسیؒ، یا بارہویں تیرہویں صدی کے بزرگ، یہ سب کے سب ہماری طرح مقلد ہیں، اور مقلد کا کام اپنے امام متبوع کی تقلید کرنا ہے، پس اگر

علامہ شامیؒ، شیخ عبدالغنی نابلسیؒ یا کوئی اور بزرگ ہمارے ائمہ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں تو سر آنکھوں پر، ورنہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے الفاظ میں یہی عرض کیا جاسکتا ہے:

''اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ معتبر است، نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری۔'' (دفتر اول مکتوب:۲۶۶)

ترجمہ:..... ''یہاں امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے، نہ کہ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل۔''

۱۰:..... جناب شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی جانب جو الفاظ منسوب فرمائے ہیں، یہ ناکارہ ان سے بدمزہ نہیں، بقول عارف:

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

غالباً سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی یہ بہت ہلکی سزا ہے جو شاہ صاحب نے اس ناکارہ کو دی ہے۔ اس جرمِ عظیم کی سزا کم از کم اتنی تو ہوتی کہ یہ ناکارہ بارگاہِ معلی میں عرض کرسکتا:

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

بہرحال اس ناکارہ کو تو اپنے جہل در جہل کا اقرار و اعتراف ہے، اور ''بتر زانم کہ گوئی'' پر پورا وثوق و اعتماد۔ اس لئے یہ ناکارہ جناب شاہ صاحب کی قند و شکر سے بدمزہ ہو تو کیوں ہو؟ لیکن بہ ادب ان سے یہ عرض کرسکتا ہوں کہ اس ناکارہ نے تو بہت ہی محتاط الفاظ میں اس کو ''خلافِ سنت'' کہا تھا (جس میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونے کے باوجود جواز یا استحسان کی گنجائش پھر بھی باقی رہ جاتی تھی)، اس پر تو جناب شاہ صاحب کی بارگاہ سے جہالت اور نابلد ہونے کا صلہ اس ہیچ مدان کو عطا کیا گیا، لیکن امام خطابیؒ، امام نوویؒ، امام توربشتیؒ، امام عینیؒ، جنہوں نے اس کو بے اصل، منکر، لاطائل، غیر معتبر عند اہل العلم اور لیس بشیٔ فرمایا ہے، ان کے الفاظ تو اس ناکارہ کے الفاظ کی نسبت بہت ہی سخت

ہیں۔سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کی بارگاہ سے ان حضرات کو کس انعام سے نوازا جائے گا؟ اور پھر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ جوان بزرگوں کو ''ائمہ اہل علم وقدوۂ شراحِ حدیث'' کہہ کر خراجِ تحسین پیش کررہے ہیں اوران کی توثیق وتائید فرماتے ہیں،ان کو کس خطاب سے نوازا جائے گا؟ کیا خیال ہے ان حضرات کو ''علم دین کی کتب احادیث وفقہ'' کی کچھ خبر تھی،یا یہ بھی شاہ صاحب کے بقول ''سخت جہالت میں مبتلا'' تھے؟

۱۱:...... اس بحث کو ختم کرتے ہوئے جی چاہتا ہے کہ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں دو بزرگوں کی عبارت ہدیہ کروں،جن سے ان تمام خلافِ سنت امور کا حال واضح ہوجائے گا،جن میں ہم مبتلا ہیں۔

پہلی عبارت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ہے،وہ ''شرح سفر السعادۃ'' میں لکھتے ہیں:

> ''بہت سے اعمال وافعال اور طریقے جو سلف صالحین کے زمانہ میں مکروہ وناپسندیدہ تھے وہ آخری زمانہ میں مستحسن ہوگئے ہیں۔ اور اگر جہال عوام کوئی کام کرتے ہیں تو یقین رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کی ارواحِ طیبہ اس سے خوش نہیں ہوں گی،اوران کے کمال ودیانت اور نورانیت کی بارگاہ ان سے پاک اور منزہ ہے۔'' (ص:۲۷۲)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''جب تک آدمی بدعتِ حسنہ سے بھی،بدعتِ سیئہ کی طرح احتراز نہ کرے،اس دولت (اتباعِ سنت) کی بُو بھی اس کے مشامِ جان تک نہیں پہنچ سکتی۔اور یہ بات آج بہت ہی دشوار ہے، کیونکہ پورا عالم دریائے بدعت میں غرق ہوچکا ہے،اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔کس کی مجال ہے کہ کسی بدعت کے اٹھانے میں دم مارے،اور سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے

اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعات پھیل جاتی ہیں تو مخلوق کا تعامل جان کران کے جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دے ڈالتے ہیں اور بدعت کی طرف لوگوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔'' (دفتر دوم مکتوب:۵۴)

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو اتباعِ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق عطا فرمائے۔

قبروں پر پھول ڈالنا بدعت ہے، ''مسئلہ کی تحقیق''

روزنامہ جنگ ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۰ء کے اسلامی صفحہ میں راقم الحروف نے ایک سوال کے جواب میں قبروں پر پھول چڑھانے کو ''خلافِ سنت'' لکھا تھا، توقع نہ تھی کہ کوئی صاحب جو ''سنت'' کے مفہوم سے آشنا ہوں، اس کی تردید کی زحمت فرمائیں گے، مگر افسوس کہ شاہ تراب الحق صاحب نے اس کو اپنے معتقدات کے خلاف سمجھا اور ۱۹؍دسمبر کے جمعہ ایڈیشن میں اس کی پُرجوش تردید فرمائی، اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر دلائل کی روشنی میں غور کیا جائے، چنانچہ راقم الحروف نے ۲؍جنوری ۱۹۸۱ء کے جمعہ ایڈیشن میں ''مسئلہ کی تحقیق'' کے عنوان سے اس مسئلہ پر طرفین کے دلائل کا جائزہ پیش کیا، جناب شاہ تراب الحق صاحب نے ۱۶؍جنوری کی اشاعت میں ''مسئلہ کی تحقیق کا جواب'' پھر رقم فرمایا ہے، جہاں تک مسئلہ کی تحقیق کا تعلق ہے بحمداللہ! میری سابق تحریر ہی اس کے لئے کافی وشافی ہے۔ تاہم شاہ صاحب نے جو نئے نکات اٹھائے ہیں، ذیل میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱:......لفظ ''سنت'' کی وضاحت پہلے بھی کرچکا ہوں، مگر شاہ صاحب نے اس اصطلاح کی اہمیت پر توجہ نہیں فرمائی۔ اس لئے اتنی بات مزید عرض کردینا مناسب ہے کہ جب ہم کسی چیز کو سنت کہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتے ہیں۔ کسی ایسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے منسوب کرنا جائز نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہو، نہ صحابہؓ وتابعینؒ نے، جو اتباعِ سنت کے سب سے بڑے عاشق تھے، اس پر عمل کیا ہو، ہمارے زیرِ بحث مسئلہ میں شاہ صاحب بھی یہ ثابت نہیں کرسکے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس قبروں پر پھول چڑھاتے تھے یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اس کی ترغیب دی ہے، یا صحابہؓ و تابعینؒ نے اس پر عمل کیا ہو، یا ائمہ مجتہدینؒ میں سے کسی نے قیاس و اجتہاد ہی سے اس کے استحسان کا فتویٰ دیا ہو۔ یہ مسئلہ البتہ متاخرین کے زیر بحث آیا ہے اور بعض متاخرین شافعیہ نے حدیث جرید سے اس کا استحسان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، مگر محققین شافعیہ وحنفیہ و مالکیہ نے شد و مد سے ان کے استدلال کی تردید کر دی ہے اور اسے بے اصل بدعت اور غیر معتبر عند اہل العلم قرار دیا ہے، اگر شاہ صاحب بنظر انصاف غور فرماتے تو ایسی چیز کو جسے ائمہ محققین بدعت فرما رہے ہیں، ''سنت'' کہنے پر اصرار نہ کرتے کیونکہ ایک خود تراشیدہ بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی طرف منسوب کرنا سنگین جرم ہے۔

۲:..... ہمارے شاہ صاحب نہ صرف یہ کہ اسے سنت کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک غلط بات منسوب کر رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے قبروں پر پھول چڑھانے کو عقائد میں شامل فرما لیا ہے، جیسا کہ ان کے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے:

> ''حقیقت حال یہ ہے کہ اخبارات و رسائل میں ایسے استفسارات و مسائل کے جواب دیئے جائیں جس سے دوسروں کے جذبات مجروح نہ ہوں اور ان کے معتقدات کو ٹھیس نہ پہنچے۔''

شاہ صاحب کا مشورہ بجا ہے مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کے نزدیک قبروں پر پھول چڑھانا بھی دین حنفی کے معتقدات میں شامل ہے یا اس کو ''خلافِ سنت'' کہنے سے اسلامی عقائد کی نفی ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف نے اسلامی عقائد اور ملل ونحل کی جن کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان میں کہیں بھی یہ نظر سے نہیں گزرا کہ قبروں پر پھول چڑھانا بھی ''اہل سنت والجماعت'' کے معتقدات کا ایک حصہ ہے۔ یہ تو میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے نقل کر چکا ہوں کہ: ''ایں سخن اصلے ندارد در صدرِ اول نبود۔'' یعنی اس کی کوئی اصل نہیں، اور صدرِ اول میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کیا میں شاہ تراب الحق صاحب سے بہ ادب دریافت کر سکتا

ہوں کہ قبروں پر پھول چڑھانا دینِ اسلام کے معتقدات میں کب سے داخل ہوا اور یہ کہ کیا شاہ صاحب کے معتقدات صدرِ اول کے خلاف ہیں کہ جس چیز کا صدرِ اول میں کوئی وجود ہی نہ تھا وہ ماشاءاللہ آج شاہ صاحب کا جزوِ عقیدہ بن چکی ہے؟ قبروں پر پھول چڑھانے کو معتقدات میں داخل کر لینا افسوسناک غلو پسندی ہے اور یہ غلو پسندی بدعت کا خاصہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بدعت رفتہ رفتہ ''سنت'' کی جگہ لیتی ہے اور پھر آگے بڑھ کر لوگوں کا جزوِ ایمان بن جاتی ہے اور لوگ اس بدعت کو بڑی عقیدت سے اسلام کا عظیم شعار سمجھ کر بجالاتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اس بدعت کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص اسلام کی ایک سنت اور ایک عظیم شعار کی مخالفت کر رہا ہے۔ امام دارمیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جو بدعت کی اس نفسیات کی تشریح کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب فتنۂ بدعت تم کو ڈھانک لے گا؟ بڑے اسی میں بوڑھے ہو جائیں گے اور بچے اسی میں جوان ہوں گے، لوگ اسی فتنہ کو سنت بنالیں گے، اگر اسے چھوڑا جائے تو لوگ کہیں گے سنت چھوڑ دی گئی۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ: اگر اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو لوگ کہیں گے کہ سنت تبدیل کی جارہی ہے)۔ عرض کیا گیا کہ: یہ کب ہوگا؟ فرمایا: جب تمہارے علماء جاتے رہیں گے، جہلا کی کثرت ہو جائے گی، حرف خواں زیادہ ہوں گے مگر فقیہ کم، امراء بہت ہوں گے، امانت دار کم، آخرت کے عمل سے دنیا تلاش کی جائے گی اور غیر دین کے لئے فقہ کا علم حاصل کیا جائے گا۔''

(مسند دارمی ص:۳۶، باب تغیر الزمان، مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ)

اس لئے شاہ صاحب اگر قبروں پر پھولوں کو معتقدات میں شامل کرتے ہیں تو یہ وہی غلو پسندی ہے جو بدعت کی خاصیت ہے اور اس کی اصلاح پر شاہ صاحب کا ناراض ہونا

وہی بات ہے جس کی نشاندہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل!

۳:......مسئلہ کی تحقیق کے آخر میں میں نے شاہ صاحب کو توجہ دلائی تھی کہ قبروں کے پھولوں کو "خلافِ سنت" کہنے کا جرم پہلی بار مجھ سے ہی سرزد نہیں ہوا، مجھ سے پہلے اکابر ائمہ اعلام اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال فرما چکے ہیں، اس لئے شاہ صاحب نے صرف مجھ ہی کو جاہل و نابلد نہیں کہا، بلکہ ان اکابر کے حق میں بھی گستاخی کی ہے۔

حق پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ میرے اس توجہ دلانے پر شاہ صاحب اس گستاخی سے تائب ہوجاتے اور یہ معذرت کرلیتے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ پہلے اکابر بھی اس بدعت کو ردّ کرچکے ہیں۔ لیکن افسوس کہ شاہ صاحب کو اس کی توفیق نہیں ہوئی، البتہ میں نے اپنے الفاظ میں نرمی اور لچک کی جو تشریح بین القوسین کی تھی اس کو غلط معنی پہنا کر مجھ سے سوال کرتے ہیں:

> الف:......"جب آپ کے نزدیک پھولوں کا ڈالنا جائز یا مستحسن ہے یا اس کے ہونے کی گنجائش ہے تو اس موضوع پر طوفان برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

جنابِ من! اس تشریح میں میں پھولوں کے جواز یا استحسان کا فتویٰ نہیں دے رہا بلکہ اپنے پہلے الفاظ "خلافِ سنت" میں جو نرمی اور لچک تھی اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ کو سمجھانا مقصود تھا کہ آپ بھی اس کو عین "سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" نہیں سمجھتے ہوں گے، زیادہ سے زیادہ اس کے جواز یا استحسان ہی کے قائل ہوں گے، یہ عقیدہ تو آپ کا بھی نہیں ہوگا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبروں پر پھول چڑھایا کرتے تھے، اس لئے آپ میرے الفاظ "خلافِ سنت" میں یہ تاویل کرسکتے تھے کہ گویہ عمل سنت سے ثابت نہیں، مگر ہم اس کو مستحسن سمجھ کر کرتے ہیں، عین سنت سمجھ کر نہیں، مگر افسوس کہ آپ نے میری محتاط تعبیر کی کوئی قدر نہ کی، بلکہ فوراً اس کی تردید کے لئے کمربستہ ہوگئے اور بجائے علمی دلائل کے تجہیل وتحمیق کا طریقہ اپنایا۔ اب انصاف فرمایئے کہ طوفان کس نے برپا کیا، میں نے یا خود

آنجناب نے؟ اور جو عمل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وتابعینؒ سے ثابت نہ ہو، اس کو خلافِ سنت لکھنے کو جناب کا پھلجڑی چھوڑنے سے تعبیر کرنا بھی سوقیانہ اور بازاری زبان ہے، جو اہل علم کو زیب نہیں دیتی۔

اسی ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> ب:......''حیرت کی بات ہے کہ آپ اس امر کو خلافِ سنت قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف آپ کو اس میں جائز بلکہ مستحب ہونے کی گنجائش نظر آتی ہے، از راہِ نوازش ایسی کوئی مثال پیش فرمائیں جس میں کسی امر کو باوجود خلافِ سنت ہونے کے مستحب قرار دیا گیا ہو۔''

گویا شاہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ مستحب تو کیا جائز بھی نہیں۔ اس لئے وہ مجھ سے اس کی مثال طلب فرماتے ہیں۔ جناب شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو خلافِ سنت ہونے کے باوجود جائز ہیں۔ مثلاً ترکی ٹوپی یا جناح کیپ سنت نہیں مگر جائز ہے، اور نماز کی نیت زبان سے کرنا خلافِ سنت ہے، مگر فقہاء نے اس کو مستحسن فرمایا ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسی کو سنت کہنے لگے تو غلط ہوگا۔

۴:......آفتابِ سنت کے آگے بدعت کا چراغ بے نور ہو جاتا ہے، شاہ صاحب قبروں کے پھولوں کا کوئی ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وتابعینؒ کے عمل سے پیش نہیں کر سکے، اور نہ میرے ان دلائل کا ان سے کوئی جواب بن پڑا جو میں نے اکابر ائمہ سے اس کے بدعت ہونے پر نقل کئے تھے، اس لئے شاہ صاحب نے اس ناکارہ کی ''کتاب فہمی'' کی بحث شروع کردی۔ علامہ عینیؒ کی ایک سطر کا جو ترجمہ میں نے نقل کیا تھا، شاہ صاحب اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

> ''راقم الحروف (شاہ صاحب) اہل علم کے سامنے اصل عربی عبارت پیش کر رہا ہے اور انصاف کا طالب ہے کہ لدھیانوی

صاحب نے اس عبارت کا مفہوم صحیح پیش کیا ہے بلکہ ترجمہ بھی درست کیا ہے یا نہیں؟''

شاہ صاحب اپنے قارئین کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایک ایسا اناڑی آدمی جو عربی کی معمولی عبارت کا مفہوم تک نہیں سمجھتا، بلکہ ایک سطری عبارت کا ترجمہ تک صحیح نہیں کرسکتا، اس نے بڑے بڑے اکابر کی جو عبارتیں قبروں پر پھول ڈالنے کے خلافِ سنت ہونے پر نقل کی ہیں، ان کا کیا اعتبار ہے؟

راقم الحروف کو علم کا دعویٰ ہے نہ کتاب فہمی کا، معمولی طالب ہے، اور طالب علموں کی صفِ نعال میں جگہ مل جانے کو فخر وسعادت سمجھتا ہے:

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

مگر شاہ صاحب نے اصل موضوع سے ہٹ کر بلاوجہ ''کتاب فہمی'' کی بحث شروع کردی ہے، اس لئے چند امور پیش خدمت ہیں:

اول:...... شاہ صاحب کو شکایت ہے کہ میں نے علامہ عینیؒ کی عبارت کا نہ مفہوم سمجھا، نہ ترجمہ صحیح کیا ہے۔ میں اپنا اور شاہ صاحب کا ترجمہ دونوں نقل کئے دیتا ہوں، ناظرین دونوں کا موازنہ کرکے دیکھ لیں کہ میرے ترجمہ میں کیا سقم تھا۔

شاہ صاحب کا ترجمہ:

''اور اسی طرح (اس کا بھی انکار کیا ہے) جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔ یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔''

راقم الحروف کا ترجمہ:

''اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا، یہ کوئی چیز نہیں (لیس بشیٴ) سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔''

اس امر سے قطع نظر کہ ان دونوں ترجموں میں سے کون سا سلیس ہے اور کس میں گنجلک ہے؟ کون سا اصل عربی عبارت کے قریب تر ہے اور کون سا نہیں؟ آخر دونوں کے مفہوم میں بنیادی فرق کیا ہے؟ دونوں سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ شاخ کا گاڑنا تو سنت ہے مگر پھول اور سبزہ وغیرہ ڈالنا کوئی سنت نہیں، اس ہیچ مدان کے ترجمہ میں شاہ صاحب کو کیا سقم نظر آیا؟ جس کے لئے وہ اہل علم سے انصاف طلبی فرماتے ہیں۔

دوم:......اس عبارت کے آخری جملہ "وانما السنة الغرز." کا ترجمہ موصوف نے یہ فرمایا: "اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔" حالانکہ عربی کے طالب علم جانتے ہیں کہ "انما" کا لفظ حصر کے لئے ہے، جو بیک وقت ایک شے کی نفی اور دوسری شے کے اثبات کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی حصر کے اظہار کے لئے راقم الحروف نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ: "سنت اگر ہے تو صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء ڈالنا کوئی سنت نہیں، صرف شاخ کا گاڑنا سنت ہے۔ لیکن شاہ صاحب "انما" کا ترجمہ "بے شک" فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہ! اور لطف یہ کہ الٹا راقم الحروف کو ڈانٹتے ہیں کہ تو نے ترجمہ غلط کیا ہے۔

سوم:......جس عبارت کا میں نے ترجمہ نقل کیا تھا، شاہ صاحب نے اس کے ماقبل و مابعد کی عبارت بھی نقل فرمادی۔ حالانکہ اس کو "قبروں پر پھول" کے زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن ان سے افسوسناک تسامح یہ ہوا کہ انہوں نے "وکذالک ما یفعله اکثر الناس" سے لے کر آخر عبارت "فافهم" تک کو امام خطابیؒ کی عبارت سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ امام خطابیؒ کی عبارت نہیں، بلکہ علامہ عینیؒ کی عبارت ہے۔ امام خطابیؒ کا حوالہ انہوں نے صرف "وضع اليابس الجريد" کے لئے دیا ہے۔ حدیث کے کسی طالب علم کے سامنے یہ عبارت رکھ دیجئے اس کا فیصلہ یہی ہوگا کیونکہ اول تو ہر مصنف کا طرزِ نگارش ممتاز ہوتا ہے، امام خطابیؒ جو چوتھی صدی کے شخص ہیں ان کا یہ طرزِ تحریر ہی نہیں، بلکہ صاف طور پر یہ علامہ عینیؒ کا اندازِ نگارش ہے۔ علاوہ ازیں امام خطابیؒ کی معالم السنن موجود ہے، جن جن حضرات نے امام خطابیؒ کا حوالہ دیا ہے وہ "معالم" ہی سے دیا ہے، شاہ صاحب تھوڑی سی زحمت اس کے دیکھنے کی فرمالیتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ امام خطابیؒ نے کیا لکھا ہے اور

حافظ عینیؒ نے ان کا حوالہ کس حد تک دیا ہے؟ ان تمام امور سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر "وکذالک ما یفعله اکثر الناس ...... الخ." کی عبارت کو "انکر الخطابی" کے تحت داخل کیا جائے (جیسا کہ شاہ صاحب کو خوش فہمی ہوئی ہے) تو عبارت قطعی بے جوڑ بن جاتی ہے، شاہ صاحب ذرا مبتدا و خبر کی رعایت رکھ کر اس عبارت پر ایک بار پھر غور فرمالیں اور حدیث کے کسی طالب علم سے بھی استصواب فرمالیں۔

چہارم:...... یہ تو شاہ صاحب کے جائزہ کتاب فہمی کی بحث تھی، اب ذرا ان کے "صحیح ترجمہ" پر بھی غور فرمالیا جائے۔

حافظ عینیؒ کی عبارت ہے:

"ومنها انه قیل هل للجرید معنی یخصه فی الغرز علی القبر لتخفیف العذاب؟ والجواب انه لا معنی یخصه بل المقصود ان یکون ما فیه رطوبة من ای شجر کان ولهذا انکر الخطابی ومن تبعه وضع الیاس الجرید."

شاہ صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"اس حدیث سے متعلق مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیفِ عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟

تو جواب یہ ہے کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو مقصود ہے۔ خطابیؒ اور ان کے متبعین نے خشک شاخ کے قبر پر رکھنے کا انکار کیا ہے......الخ۔"

شاہ صاحب کا یہ ترجمہ کس قدر پر لطف ہے؟ اس کا اصل ذائقہ تو عربی دان ہی اٹھا سکتے ہیں! تاہم چند لطیفوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

الف:......علامہ عینیؒ نے اس حدیث سے متعلقہ احکام و مسائل ص:۸۷۴ سے ص:۸۷۷ تک "بیان استنباط الاحکام" کے عنوان سے بیان فرمائے ہیں، اور

ص:۸۷۷ سے ص:۸۷۹ تک ''الاسئلة والاجوبة'' کا عنوان قائم کرکے اس حدیث سے متعلق چند سوال و جواب ذکر کئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک سوال و جواب وہ ہے جو شاہ صاحب نے نقل کیا ہے۔ آپ ''منها'' کا ترجمہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے متعلقہ مسائل میں سے یہ بھی ہے۔'' شاہ صاحب غور فرمائیں کہ کیا یہاں ''حدیث کے مسائل'' ذکر کئے جارہے ہیں...؟

ب:...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذب قبروں پر ''جرید'' نصب فرمائی تھی، اور ''جرید'' شاخِ خرما کو کہا جاتا ہے۔ علامہ عینیؒ نے جو سوال اٹھایا وہ یہ تھا کہ کیا شاخِ کھجور میں کوئی ایسی خصوصیت ہے جو دفع عذاب کے لئے مفید ہے، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نصب فرمایا؟ یا یہ مقصود ہر درخت کی شاخ سے حاصل ہوسکتا تھا؟ علامہ عینیؒ جواب دیتے ہیں کہ: نہیں! شاخِ کھجور کی کوئی خصوصیت نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ تر شاخ ہو، خواہ کسی درخت کی ہو۔ یہ تو تھا علامہ عینیؒ کا سوال و جواب، ہمارے شاہ صاحب نے سوال و جواب کا مدعا نہیں سمجھا، اس لئے شاہ صاحب سوال و جواب کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

> ''بعض حضرات یہ دریافت کرتے ہیں کہ تخفیفِ عذاب کے لئے قبر پر خصوصی طور پر شاخ ہی کا گاڑنا ہے؟
>
> تو جواب یہ ہے کہ شاخ میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس میں رطوبت ہو، مقصود ہے۔''

اگر شاہ صاحب نے مجمع البحار یا لغتِ حدیث کی کسی اور کتاب میں ''جرید'' کا ترجمہ دیکھ لیا ہوتا یا شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی شرح مشکوٰۃ سے اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیا ہوتا تو ان کو علامہ عینیؒ کے سوال و جواب کے سمجھنے میں الجھن پیش نہ آتی، اور وہ یہ ترجمہ نہ فرماتے۔

اور اگر شدتِ مصروفیت کی بنا پر انہیں کتابوں کی مراجعت کا موقع نہیں ملا تو کم از کم اتنی بات پر تو غور فرمالیتے کہ اگر علامہ عینیؒ کا مدعا یہ ہوتا کہ شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر رطوبت والی چیز سے یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو اگلے ہی سانس میں وہ پھول وغیرہ

ڈالنے کو ''لیس بشیٔ'' کہہ کر اس کی نفی کیوں کرتے؟ ترجمہ کرتے ہوئے تو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ علامہؒ کے یہ دونوں جملے آپس میں ٹکرا کیوں رہے ہیں؟

ج:...... چونکہ شاہ صاحب کے خیالِ مبارک میں علامہ عینیؒ شاخ کی خصوصیت کی نفی کرکے ہر رطوبت والی چیز کو مقصود قرار دے رہے ہیں، اس لئے انہوں نے علامہؒ کی عبارت سے ''من ای شجر کان'' کا ترجمہ ہی غائب کردیا۔

د:...... پھر علامہ عینیؒ نے ''ولھذا انکر الخطابی'' کہہ کر اپنے سوال و جواب پر تفریع پیش کی تھی، شاہ صاحب نے ''لھـــذا'' کا ترجمہ بھی حذف کردیا، جس سے اس جملہ کا ربط ہی ماقبل سے کٹ گیا۔

ہ:...... ''وکذالک ما یفعله اکثر الناس'' سے علامہ عینیؒ نے اس سوال و جواب کی دوسری تفریع ذکر فرمائی تھی، ہمارے شاہ صاحب نے اسے امام خطابیؒ کے انکار کے تحت درج کرکے ترجمہ یوں کردیا: ''اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔'' اس ترجمہ میں ''اس کا بھی انکار کیا ہے'' کے الفاظ شاہ صاحب کا خود اپنا اضافہ ہے۔

و:...... علامہ عینیؒ نے قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے کو ''لیس بشیٔ'' (یہ کوئی چیز نہیں) کہہ کر فرمایا تھا: ''انـمـا السنة الغرز'' یعنی سنت صرف شاخ کا گاڑنا ہے۔'' اس پر ایک اعتراض ہوسکتا تھا، اس کا جواب دے کر اس کے آخر میں فرماتے ہیں: ''فـافهم'' جس میں اشارہ تھا کہ اس جواب پر مزید سوال و جواب کی گنجائش ہے۔ مگر ہمارے شاہ صاحب چونکہ یہ سب کچھ امام خطابیؒ کے نام منسوب فرما رہے ہیں، اس لئے وہ بڑے جوش سے فرماتے ہیں:

> ''پھر بے چارے خطابی نے بحث کے اختتام پر ''فافهم'' کے لفظ کا اضافہ بھی کیا مگر افسوس کہ مولانا صاحب موصوف نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔''

یہ ناکارہ، جناب شاہ صاحب کے توجہ دلانے پر متشکر ہے، کاش! شاہ صاحب خود بھی توجہ کی زحمت فرمائیں کہ وہ کیا سے کیا سمجھ اور لکھ رہے ہیں۔

شاید علامہ عینیؒ کا یہ "فافھم" بھی الہامی تھا، حق تعالیٰ شانہ کو معلوم تھا کہ علامہ عینیؒ کے ۵۴۵ سال بعد ہمارے شاہ صاحب، علامہؒ کی اس عبارت کا ترجمہ فرمائیں گے، اس لئے ان سے "فافھم" کا لفظ لکھوادیا، تاکہ شاہ صاحب، علامہؒ کی اس وصیت کو پیش نظر رکھیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ ذرا سوچ سمجھ کر کریں۔

پنجم:...... "کتاب فہمی" اور "صحیح ترجمہ" کے بعد اب شاہ صاحب کے طریق استدلال پر بھی نظر ڈال لی جائے، موصوف نے علامہ عینیؒ کی مندرجہ بالا عبارت سے چند فوائد اس تمہید کے ساتھ اخذ کئے ہیں:

"مذکورہ بالا ترجمہ سے لدھیانوی صاحب کی کتاب فہمی اور طریق استدلال کا اندازہ ہوجائے گا۔ لیکن ناظرین کے لئے چند امور درج ذیل ہیں۔"

ا:......شاہ صاحب نمبر: ا کے تحت لکھتے ہیں:

"شاخ لگانا ہی مسنون نہیں اس چیز کو تر ہونا چاہئے۔ لہٰذا خشک چیز کا لگانا مسنون نہیں، البتہ شاخیں سبز اور پھول تر ہونے کے باعث مسنون ہیں۔"

پھول ڈالنے کا مسنون ہونا علامہ عینیؒ کی عبارت سے اخذ کیا جارہا ہے، جبکہ ان کی عبارت کا ترجمہ خود شاہ صاحب نے یہ کیا ہے:

"اور اسی طرح اس کا بھی انکار کیا ہے جو اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی تر اشیاء مثلاً پھول اور سبزیاں وغیرہ قبروں پر ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں اور بے شک سنت گاڑنا ہے۔"

پھول اور سبزہ وغیرہ تر اشیاء قبر پر ڈالنے کو علامہ عینیؒ خلافِ سنت اور لیس بشیٔ فرماتے ہیں، لیکن شاہ صاحب کا اچھوتا طریق استدلال اس عبارت سے پھولوں کا مسنون ہونا نکال لیتا ہے۔ شاید شاہ صاحب کی اصطلاح میں "لیس بشیٔ" (کچھ نہیں، کوئی چیز نہیں) کے معنی ہیں: "مسنون چیز"۔

۲:.....شاہ صاحب کا فائدہ نمبر:۲ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ:

''وضع یعنی ڈالنا مسنون نہیں بلکہ غرز یعنی گاڑنا مسنون ہے، اور خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا جیسا کہ اگلی عبارتوں سے ظاہر ہے، اس طرح دو بنیادی اشیاء مسنون ہیں ایک تو رطب ہونا دوسرے غرز۔''

شاہ صاحب کی پریشانی یہ ہے کہ علامہ عینیؒ (اور شاہ صاحب کے بقول امام خطابیؒ) تو پھولوں کے ڈالنے کو لیس بشیءٍ اور غیر مسنون فرمارہے ہیں، اور شاہ صاحب کو بہرحال پھولوں کا مسنون ہونا ثابت کرنا ہے، اس لئے اپنے مخصوص اندازِ استدلال سے ان کے قول کی کیا خوبصورت تاویل فرماتے ہیں کہ خطابیؒ کے بقول پھولوں کا ڈالنا تو مسنون نہیں، ہاں! ان کا گاڑنا ان کے نزدیک بھی مسنون ہے۔ اللہ الصمد!

شاہ صاحب نے کرنے کو تو تاویل کردی لیکن اول تو یہ نہیں سوچا کہ ہماری بحث بھی تو پھولوں کے ڈالنے ہی سے متعلق ہے، اور اس کا غیر مسنون ہونا جناب نے خود ہی رقم فرمادیا، پس اگر اس ناکارہ نے قبر پر پھول ڈالنے کو خلافِ سنت کہا تھا تو کیا جرم کیا...؟

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ جو حضرات اولیاء اللہ کے مزارات پر پھول ڈال کر آتے ہیں، وہ تو آپ کے ارشاد کے مطابق بھی خلافِ سنت فعل ہی کرتے ہیں، کیونکہ سنت ہونے کے لئے آپ نے دو بنیادی شرطیں تجویز فرمائی ہیں، ایک اس چیز کا رطب یعنی تر ہونا، اور دوسرے اس کا گاڑنا، نہ کہ ڈالنا۔

پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ قبر پر گاڑی تو شاخ جاتی ہے، پھولوں اور سبزیوں کو قبر پر کون گاڑا کرتا ہے؟ ان کو تو لوگ بس ڈالا ہی کرتے ہیں، پس جب پھولوں کا گاڑنا عادۃً ممکن ہی نہیں اور نہ کوئی ان کو گاڑتا ہے اور خود ہی شاہ صاحب بھی لکھ رہے ہیں کہ کسی چیز کا قبر پر گاڑنا سنت ہے، ڈالنا سنت نہیں تو جناب کے اس فقرے کا آخر کیا مطلب ہوگا کہ:

''خطابی نے انکار پھولوں اور سبزیوں کے ڈالنے کا کیا ہے نہ کہ گاڑنے کا۔''

کیا کسی ملک میں شاہ صاحب نے قبروں پر پھولوں کے گاڑنے کا دستور دیکھا سنا بھی ہے؟ اور کیا یہ ممکن بھی ہے؟ اگر نہیں تو بار بار غور فرمائیے کہ آخر آپ کا یہ فقرہ کوئی مفہوم محصل رکھتا ہے؟

پھر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب یہ ساری باتیں امام خطابیؒ سے زبردستی منسوب کر رہے ہیں، ورنہ امام خطابیؒ کی عبارت میں پھولوں کے گاڑنے اور ڈالنے کی ''باریک منطق'' کا دور دور کہیں پتہ نہیں۔ مناسب ہے کہ یہاں امام خطابیؒ کی اصل عبارت پیش خدمت کروں، شاہ صاحب اس پر غور فرمالیں، حدیث ''جرید'' کی شرح میں امام خطابیؒ لکھتے ہیں:

''واما غرسه شق العسيب على القبر وقوله (لعله يخفف عنهما ما لم ييسا) فانه من ناحية التبرك باثر النبى صلى الله عليه وسلم ودعائه بالتخفيف عنهما وكانه صلى الله عليه وسلم جعل مدة بقاء النداوة فيهما حدا لما وقعت به المسئلة من تخفيف العذاب عنهما وليس ذالك من اجل ان فى الجريد الرطب معنى ليس فى اليابس والعامة فى كثير من البلدان تفرش الخوص فى قبور موتاهم واراهم ذهبوا الى هذا وليس لما تعاطوه من ذالك وجه، والله اعلم!'' (معالم السنن ج:۱ ص:۱۹،۲۰)

ترجمہ:...... ''رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شاخِ خرما کو چیر کر قبر پر گاڑنا اور یہ فرمانا کہ: ''شاید کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔'' تو یہ تخفیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر اور آپؐ کی دعائے تخفیف کی برکت کی وجہ سے ہوئی، اور ایسا لگتا ہے کہ آپؐ نے جوان قبروں کے حق میں تخفیفِ عذاب کی دعا کی تھی ان شاخوں میں تری باقی رہنے کی مدت کو اس تخفیف کے لئے حد مقرر کردیا گیا تھا، اور اس تخفیف کی یہ وجہ نہیں تھی کہ کھجور کی تر

شاخ میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو خشک میں نہیں پائی
جاتی، اور بہت سے علاقوں کے عوام اپنے مردوں کی قبروں میں کھجور
کے پتے بچھا دیتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ اسی کی طرف گئے ہیں
(کہ تر چیز میں کوئی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو تخفیفِ عذاب
کے لئے مفید ہے) حالانکہ جو عمل کہ یہ لوگ کرتے ہیں اس کی کوئی
اصل نہیں، واللہ اعلم!''

۳:......شاہ صاحب نے تیسرا افادہ عینیؒ کی عبارت سے یہ اخذ کیا ہے:

''قبروں پر پھول ڈالنے کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، بلکہ خطابیؒ
کے زمانہ سے چلا آتا ہے، اور یہ بھی نہیں کہ بعض لوگ ایسا کرتے
ہوں بلکہ خطابیؒ کا بیان ہے کہ یہ فعل ''اکثر الناس'' کا ہے۔''

شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خطابیؒ کے زمانے سے قبروں پر پھول چڑھانے پر سوادِ اعظم کا اجماع ہے، اور اس ''اجماع'' کے خلاف لب کشائی کرنا گویا الحاد و زندقہ ہے، جس سے سوادِ اعظم کے معتقدات کو ٹھیس پہنچی ہے، مگر قبلہ شاہ صاحب اس نکتہ آفرینی سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور فرما لیتے تو شاید انہیں اپنے طرزِ استدلال پر افسوس ہوتا۔

اولاً:......وہ جس عبارت پر اپنے اس نکتہ کی بنیاد جما رہے ہیں، وہ امام خطابیؒ کی نہیں بلکہ علامہ عینیؒ کی ہے، اس لئے قبروں پر پھول چڑھانے کو امام خطابیؒ کے زمانہ کے ''اکثر الناس'' کا فعل ثابت کرنا بنا الفاسد علی الفاسد ہے، ہاں! یوں کہئے کہ امام خطابیؒ کے زمانہ کے ''عوام'' مردے کی قبر میں کھجور کے تر پتے بچھایا کرتے تھے، علامہ عینیؒ کے زمانے تک یہ سلسلہ کھجور کے پتوں سے گزر کر پھول چڑھانے تک پہنچ گیا۔

ثانیاً:......جب سے یہ سلسلہ عوام میں شروع ہوا اسی وقت سے علمائے امت نے اس پر نکیر کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ خطابیؒ نے ''اس کی کوئی اصل نہیں'' کہہ کر اس کے بدعت ہونے کا اعلان فرمایا اور علامہ عینیؒ نے ''لیس بشیٔ'' کہہ کر اس کو خلافِ سنت قرار دیا۔ کاش!

کہ جناب شاہ صاحب بھی حضرات علمائے امت کے نقش قدم پر چلتے، اور عوام کے اس فعل کو بے اصل اور خلافِ سنت فرماتے۔ بہر حال اگر جناب شاہ صاحب خطابیؒ یا عینیؒ کے زمانے کے عوام کی تقلید فرما رہے ہیں تو اس ناکارہ کو بحول اللہ وقوتہ اکابر علمائے امت اور ائمہ دین کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت حاصل ہے اور وہ امام خطابیؒ اور علامہ عینیؒ کی طرح اس عامیانہ فعل کے خلافِ سنت ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ جناب شاہ صاحب کو اگر تقلیدِ عوام پر فخر ہے تو یہ ہیچ مدان، ائمہ دین کے اتباع پر نازاں ہے اور اس پر شکر بجالاتا ہے، یہ اپنا اپنا نصیب ہے کسی کے حصے کیا آتا ہے:

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ثالثاً:...... جناب شاہ صاحب نے علامہ عینیؒ کی عبارت خطابیؒ کی طرف منسوب کر کے یہ سراغ تو نکال لیا کہ پھولوں کا چڑھانا خطابیؒ کے زمانہ سے چلا آتا ہے، کاش! وہ کہیں سے یہ بھی ڈھونڈ لاتے کہ چوتھی صدی (خطابیؒ کے زمانہ) کے عوام نے جو بدعتیں ایجاد کی ہوں وہ چودہویں صدی میں نہ صرف ''سنت'' بن جاتی ہیں بلکہ اہل سنت کے عقائد وشعار میں بھی ان کو جگہ مل جاتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

جناب شاہ صاحب نے اگر میرا پہلا مضمون پڑھا ہے تو امام شہیدؒ کا ارشاد بھی ان کی نظر سے گزرا ہوگا جو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فتاویٰ غیاثیہ سے نقل کیا ہے کہ متأخرین (جن کا دور چوتھی صدی سے شروع ہوتا ہے) کے استحسان کو ہم نہیں لیتے۔ غور فرمائیے جس دور کے اکابر اہل علم کے استحسان سے بھی کوئی سنت ثابت نہیں ہوتی، شاہ صاحب اس زمانے کے عوام کی ایجاد کردہ بدعات کو ''سنت'' فرما رہے ہیں اور اصرار کیا جا رہا ہے کہ ان بدعات کے بارے میں اس زمانے کے اکابر اہل علم نے خواہ کچھ ہی فرمایا ہو ہمیں اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں، چونکہ صدیوں سے عوام اس بدعت میں ملوث ہیں، لہٰذا اس کو خلافِ سنت کہنا روا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس ''لاجواب منطق'' سے شاہ صاحب نے اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کر لیا۔

رابعاً:...... ہمارے شاہ صاحب تو امام خطابیؒ کے زمانے کے عوام کو بطورِ حجت و

دلیل پیش فرما رہے ہیں اور علمائے امت کی نکیر کے علی الرغم ان کے فعل سے سند پکڑ رہے ہیں۔ آیئے! میں آپ کو اس سے بھی دوصدی پہلے کے ''عوام'' کے بارے میں اہل علم کی رائے بتاتا ہوں۔

صاحب درمختار نے باب الاعتکاف سے ذرا پہلے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اکثر عوام جو مُردوں کے نام کی نذرونیاز مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کی قبور پر روپے پیسے اور شمع، تیل وغیرہ کے چڑھاوے ان کے تقرب کی غرض سے چڑھاتے ہیں، یہ بالاجماع باطل وحرام ہے، اِلاَّ یہ کہ فقراء پر صرف کرنے کا قصد کریں۔ اس ضمن میں انہوں نے ہمارے امام محمد بن الحسن الشیبانی مدون مذہب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا ارشاد نقل کیا ہے:

''ولقد قال الامام محمد لو كانت العوام عبيدی لاعتقتهم واسقطت ولائی وذالک لانهم لا يهتدون فالكل بهم يتغيرون.''

ترجمہ:...... ''اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں ان کو آزاد کر دیتا اور ان کو آزاد کرنے کی نسبت بھی اپنی طرف نہ کرتا کیونکہ وہ ہدایت نہیں پاتے، اس لئے ہر شخص ان سے عار کرتا ہے۔''

علامہ شامیؒ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اہل فہم پر مخفی نہیں کہ امامؒ کی مراد اس کلام سے عوام کی مذمت کرنا اور اپنی طرف ان کی کسی قسم کی نسبت سے دوری اختیار کرنا ہے، خواہ ولاؔ (نسبت آزادی) کے ساقط کرنے سے ہو، جو قطعی طور پر ثابت ہے اور اس اظہار برأت کا سبب عوام کا جہل عام ہے، اور ان کا بہت سے احکام کو تبدیل کر دینا، اور باطل وحرام چیزوں کے ذریعہ تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ پس ان کی مثال انعام کی سی ہے کہ اعلام واکابر ان سے عار کرتے ہیں، اور ان عظیم شناعتوں سے

برأت کا اظہار کرتے ہیں......''

یہ امام محمدؒ کے زمانے کے عوام ہیں جن کے افعال و بدعات سے امام محمدؒ اور دیگر اعلام و اکابر برأت کا اظہار فرماتے ہیں، لیکن اس کے دوصدی بعد کے عوام کی بدعات ہمارے شاہ صاحب کے لئے عین دین بن جاتی ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ فرماتے ہیں کہ پھول چڑھانے کا سلسلہ تو امام خطابیؒ کے دور سے چلا آتا ہے، اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ وہی عوام ہیں جن کے جہل عام اور تغیر احکام کی شکوہ سنجی ہمارے اعلام و اکابر کرتے چلے آئے ہیں۔

یہ اس ناکارہ کے مضمون پر شاہ صاحب کی تنقیدات کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں، جن سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ شاہ صاحب اور ان کے ہم ذوق حضرات بدعات کی ترویج و اشاعت کے لئے کیسی کیسی تاویلات ایجاد فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ سنت کے نور سے ہمارے دل و دماغ اور روح و قلب کو منور فرمائیں اور بدعات کی ظلمت و نحوست سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

آخرت کی جزا و سزا

بروزِ حشر شفاعتِ محمدیؐ کی تفاصیل

س...... بروزِ محشر شفاعتِ امتِ محمدی کی تفاصیل کیا ہیں؟

ج......ان تفصیلات کو قلمبند کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے، مختصر یہ ہے کہ شفاعت کی کئی صورتیں ہوں گی۔

اول:......شفاعتِ کبریٰ: یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہونے میں تأخیر ہوجائے گی تو لوگ نہایت پریشان ہوں گے، لوگ کہیں گے کہ چاہے ہمیں دوزخ میں ڈال دیا جائے مگر اس پریشانی سے نجات مل جائے، تب لوگ اپنے علماء سے اس مسئلہ کا حل دریافت کریں گے، علماء کرام کی طرف سے فتویٰ دیا جائے گا کہ اس کے لئے کسی نبی کی شفاعت کرائی جائے، لوگ علی الترتیب سیّدنا آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ

السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر یہ سب حضرات معذرت کریں گے اور اپنے بعد والے نبی کا حوالہ دیتے جائیں گے۔

مسند ابوداؤد طیالسی (ص:۳۵۴ مطبوعہ حیدرآباد دکن) کی روایت میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شفاعت کی درخواست کرنے والوں سے فرمائیں گے:

''یہ بتاؤ! اگر کسی برتن پر مہر لگی ہوئی ہو تو جب تک مہر کو نہ کھولا جائے اس برتن کے اندر کی چیز نکالی جاسکتی ہے؟''

وہ عرض کریں گے: نہیں!

آپؑ فرمائیں گے کہ:

''پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج یہاں تشریف فرما ہیں، ان کی خدمت میں حاضری دو۔''

الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا مشورہ دیں گے، اور پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کریں گے، آپؐ ان کی درخواست قبول فرما کر شفاعت کے لئے ''مقامِ محمود'' پر کھڑے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ آپؐ کی شفاعت قبول فرمائیں گے، یہ شفاعتِ کبریٰ کہلاتی ہے، کیونکہ اس سے تمام امتیں اور تمام اولین و آخرین مستفید ہوں گے اور سب کا حساب شروع ہوجائے گا۔

دوم:...... بعض حضرات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

سوم:...... بعض لوگ جو اپنی بدعملی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے، ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، یہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپؐ کے طفیل میں دیگر مقبولانِ الٰہی کو نصیب ہوگی۔

چہارم:...... جو گناہ گار دوزخ میں داخل ہوں گے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات ملائکہ اور اہل ایمان کی شفاعت سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ان سب حضرات کی شفاعت کے بعد حق تعالیٰ شانہ تمام اہل لا الٰہ الا

اللہ کو دوزخ سے نکال لیں گے (یہ گویا ارحم الراحمین کی شفاعت ہوگی)، اور دوزخ میں صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔

پنجم:...... بعض حضرات کے لئے جنت میں بلندیٔ درجات کی شفاعت ہوگی۔

ششم:...... بعض کافروں کے لئے دوزخ میں تخفیفِ عذاب کی شفاعت ہوگی۔

ان تمام شفاعتوں کی تفصیلات احادیث شریفہ میں وارد ہیں۔

خدا کے فیصلہ میں شفاعت کا حصہ

س...... اگر شفاعت فیصلے پر اثر انداز نہیں ہوسکتی تو اس کا فائدہ معلوم نہیں اور اگر یہ فیصلے پر اثر انداز ہوتی ہے تو یہ تصرف ہے، اس لئے شفاعت کے بارے میں آپ کا جواب اطمینان بخش نہیں ہے۔

ج...... "اِلَّا بِاِذْنِہٖ" تو قرآن مجید میں ہے، اس لئے شفاعت بالاذن پر ایمان لانا تو واجب ہے، رہا تصرف کا شبہ تو اگر حاکم ہی یہ چاہے کہ اگر اس گناہ گار کی کوئی شفاعت کرے تو اس کو معاف کردیا جائے، گو معاف وہ ازخود بھی کرسکتا ہے، مگر شفاعت میں شفیع کی وجاہت اور حاکم کی عظمت کا اظہار مقصود ہو، تو اس میں اشکال کیا ہے...؟

قیامت کے دن کس کے نام سے پکارا جائے گا؟

س...... قیامت کے دن میدانِ حشر میں والدہ کے نام سے پکارا جائے گا یا والد کے نام سے؟

ج...... ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ماں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ روایت بہت کمزور بلکہ غلط ہے، اس کے مقابلے میں صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے، جس میں باپ کی نسبت سے پکارے جانے کا ذکر ہے اور یہی صحیح ہے۔

روزِ قیامت لوگ باپ کے نام سے پکارے جائیں گے

س...... روزنامہ جنگ کے جمعہ ایڈیشن میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" پڑھا، یہ کالم میں عام طور پر باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔

اس کالم کے تحت آپ نے ایک صاحب کے سوال کا جو جواب دیا ہے، میں اس

جواب کی ذرا وضاحت چاہتا ہوں، ان کا سوال تھا: ''کیا قیامت کے روز باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟''

بچپن سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں کہ قیامت کے روز ہر فرد اپنی ماں کے نام سے پکارا جائے گا لیکن آج پہلی دفعہ میں نے آپ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ قیامت کے روز افراد باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے۔

آپ کے علم میں ہوگا کہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے باقاعدہ مراکز ہیں، جہاں عصمت فروشی اور بردہ فروشی کو جائز کاروبار کا درجہ حاصل ہے، اور ایسے مراکز میں ظاہر ہے بچے پیدا ہوں گے، تو ایسے بچوں کے باپ قیامت کے روز کون ہوں گے اور کس ولدیت سے ان کو پکارا جائے گا؟

میرے محدود علم کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بطن مریم سے بغیر کسی باپ کے پیدا کیا جو کہ اللہ جل شانہ کی قدرت کا کرشمہ ہے، تو عالی قدر! ذرا یہ بات مجھے سمجھا دیجئے کہ قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کو کس ولدیت سے پکارا جائے گا؟

واضح رہے کہ بچپن میں ہم اسی بنا پر یہ سنتے چلے آرہے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے کوئی باپ نہیں وہ صرف ماں کی اولاد ہیں، اس لئے قیامت کے روز حضرت عیسیٰؑ کی وجہ سے تمام لوگوں کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا۔

حضور والا! میرا اس ناقص ذہن میں آنے والے ان دو سوالوں کا جواب دے کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔

ج…… عام شہرت تو اسی کی ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنی ماؤں کی نسبت سے پکارے جائیں گے، لیکن یہ بات نہ تو قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے، نہ کسی قابل اعتماد حدیث میں۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح احادیث میں وارد ہے کہ لوگ قیامت کے دن اپنے باپ کی نسبت سے پکارے جائیں گے، جیسا کہ پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ جو بچے صحیح النسب نہیں یا کنواری ماؤں سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کی ساری قوموں میں بچے کو

باپ سے منسوب کیا جاتا ہے اور فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے، مگر یہاں بن باپ کے بچوں سے کبھی کوئی اشکال نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے بچوں کا نسب ماں سے منسوب کردیا جاتا ہے، اسی طرح قیامت میں بھی ایسے بچوں کو ان کی ماؤں سے منسوب کردیا جائے گا، اور جن بچوں کے نام کی شہرت دنیا میں باپ سے تھی ان کو ان کے اسی مشہور باپ سے منسوب کردیا جائے گا، واللہ اعلم!

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت تو دنیا میں بھی ان کی والدہ مقدسہ مریم بتول سے تھی اور ہے، چنانچہ قرآن کریم میں جگہ جگہ ''عیسیٰ بن مریم'' فرمایا گیا ہے، قیامت کے دن بھی ان کی یہی نسبت برقرار رہے گی۔ چنانچہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال و جواب ہوگا، قرآن کریم نے اس کو بھی ذکر کیا ہے، اور ان کو ''عیسیٰ بن مریم'' سے مخاطب فرمایا ہے، اور یہ خصوصیت صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے کہ دنیا اور قیامت میں ان کی نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے، اس سے تو اس بات کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے باقی کوئی اور ماں کے نام سے نہیں پکارا جائے گا، تاکہ ان کی خصوصیت معلوم ہوسکے۔ بہرحال احادیث نبویہ اور قرآن مجید سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قیامت کے دن افراد کی نسبت والد کی طرف ہوگی۔

مرنے کے بعد اور قیامت کے روز اعمال کا وزن

س...... جناب مفتی صاحب! کیا یہ صحیح ہے کہ روزِ محشر ہمارے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا وزن ہمارے ثواب صغیرہ وکبیرہ سے ہوگا اور جس کا پلہ زیادہ یا کم ہوگا اسی کے مطابق جزا وسزا کے مستحق ہوں گے۔

ج...... قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث میں اعمال کا موزون ہونا مذکور ہے۔ اس میزان میں ایمان وکفر کا وزن کیا جائے گا اور پھر خاص مؤمنین کے لئے ایک پلہ میں ان کے حسنات اور دوسرے پلہ میں ان کے سیئات رکھ کر ان اعمال کو وزن ہوگا، جیسا کہ درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر حسنات غالب ہوئے تو جنت اور

سیئات غالب ہوئے تو دوزخ، اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کے لئے تجویز ہوگی، پھر خواہ شفاعت سے سزا کے بغیر یا سزا کے بعد مغفرت ہو جائے گی۔

نوٹ:...... جنت اور جہنم کے درمیان حائل ہونے والے حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات دیکھ رہے ہوں گے، وہ جنتیوں کے عیش و آرام کی بہ نسبت جہنم میں، اور جہنمیوں کی بہ نسبت جنت میں ہوں گے، اس مقام پر کن لوگوں کو رکھا جائے گا؟ اس میں متعدد اقوال ہیں، مگر صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات و سیئات (نیکی اور بدی) کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔

کیا حساب و کتاب کے بعد نبی کی بعثت ہوگی

س...... ٹیلی ویژن کے پروگرام فہم القرآن میں علامہ طالب جوہری نے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ قیامت کے بعد ان غیر مسلموں پر دوبارہ نبی مبعوث فرمائے گا جن تک اسلام نہیں پہنچا تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ انہوں نے روایت کا ذکر کیا مگر تفصیل نہیں بتائی اس طرح تو مثلاً حبشی قوم جن کی زندگی کا پورا حصہ جنگل میں گزرا اور غیر مسلم ہو کر مرے، کیا قیامت کے بعد پھر سے غیر مسلم کے لئے اسلام کی تبلیغ شروع کی جائے گی؟ تو کون سے نبی ہوں گے جو یہ تبلیغ کا کام کریں گے؟

ج...... قیامت میں کسی نبی کے مبعوث کئے جانے کی روایت میرے علم میں نہیں، جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی ان کے بارے میں راجح مسلک یہ ہے کہ اگر وہ توحید کے قائل تھے تو ان کی بخشش ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا و سزا میں شریک نہیں بلکہ اطلاع دینے والے ہیں

س...... عزت و ذلت اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ساتھ ہی اپنے کلام پاک میں سورۂ اعراف کے رکوع:۲۳، سورۂ احزاب رکوع:۶ اور سورۂ السبا رکوع:۳ میں حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دینے والا قرار دیا، اس لفظ خوشخبری دینے والے کا کیا مفہوم سمجھا جائے؟ کیا اس میں علمِ غیب پنہاں ہے؟ جہاں اللہ تعالیٰ جزا وسزا کا خود ہی مالک ہے، اس میں رسالت مآب بھی شریک ہیں، جبکہ آپ خوشخبری دینے والے ہیں۔

ج...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک اعمال پر خوشخبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے نیک جزا کا وعدہ فرمایا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جزا وسزا میں شریک نہیں بلکہ منجانب اللہ جزا وسزا کی اطلاع دینے پر مامور ہیں۔

جرم کی دنیاوی سزا اور آخرت کی سزا

س...... اگر ایک شخص نے قتل کیا ہو اور اس کو دنیا میں پھانسی یا عمر قید کی سزا مل گئی تو کیا قیامت کے دن بھی اس کو سزا ملے گی؟

ج...... آخرت کے عذاب کی معافی توبہ سے ہوتی ہے، پس اگر اس کو اپنے جرم پر پشیمانی لاحق ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگی تو آخرت کی سزا نہیں ملے گی، ورنہ مل سکتی ہے۔ چونکہ ایسا مجرم جسے دنیا میں سزا ملی ہو اکثر اپنے کئے پر پشیمان ہوتا ہے اور وہ اس سے توبہ کرتا ہے اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: جس شخص کو دنیا میں سزا مل گئی وہ اس کے لئے آخرت کے عذاب سے کفارہ ہے اور جس کو دنیا میں سزا نہیں ملی اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اس کے کرم سے توقع ہے کہ معاف کردے۔

انسان جنتی اپنے اعمال سے بنتا ہے اتفاق اور چیزوں سے نہیں

س...... اگر کوئی رمضان کی چاندرات کو یا پہلے روزے کو انتقال کرے تو کیا وہ جنتی ہے؟ یا غسل کے بعد خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا قبر میں دفن کرنے تک مردے کے سرہانے رہے تو کیا وہ جنتی ہوا؟

ج...... نہیں! جنتی تو آدمی اپنے اعمال سے بنتا ہے، کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جنتی ہے، البتہ بعض چیزوں کو اچھی علامت کہہ سکتے ہیں۔

کیا تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے؟

س...... ایک شخص نے یہ کہا کہ: کوئی ضروری نہیں کہ قرآن وحدیث کے پابند اشخاص ہی

بخشے جائیں گے، بلکہ تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی۔

ج...... یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کے تمام مذاہب کے لوگوں کی بخشش ہوگی، خالص کفر ہے۔ کیونکہ دیگر مذاہب کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں جابجا تصریحات موجود ہیں کہ ان کی بخشش نہیں ہوگی، پس جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ تمام مذاہب کے لوگ بخشے جائیں گے۔

غیر مسلموں کے اچھے اعمال کا بدلہ

س...... اگر کوئی غیر مسلم نیکی کا کوئی کام کرے مثلاً کہیں کنواں کھدوادے یا مخلوقِ خدا سے رحم وشفقت کا برتاؤ کرے، جیسا کہ کچھ عرصہ قبل بھارتی کرکٹر بشن سنگھ بیدی نے ایک مسلمان بچے کے لئے اپنے خون کا عطیہ دیا تھا، تو کیا غیر مسلم کو نیک کام کرنے پر اجر ملے گا؟

ج...... نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے، اور ایمان کے بغیر نیکی ایسی ہے جیسے روح کے بغیر بدن۔ اس لئے اس کو آخرت میں اجر نہیں ملے گا البتہ دنیا میں ایسے اچھے کاموں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے۔

س...... دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ: غیر مسلم جو اچھے کام کرتے ہیں ان کو قیامت میں ان کا صلہ ملے گا، اور وہ جنت میں جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ غیر مسلم چاہے اہل کتاب کیوں نہ ہوں ان کو نیک کاموں کا صلہ یہاں مل سکتا ہے، قیامت میں نہیں ملے گا، نہ وہ جنت میں جائیں گے جب تک کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔

ج...... آپ کی بات صحیح ہے! قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں بے شمار جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت اہل ایمان کے لئے ہے، اور کفار کے لئے جنت حرام ہے، اور یہ بھی بہت سی جگہ فرمایا گیا ہے کہ نیک اعمال کے قبول ہونے کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان کے کوئی عمل مقبول نہیں، نہ اس پر قیامت کے دن کوئی اجر ملے گا۔

س...... تمام لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور امت محمدی سے ہیں، عیسائی یا یہودی لوگ جن پر اللہ کریم نے تورات، انجیل نازل فرمائی ہیں، اگر وہ اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں،

اس کے علاوہ سخاوت، غریبوں کی مدد کرنا، ہسپتال بنانا اور اس کے علاوہ کئی اچھے کام کرتے ہیں جن کی اسلام نے بھی اجازت دی ہے، تو کیا وہ لوگ جنت میں نہیں جا سکتے؟ اللہ کریم غفور رحیم ہے۔

ج..... قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا، اس سے کم درجے کے جو گناہ ہیں وہ جس کو چاہے معاف کر دے گا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اس امت میں جو شخص میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ نجات اور مغفرت کے لئے ایمان شرط ہے، بغیر ایمان کے بخشش نہیں ہوگی۔

گناہ گار مسلمان کی بخشش

س..... مولانا صاحب! کیا گناہ گار مسلمان جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو، لیکن ساری زندگی گناہوں میں گزار دی وہ آخرت میں اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو سکے گا یا نہیں؟

ج..... جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا انشاء اللہ اس کی کسی نہ کسی وقت ضرور بخشش ہوگی، لیکن مرنے سے پہلے آدمی کو سچی توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تحمل نہیں ہو سکتا، اور بعض گناہ ایسے ہیں جن کی نحوست کی وجہ سے ایمان سلب ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)، اس لئے خاتمہ بالخیر کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، اور اس کے لئے دعائیں بھی کرتے رہنا چاہئیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمائیں اور سوءِ خاتمہ سے اپنی پناہ میں رکھیں۔

گناہ اور ثواب برابر ہونے والے کا انجام

س..... اگر قیامت کے دن انسان کے گناہ اور ثواب برابر ہوں تو کیا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟

ج..... ایک قول کے مطابق یہ شخص کچھ مدت کے لئے ''اعراف'' میں رہے گا، اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

اليـه رجل ممكن حضر المسجد فقال: كلا! انما المال مـالـنا والفئ فيئنا، فمن حال بيننا وبينه حاكمناه الى الله بـأسيـافنا. فنزل معاوية رضى الله عنه فارسل الى الرجل فـادخـلـهُ فـقـال الـقـوم: هلكـ الرجل! ثم دخل الناس فـوجـدوا الرجل معه على السرير فقال معاوية رضى الله عـنه للناس: ان هذا احيانى احياه الله، سمعت رسول الله صـلـى الله عـليـه وسـلـم يـقـول: "سيكون بعدى امراء يـقولون ولا يرد عليهم، يتقاحمون فى النار كما تتقاحم الـقـردة." وانى تكلمت اول جمعـة فلم يرد علىّ احد، فـخشيـت ان اكون منهم، ثم تكلمت فى الجمعة الثانية فـلـم يـرد عـلىّ احد، فقلت فى نفسى انى من القوم، ثم تـكـلـمـت فـى الجمعة الثالثة فقام هذا الرجل فرد علىّ فـاحيـانـى احيـاه الله." قال الهيثمى (ج:۵ ص:۲۳٦) رواه الـطبـرانـى فـى الـكبيـر والاوسـط، وابـويعلىٰ ورجالـه ثقات." (حياة الصحابة ج:۲ ص:٦٨)

ترجمہ:..... "حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، قمامہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ: مال ہمارا ہے اور فئے (غنیمت) ہماری ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کی یہ بات سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ دوسرا جمعہ آیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پھر یہی بات کہی، اب کے بھی انہیں کسی نے نہیں ٹوکا، تیسرا جمعہ آیا تو پھر یہی بات کہی اس پر حاضرین مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا: ہرگز نہیں! یہ مال ہمارا ہے، اور غنیمت ہماری ہے، جو شخص

اس کے اور ہمارے درمیان آڑے آئے گا ہم اپنی تلواروں کے ذریعہ اس کا فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو اس شخص کو بلا بھیجا، اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ لوگوں نے کہا کہ: یہ شخص مارا گیا! پھر لوگ اندر گئے تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت معاویہؓ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے، حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا: اس شخص نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ: ''میرے بعد کچھ حکام ہوں گے، جو (خلافِ شریعت) باتیں کریں گے لیکن کوئی ان کو ٹوکے گا نہیں، یہ لوگ دوزخ میں ایسے گھسیں گے جیسے بندر گھستے ہیں۔'' میں نے پہلے جمعہ کو ایک بات کہی، اس پر مجھے کسی نے نہیں ٹوکا، تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں بھی انہیں لوگوں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو یہ بات دہرائی، اس بار بھی کسی نے میری تردید نہیں کی، تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں انہی میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ یہی بات کہی تو اس شخص نے اٹھ کر مجھے ٹوک دیا، پس اس نے مجھے زندہ کردیا، اللہ تعالیٰ اس کو زندہ رکھے!''

اور یہ نہ صرف صدرِ محترم کے حق میں خیر و برکت کی چیز ہے، بلکہ امت کی صلاح وفلاح بھی اسی میں ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ! لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم. رواہ الترمذی.'' (مشکوٰۃ ص:۴۳۶)

ترجمہ:......''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تمہیں معروف کا حکم کرنا ہوگا، اور برائی سے روکنا ہوگا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے، پھر تم اس سے دعائیں کرو، اور تمہاری دعائیں بھی نہ سنی جائیں۔''

ان ارشاداتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں راقم الحروف کا احساس یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عذابِ الٰہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔ آج امت پر جو طرح طرح کے مصائب ٹوٹ رہے ہیں اور ہم گوناگوں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی ''احتسابی حس'' کمزور اور نہی عن المنکر کی آواز بہت دھیمی ہوگئی ہے۔ جس دن یہ آواز بالکل خاموش ہوجائے گی اس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روزِ بد سے محفوظ رکھیں۔

جنت

جنت میں اللہ کا دیدار

س...... کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں کو نظر آئیں گے؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

ج...... اہل سنت والجماعت کے عقائد میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، یہ مسئلہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔

نیک عورت جنتی حوروں کی سردار ہوگی

س...... جناب! آج تک یہ سنتے آئے ہیں کہ جب کوئی نیک مرد انتقال کرتا ہے تو اسے ستر حوریں خدمت کے لئے دی جائیں گی، لیکن جب کوئی عورت انتقال کرتی ہے تو اس کو کیا دیا جائے گا؟

ج……وہ اپنے جنتی شوہر کے ساتھ رہے گی اور جنت کی حوروں کی سردار ہوگی۔ جنت میں سب کی عمر اور قد یکساں ہوگا اور بدن نقائص سے پاک، شناخت حلیہ سے ہوگی، جن خواتین کے شوہر بھی جنتی ہوں گے وہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی اور حورِعین کی ملکہ ہوں گی اور جن خواتین کا یہاں عقد نہیں ہوا ان کا جنت میں کسی سے عقد کردیا جائے گا، بہر حال دنیا کی جنتی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فوقیت ہوگی۔

بہشت میں ایک دوسرے کی پہچان اور محبت

س……بہشت میں باپ، ماں، بیٹا، بہن، بھائی ایک دوسرے کو پہچان سکیں گے تو ان سے وہی محبت ہوگی جو اس دنیا میں ہے یا محبت وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوگی؟

ج……اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہشت میں لے جائیں تو جان پہچان اور محبت تو ایسی ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور ہی ممکن نہیں۔

جنت میں مرد کے لئے سونے کا استعمال

س……قرآن کی سورۂ حج کی آیت نمبر:۲۳ میں ہے کہ:''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ انہیں (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔''اس میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ جنت میں نیکوکاروں کو سونا کیسے پہننا جائز ہوجائے گا جبکہ دنیا میں اچھے یا برے مرد کے لئے ہر حال میں سونا پہننا جائز نہیں؟

ج……دنیا میں مرد کو سونا پہننا جائز نہیں، لیکن جنت میں جائز ہوگا اس لئے پہنایا جائے گا۔

دوبارہ زندہ ہوں گے تو کتنی عمر ہوگی؟

س……انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو کیا اسے اسی عمر میں زندہ کیا جائے گا جس عمر میں وہ مرا تھا؟

ج……اس کی تصریح تو یاد نہیں، البتہ بعض دلائل وقرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس عمر میں آدمی مرا ہو اسی میں اٹھایا جائے گا۔

کیا"سیّدا شباب اھل الجنة"والی حدیث صحیح ہے؟

س......ایک دوست نے گفتگو کے دوران کہا کہ جمعہ کے خطبہ میں جو حدیث عموماً پڑھی جاتی ہے "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة" یہ مولویوں کی گھڑی ہوئی ہے، ورنہ اہل جنت میں تو انبیاء کرامؑ بھی ہوں گے، کیا حضرت حسنؓ وحسینؓ ان کے بھی سردار ہوں گے؟ آپ سے گزارش ہے کہ اس پر روشنی ڈالیں کہ اس دوست کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

ج...... یہ حدیث تین قسم کے الفاظ سے متعدد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، چنانچہ حدیث کے جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں، جامع صغیر میں اس کے لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے:

ا:......حضرت ابوسعید خدریؓ:	مسند احمد، ترمذی۔
۲:......حضرت عمرؓ:	طبرانی فی الکبیر۔
۳:......حضرت علیؓ:	طبرانی فی الکبیر۔
۴:......حضرت جابرؓ:	طبرانی فی الکبیر۔
۵:......حضرت ابوہریرہؓ:	طبرانی فی الکبیر۔
۶:......حضرت اسامہ بن زیدؓ:	طبرانی فی الاوسط۔
۷:......حضرت براء بن عازبؓ:	طبرانی فی الاوسط۔
۸:......حضرت ابن مسعودؓ:	ابن عدی۔

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اھل الجنة وابواھما خیر منھما."

ترجمہ:......"حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان کے والدین ان سے افضل ہیں۔"

اس لئے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے:

ا:......ابن عمرؓ: ابن ماجہ، مستدرک۔

۲:......قرہ بن ایاسؓ: طبرانی فی الکبیر۔

۳:...... مالک بن حویرثؓ: طبرانی فی الکبیر۔

۴:......ابن مسعودؓ: مستدرک۔

اس حدیث کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

"الحسن والحسین سیّدا شباب اهل الجنة الا ابنی الخالة عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا، وفاطمة سیّدة نساء اهل الجنة الا ما کان من مریم بنت عمران."

ترجمہ:...... "حسنؓ وحسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں، سوائے دو خلیرے بھائیوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے، اور فاطمہؓ خواتین جنت کی سردار ہیں، سوائے مریم بنت عمران کے۔"

یہ روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مسنداحمد، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلیٰ، طبرانی، معجم کبیر اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔

مجمع الزوائد ج:۹ ص:۱۸۳،۱۸۴ میں یہ حدیث حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کی ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ۱۳ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے (جن میں سے بعض احادیث صحیح ہیں، بعض حسن اور بعض ضعیف) اس لئے یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے، بلکہ حافظ سیوطیؒ نے اس کو متواترات میں شمار کیا ہے جیسا کہ فیض القدیر شرح جامع صغیر (ج:۲ ص:۴۱۵) میں نقل کیا ہے۔

رہا یہ کہ اہل جنت میں تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہوں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ جوانانِ اہل جنت سے مراد وہ حضرات ہیں جن کا انتقال جوانی میں ہوا ہو، ان پر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی سیادت ہوگی، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، اسی طرح حضرات خلفائے راشدین اور وہ حضرات جن کا انتقال پختہ عمر میں ہوا وہ بھی اس میں شامل نہیں، چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے:

''وابوبکر وعمر سیّدا کهول اهل الجنة من
الأوّلین والآخرین ما خلا النبیّین والمرسلین.''

ترجمہ:...... ''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سردار ہیں اہل جنت کے پختہ عمر کے لوگوں کے اولین و آخرین سے، سوائے انبیاء و مرسلین کے۔''

یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:...... حضرت علیؓ (مسند احمد ج:۱ ص:۸، ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷، ابن ماجہ ص:۱۰)۔

۲:...... حضرت انسؓ (ترمذی ج:۲ ص:۲۰۷)۔

۳:...... حضرت ابوجحیفہؓ (ابن ماجہ ص:۱۱)۔

۴:...... حضرت جابرؓ (طبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)۔

۵:...... حضرت ابوسعید خدریؓ (ایضاً)۔

۶:...... حضرت ابن عمرؓ (بزار، مجمع الزوائد ج:۹ ص:۵۳)۔

۷:...... حضرت ابن عباسؓ (امام ترمذی نے اس کا حوالہ دیا ہے ج:۲ ص:۲۰۷)۔

اس حدیث میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کہول (ادھیڑ عمر) اہل جنت کے سردار ہونے کے ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے استثناء کی تصریح ہے، ان دونوں احادیث کے پیش نظر یہ کہا جائے گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ اہل جنت میں سے جن حضرات کا انتقال پختہ عمر میں ہوا، ان کے سردار حضرات شیخین رضی اللہ عنہما ہوں گے اور جن کا جوانی میں انتقال ہوا ان کے سردار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہوں گے، واللہ اعلم!